جماعت سے متعلق 212 فتاوی جات
1 نوافل کی جماعت کروانا کیسا ؟ 2
قضاء نماز جماعت کیساتھ پڑھنا کیسا ؟
سیاہ خضاب لگانے والے امام کے پیچھے
نماز پڑھنا کیسا ؟
اس کے علاوہ بھی اور بہت کچھ ---
مرتب وطالب العلم :
عبد الماجد ظہور عاصِم
عطاری قادری جامعۃ
المدینہ فیضانِ عطار واٹر
سپلائی روڈ سرگودھا
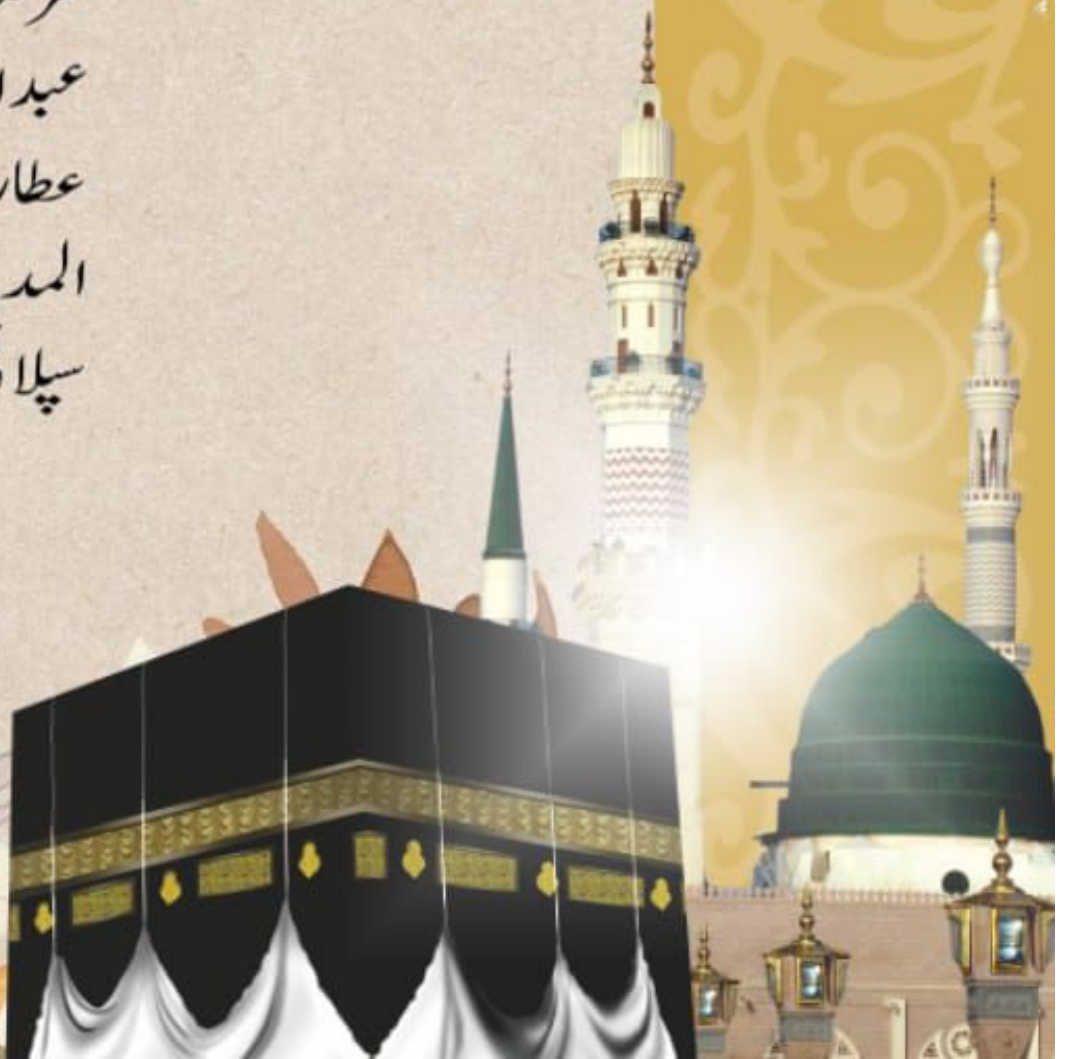
# کیادوسے زیادہ مقتدی امام صاحب کے برابر میں کھڑے ہوسکتے ہیں؟

**مجیب**:مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

**فتوی نمبر**:Nor:7275

**تاریخ اجراء**:18ذوالحجۃالحرام1437ھ/21ستمبر2016ء

## دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام ایک شخص کو اپنے برابر میں کھڑا کر کے نماز پڑھا رہا تھا اسی دوران دوسرا شخص بھی آگیا وہ امام کے دوسری جانب کھڑا ہو گیا اب ایک اور شخص بھی آیا ہے لیکن نہ امام کے لئے آگے بڑھنے کی جگہ ہے اور نہ مقتدیوں کے لئے پیچھے ہونے کی جگہ تو کیا اس صورت میں تیسرا مقتدی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے یا اپنی علیحدہ نماز پڑھے گا؟

سائل : دلشاد

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں تیسرا مقتدی اس جماعت میں شامل نہیں ہو گا بلکہ اپنی علیحدہ نماز پڑھے گا، اگر جماعت میں شامل ہو گیا تو سب کی نماز مکروہ تحریمی اور پھر سے پڑھنا واجب ہو گی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے

فتاوی رضویہ، جلد06، صفحہ 611، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# کیا جماعت کے دوران سنت قبلیہ پڑھ سکتے ہیں؟

**مجیب:** مولانا شاکر صاحب زید مجدہ

**مصدق:** مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

**فتوی نمبر:** Sar:5228

**تاریخ اجراء:** 14صفر المظفر1438ھ/15نومبر2016ء

## دَارُالاِفْتَاءاَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا نمازِ فجر کی طرح بقیہ نمازوں کی جماعت کے دوران سنتِ قبلیہ پڑھ سکتے ہیں جبکہ معلوم ہو کہ پڑھ کر جماعت سے مل جاؤں گا؟

سائل: محمد طیب عطاری (فیصل آباد)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نمازِ فجر کے علاوہ دیگر چار نمازوں کی اقامت یا جماعت کے دوران سنتِ قبلیہ پڑھنا شروع کرنا ناجائز و گناہ ہے، اگرچہ معلوم ہو کہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جائے گا، البتہ اقامت شروع ہونے سے پہلے اگر سنتیں شروع کرے اور جماعت میں شامل ہو جانے کا یقین ہو تو حرج نہیں، جیسا کہ بہار شریعت میں ہے: ''اگر ہنوز جماعت شروع نہ ہوئی تو جہاں چاہے سنتیں شروع کرے خواہ کوئی سنت ہو۔ مگر جانتا ہو کہ جماعت جلد قائم ہونے والی ہے اور یہ اس وقت تک سنتوں سے فارغ نہ ہو گا تو ایسی جگہ نہ پڑھے کہ اس کے سبب صف قطع ہو۔''

(بہار شریعت، ج01، ص665، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# مسبوق اپنی رکعت پہلے پڑھ لے پھر جماعت میں شامل ہو تو کیا حکم ہے؟

**مجیب:** مولانا فراز صاحب زید مجدہ

**مصدق:** مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

**فتوی نمبر:** Gul:1033

**تاریخ اجراء:** 27 محرم الحرام 1438ھ/29 اکتوبر 2016ء

## دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسبوق اگر اپنی چھوٹی ہوئی رکعت پہلے پڑھ لے پھر امام کے ساتھ شامل ہو جائے تو اس کی نماز کا کیا حکم ہو گا؟

سائل: محمد جنید عطاری (گلزار طیبہ، سرگودھا)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسبوق اگر امام کے پیچھے نیت باندھ کر اپنی رہ جانے والی رکعت پہلے پڑھ لے بعد میں امام کے ساتھ شامل ہو تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# صاحب ترتیب پر فجر باقی تھی اور ظہر پڑھادی؟

**مجیب:** مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

**فتوی نمبر:** Pin:4826

**تاریخ اجراء:** 18 محرم الحرام 1438ھ/20 اکتوبر 2016ء

## دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک شخص صاحب ترتیب ہے، اس کی فجر کی نماز چھوٹ گئی، اور اس نے ظہر کی نماز میں امامت کروائی، ظہر کی نماز کے بعد اس نے فجر کی نماز بھی قضا کرلی، اب اس صورت میں حکم یہ ہے کہ اس کی ظہر کی نماز فاسد ہوگئی، اور ظہر کا اعادہ کرنا ہوگا، لیکن چونکہ اس شخص نے ظہر کی نماز میں امامت کی تھی، اب اگر اس کی نماز فاسد ہے تو اس کے پیچھے مقتدیوں کی نماز بھی فاسد قرار دی جائے گی، یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورت مسئولہ میں اگر صاحب ترتیب شخص کو فجر کی قضاء یاد تھی اور وقت میں بھی وسعت ہونے کے باوجود نماز ظہر کی امامت کروائی تو ان کی اقتدا جائز نہ تھی، اور جنہوں نے پڑھی ان کی نماز باطل قرار دی جائے گی، لہذا ان سب پر دوبارہ پڑھنا لازم ہوگا۔

اور اگر امام صاحب کو اپنی قضاء نماز یاد ہی نہ تھی، یا یاد تو تھی لیکن فرضیت ترتیب سے ناواقف تھے، یا ظہر کا وقت تنگ تھا کہ اگر فجر پڑھتے تو اسی وقت میں ظہر ادا نہ ہوسکتی، یا ان کی پہلے سے پانچ نمازیں قضا ہو چکی تھی، اور فجر کی ملا کر کل چھ ہو گئیں، تو ان سب صورتوں میں ان کی اپنی نماز بھی درست ہو گئی، اور ان کے پیچھے تمام مقتدیوں کی نماز بھی درست ہے، کیونکہ صاحب ترتیب شخص پر ادا و قضاء نمازوں میں ترتیب لازم ہوتی ہے، لیکن کسی وجہ سے ترتیب ہی ساقط ہو جائے تو وقتی نماز کی ادائیگی درست ہوتی ہے، اور اعادہ لازم نہیں ہوتا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام کے پیچھے تشہد مکمل کریں یا امام کی پیروی کریں؟

**مجیب:** مولانا شفیق صاحب زید مجدہ

**مصدق:** مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

**فتوی نمبر:** Aqs:852

**تاریخ اجراء:** 07 محرم الحرام 1438ھ/09 اکتوبر 2016ء

## دَارُ الاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام ظہر کی نماز میں دوسری رکعت کا تشہد پڑھ کر کھڑا ہو گیا اور مقتدی کا تشہد ابھی مکمل نہیں ہوا تو کیا ایسی صورتِ حال میں مقتدی تشہد مکمل کرے یا امام کی پیروی کرے رہنمائی فرمائیں؟

سائل: جہانگیر عطاری (ریگل، صدر، کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں مقتدی پر لازم ہے کہ وہ تشہد پوری پڑھے اور پھر کھڑا ہو اور امام کے ساتھ شریک ہو جائے، کیونکہ تشہد کا پڑھنا واجبات میں سے ہے اور جب کسی واجب کی ادائیگی کرنے سے امام کی پیروی میں تاخیر لازم آتی ہو تو وہ واجب نہیں چھوڑا جائے گا بلکہ واجب کی ادائیگی کے بعد امام کی پیروی کی جائے گی اور امام کی پیروی کرنے میں یہ تاخیر ضرورت شرعی کی بِنا پر ہے لہذا اس میں کچھ حرج نہیں اور کوشش کرے تشہد جلد پورا پڑھ کر امام کے ساتھ مل جائے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# جو امام داڑھی ایک مشت سے کم کرے تو اس پر کیا حکم ہے؟

**مجیب:** مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

**فتوی نمبر:** Kan:11957

**تاریخ اجراء:** 06 محرم الحرام 1438ھ/08 اکتوبر 2016ء

## دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اِس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص اپنی داڑھی کو ایک مشت سے کم کرتا ہے اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

سائل: فخر الزمان عطاری (تحصیل وزیر آباد ضلع گجرانوالہ ڈاکخانہ سارو کی چیمہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

داڑھی منڈوانا، یا ایک مشت سے کم کروانا ناجائز و گناہ ہے اور ایسا شخص فاسقِ معلن ہے اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے یعنی پڑھنا گناہ اور پڑھ لی ہو تو اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# اگر مقتدی پانچویں رکعت میں امام کی اتباع کرلے تو کیا حکم ہے؟

**مجیب**:مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

**فتوی نمبر**:Kan:11957-1

**تاریخ اجراء**:13 محرم الحرام1438ھ/15اکتوبر2016ء

## دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اِس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے چار رکعتوں والی نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت ادا کی،امام نے چوتھی رکعت میں تشہد پڑھنے کے بعد کھڑا ہو گیا یہ سمجھا کہ شاید یہ اس کی تیسری رکعت ہے پھر پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کرلیا اور امام پر ظاہر ہو گیا کہ یہ اس کی پانچویں رکعت تھی لہذا اس نے ایک اور رکعت ساتھ ملالی تاکہ چھ مکمل ہو جائیں،اب مسبوق نے ان رکعتوں میں اس کی قصدا متابعت کی اور اس کے بعد اس نے یہ خیال کر کے ایک رکعت مزید پڑھی کہ دو رکعتیں جو میں امام کے ساتھ پڑھ چکا ہوں وہ بھی فرائض میں شامل ہو گئیں ہیں تو اس صورت میں مقتدی کی نماز کا کیا حکم ہے؟

سائل: فخر الزمان عطاری (تحصیل وزیر آباد ضلع گجرانوالہ ڈاکخانہ سارو کی چیمہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں مسبوق کی نماز نہ ہوئی۔اسلئے کہ امام قعدۂ اخیرہ کر چکا تھا اور مسبوق نے قصدا پانچویں رکعت میں امام کی متابعت کی ہے۔

اس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:اگر امام پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہو جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں:امام قعدۂ اخیرہ کر چکا تھا،یا نہیں،اگر امام قعدۂ اخیرہ کر چکا تھا اور اب مسبوق نے قصدا اس کی متابعت کی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر امام نے قعدۂ اخیرہ نہیں کیا تھا تو جب تک امام پانچویں رکعت کا سجدہ نہیں کرلیتا اس وقت تک اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی۔مذکورہ بالا صورت میں چونکہ مسبوق نے امام کے قعدۂ اخیرہ کرلینے کے بعد قصدا پانچویں رکعت میں متابعت کی اسلئے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# کیا عورت صلوۃ التسبیح کی امامت کرواسکتی ہے؟

**مجیب:** مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

**فتوی نمبر:** Kan:11957-2

**تاریخ اجراء:** 14 محرم الحرام 1438ھ/16 اکتوبر 2016ء

## دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اِس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی عورت نے گھر پر عورتوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر نماز صلوۃ التسبیح میں عورتوں کی امامت کی تو کیا نماز ہو جائے گی؟

سائل: فخر الزمان عطاری (تحصیل وزیر آباد ضلع گجرانوالہ ڈاکخانہ سار وکی چیمہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز تو ہو جائے گی لیکن جماعت کے ساتھ عورت کا نماز پڑھنا خواہ وہ نفل نماز (صلوۃ التسبیح، صلوۃ التراویح وغیرہ) ہو، یا فرض ناجائز و گناہ ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام کا اس نیت سے رکوع کی تسبیحات زیادہ پڑھنا کیسا کہ لوگوں کو رکعت مل جائے؟

**مجیب:** مولانا شفیق صاحب زید مجدہ

**مصدق:** مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

**فتوی نمبر:** Aqs:990

**تاریخ اجراء:** 25 جمادی الثانی 1438ھ/25 مارچ 2017ء

## دَارُالاِفْتَاء اَہلسنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر امام کو کچھ مقتدی کہتے ہوں کہ رکوع کی کچھ تسبیحات زیادہ پڑھا کریں مثلا: پانچ، سات تاکہ لوگوں کو رکوع میں شمولیت کے سبب رکعت مل جایا کرے گی تو لوگوں کی اس بات پر امام کو عمل کرنا چاہیے یا نہیں اس بارے میں حکم شرع واضح فرمائیں؟

سائل: حافظ سعید چشتی (صدر کراچی)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

رکوع اور سجدے میں کم سے کم تین بار تسبیحات پڑھنا سنت ہے اور امام کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ پانچ بار پڑھے تاکہ پچھلے مقتدی تین بار بآسانی پڑھ لیں گے اور پانچ سے زیادہ تسبیحات نہ کہے کہ لوگ مشقت میں پڑ جائیں گے اور انہیں مشقت و تکلیف میں ڈالنا درست نہیں اور پانچ مرتبہ پڑھنے میں بھی اگر لوگوں کو مشقت محسوس ہو تو پھر قدر مسنون پر ہی اکتفا کرے یعنی تین مرتبہ ہی پڑھے۔

ہاں البتہ اگر کبھی ایسا ہو کہ امام حالت رکوع میں ہو اور کوئی غیر متعین شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس کی قدموں کی آواز یا کسی طرح امام کو معلوم ہو گیا کہ یہ شخص رکوع میں شامل ہو رہا ہے تو اس کی خاطر و خوشامد اگر ملحوظ نہ ہو، نہ ہی اس سے کوئی غرض ہو بلکہ مسلمان کی نیک کام پر اعانت کی نیت سے اگر امام ایک، دو تسبیح کا اضافہ کر دے تو یہ جائز ہے مگر یہ بھی کبھی ہو تو ٹھیک ورنہ اگر امام نے عام معمول اور عادت میں شامل کر لیا تو بھی پہلے سے موجود جماعت میں لوگوں کو تشویش بلکہ بوجھ محسوس ہو گا حالانکہ مطلوب شرع یہ ہے کہ امام جماعت میں شامل لوگوں کی رعایت کرے نہ کہ بعد میں شامل ہونے والوں کی۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# کیا نابینا شخص امامت کرواسکتا ہے؟

**مجیب:** مولانا نوید چشتی صاحب زید مجدہ

**مصدق:** مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

**فتوی نمبر:** Pin:5102

**تاریخ اجراء:** 23 جمادی الثانی 1438ھ/23 مارچ 2017ء

## دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ نابینا شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اس کے پیچھے نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟

سائل: عبید الرحمٰن (اسلام آباد)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر نابینا امام میں امامت کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں، اور وہاں اس سے زیادہ مسائل نماز و طہارت جاننے والا اور صحیح قراءت کرنے والا کوئی اور موجود نہیں تو اس کا امامت کرانا بلا کراہت جائز ہے، اور اگر وہاں اس کے علاوہ کوئی اور ایسا شخص موجود ہے جس میں امامت کی شرائط پائی جاتی ہیں اور وہ اس سے زیادہ یا اس کے برابر مسائل نماز و طہارت جانتا ہے تو اس کی موجودگی میں اس کا امامت کرانا مکروہ تنزیہی ہے یعنی جائز ہے مگر بچنا بہتر ہے۔ اور اگر ان میں شرائط امامت میں سے کوئی شرط نہیں پائی جاتی تو ان کی امامت جائز نہیں ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# تکبیر اولی کی فضیلت کب تک حاصل کی جاسکتی ہے؟

**مجیب**:مولانا نوید چشتی صاحب زید مجدہ

**مصدق**:مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

**فتوی نمبر**:Pin:5019

**تاریخ اجراء**:09 جمادی الاول 1438ھ/07 فروری 2017ء

## دَارُالاِفْتَاءاَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ امام کی تکبیر اولی کہنے کے بعد کتنی دیر تک مقتدی تکبیر کہہ لے تو تکبیر اولی اس کو مل جائے گی؟ وضاحت فرمادیں۔

سائل: محمد لطیف (علامہ اقبال کالونی، راولپنڈی کینٹ)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صحیح قول کے مطابق جو امام کے ساتھ پہلی رکعت کو پالے، اسے تکبیر اولی کی فضیلت مل جاتی ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# اذان مغرب کے 12 منٹ بعد جماعت قائم کرنا کیسا؟

**مجیب:** مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

**فتوی نمبر:** Lar:1811

**تاریخ اجراء:** 01 جمادی الاول 1438 ھ/30 جنوری 2017ء

## دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مغرب کی اذان اور اقامت میں کتنا وقفہ کرنا چاہیے؟ اگر مغرب کی اذان کے بعد تقریبا 12 منٹ کا شرعی مسائل پر بیان کیا جائے پھر جماعت کھڑی کی جائے تو کیا اس میں کوئی حرج تو نہیں اور یہ بیان جدول کے مطابق روزانہ ہوا کرے گا؟

سائل: ابو مدنی محمد ارشد عطاری (نرنگ مین بازار لاہور)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قرآن مجید کی تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت پڑھنے میں جتنا وقت لگتا ہے اتنی دیر مغرب کی اذان و اقامت کے درمیان کھڑے کھڑے وقفہ کرنا چاہیے اور اتنی دیر کے لیے بیٹھا گیا تو بھی جائز ہے مگر خلاف افضل ہے اور اگر دو رکعت کی مقدار یا اس سے زائد تاخیر کی تو بالاتفاق مکروہ تنزیہی ہے اور اگر بلا عذر شرعی اتنی تاخیر کی کہ ستارے گُتھ گئے (یعنی چھوٹے ستارے بھی ظاہر ہو کر گھنے ہو گئے کذا فی الفتاوی الرضویہ) تو مکروہِ تحریمی ہے لہٰذا صورتِ مسئولہ میں 12 منٹ بیان کے ذریعے مغرب کی اذان و اقامت میں فاصلہ کرنا بالاتفاق مکروہ و ناپسندیدہ عمل ہے کہ یقینا یہ دو رکعت کی مقدار سے زائد ہے لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہیے اور بیان کرنا ہو تو نماز کے بعد اس کا وقت مقرر کر لیجیے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# اذان مغرب کے کتنی دیر بعد جماعت قائم کی جائے؟

**مجیب:** مولانا نوید چشتی صاحب زید مجدہ

**مصدق:** مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

**فتوی نمبر:** Pin:5027

**تاریخ اجراء:** 23 جمادی الاول 1438ھ/21 فروری 2017ء

## دَارُالافْتَاءاَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مغرب کی اذان کے کتنی دیر بعد جماعت قائم کرنی چاہیے؟

سائل: عبداللہ (چھاچھی محلہ، واہ کینٹ، راولپنڈی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مغرب کی اذان کے فوراً بعد جماعت قائم کرنی چاہیے، مغرب کی جماعت ہمیشہ یعنی سردی و گرمی میں جلدی کرنا مستحب ہے، اس میں دو رکعت پڑھنے کی مقدار سے زیادہ کی بلا عذر تاخیر مکروہ تنزیہی اور اتنی تاخیر کہ چھوٹے چھوٹے ستارے بھی نظر آنے لگیں مکروہ تحریمی ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# دوران جماعت اگلی صف میں خلاء پُر نہ کرنا کیسا؟

**مجیب:** مولانا عرفان صاحب زید مجدہ

**مصدق:** مفتی ھاشم صاحب مدظلہ العالی

**فتوی نمبر:** Lar:6302

**تاریخ اجراء:** 04 جمادی الاول 1438 ھ/02 فروری 2017ء

## دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر جماعت کے دوران ایک شخص کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ وضو کرنے کے لیے صف سے نکل جائے تو ایسی صورت میں اس کے جانے سے جو جگہ خالی ہو چکی ہے اگر کسی نے اس خلاء کو پُر نہ کیا تو ایسی صورت میں ان لوگوں کی نماز کا کیا حکم ہے؟

سائل: محمد عدنان (چائنہ سکیم، لاہور)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر جماعت ہو رہی ہو اس دوران کسی مقتدی کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ وضو بنانے کے لیے چلا جائے تو اس کی جگہ جو خالی ہوئی ہے بعد میں نئے آنے والے مقتدی کو چاہئے کہ وہاں کھڑا ہو جائے اور اگر کوئی کھڑا نہ ہوا اور وہ جگہ خالی ہی رہی تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں اور دوسروں کی نماز میں بھی کوئی نقص نہیں آئے گا کہ ابتدا ہی سے جگہ خالی چھوڑنے کا حکم علیحدہ ہے اور بعد میں کسی وجہ سے مقتدی کے چلے جانے سے جگہ کے خالی ہونے کا حکم اور ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# مسجد محلہ میں دوسری جماعت کروانے کا کیا حکم ہے؟

**مجیب:** مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

**فتوی نمبر:** Pin:4919

**تاریخ اجراء:** 26صفر المظفر1438ھ/27نومبر2016ء

## دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ مسجدِ محلہ میں جب امام صاحب جماعت کروا چکے ہوں تو جو لوگ جماعت سے رہ جائیں، کیا وہ دوسری جماعت کرواسکتے ہیں، برائے کرم اس کے متعلق حکمِ شرعی سے آگاہ فرمائیں؟

سائل: محمد رمضان عطاری (ڈھیری حسن آباد، راولپنڈی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دریافت کی گئی صورت میں اگر امام صاحب میں امامت کی شرائط پائی جاتی ہیں تو اہل محلہ میں سے عاقل، بالغ مردوں پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے، بغیر عذرِ شرعی کے ایک بار بھی جماعت ترک کرنا گناہ، اور اسکی عادت بنالینا فسق ہے، ہاں اگر کچھ لوگ کسی عذرِ شرعی کی بناء پر جماعت سے رہ جائیں تو وہ بغیر اذان کے محراب سے ہٹ کر دوسری جماعت کروائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ اسکی عادت نہ بنائیں۔

بلاوجہ پہلی جماعت کو ترک کر کے دوسری جماعت کے قیام کی عادت وغیرہ کر لینا سخت ممنوع ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# جماعت ترک کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم؟

**مجیب:** مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

**فتوی نمبر:** Pin:4886

**تاریخ اجراء:** 05صفر المظفر1439ھ/26اکتوبر2017ء

## دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے کہ ایسا شخص جو جماعت سے نماز نہیں پڑھتا، لیکن کبھی کبھی وہ مسجد میں نماز بھی پڑھاتا ہے، تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

سائل: کلیم عطار (ڈھوک کھبہ، راولپنڈی)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شریعتِ مطہرہ میں مخصوص شرائط کی موجودگی میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے، اور ایسا شخص جس پر جماعت واجب ہو، اور وہ بلا عذر شرعی ایک بار بھی اسے ترک کرے تو وہ گنہگار ہے، اور اگر ترک کرنے کی عادت بنالیتا ہے تو وہ فاسقِ معلن ہے، اور فاسقِ معلن کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی، کہ پڑھنی گناہ، اور اگر پڑھ لی تو اسکا اعادہ واجب ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# مسجد میں عورتوں کا با جماعت نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

**مجیب:** مولانا نوید چشتی صاحب زید مجدہ

**مصدق:** مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

**فتوی نمبر:** Pin:4875

**تاریخ اجراء:** 08 صفر المظفر 1438ھ/09 نومبر 2016ء

## دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا عورتیں جمعہ و عیدین کی نمازیں، اور پانچ وقت کی فرض نمازیں اور تراویح کی نماز مسجد میں مردوں کی جماعت کے ساتھ ادا کر سکتی ہیں؟ نیز مردوں کی جماعت کے بعد مسجد میں اپنی الگ جماعت کرا سکتی ہیں یا نہیں؟

سائل: محمد عثمان عزیز عطاری (گریڈ اسٹیشن، کہوٹہ، راولپنڈی)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں کے لیے کسی نماز میں جماعت کی حاضری جائز نہیں مسجد میں ہو یا ہال میں، چاہے دن کی نماز ہو یا رات کی، جمعہ ہو یا عیدین یا صلاۃ التسبیح اور عام نوافل کی جماعت، خواہ وہ عورتیں جوان ہوں یا بوڑھیاں، نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے دور میں ان کو مسجد میں نماز ادا کرنے کی اجازت تھی، لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے عورتوں کی حالت کو دیکھا تو ان کو مسجد میں آنے سے منع فرمادیا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے اس کے بارے میں عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا اگر نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم دیکھ لیتے جوان عورتوں میں ظاہر ہوا ہے تو آپ ضرور ان کو منع فرماتے۔

نیز عورتیں مردوں کی جماعت کے اوقات کے علاوہ بھی اپنی نماز کے لیے مسجد میں حاضر نہیں ہو سکتیں، چاہے وہ اکیلے نماز پڑھیں یا کوئی عورت ان کی امامت کرائے، کہ عورت کی امامت مطلقا مکروہ تحریمی ہے، فرض کی جماعت ہو یا نفل کی، مسجد میں ہو یا گھر میں، اور دوسری وجہ یہ کہ فرض کی جماعت مسنونہ واجبہ کی ادائیگی کے لئے جب مسجد میں جانا منع ہے تو اپنی جماعت کرانے کے لئے کہ جو مشروع و جائز ہی نہیں اس کی ادائیگی کے لئے جانا کیونکر جائز ہوگا، ضرور اس صورت میں صرف ممانعت نہیں بلکہ ناجائز و گناہ کا حکم ہوگا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# ستونوں کے درمیان صف بندی کا حکم؟

**مجیب:** مفتی ھاشم صاحب مدظلہ العالی

**فتوی نمبر:** Lar:6139

**تاریخ اجراء:** 06ربیع الاول1438ھ/06دسمبر2016ء

## دَارُالافْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے کی مسجد میں جب جماعت کے لئے صفیں بنتی ہیں تو کچھ مقامات پر پنکھوں کے لئے لگائے گئے 2یا تین انچ موٹے پائپ درمیان میں آتے ہیں ایک عالم صاحب سے سنا تھا کہ یہ قطع صف ہے جب امام صاحب سے بات کی توانہوں نے فرمایا کہ اس میں حرج نہیں بعض مساجد میں توصفوں کے درمیان بڑے بڑے پلر ہوتے ہیں پھر بھی لوگ بجماعت ان کے درمیان نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اب معلوم یہ کرنا ہے کہ کیاستونوں کے درمیان نماز پڑھنادرست ہے ؟ نیز صف کے درمیان میں پائپ ہوں جن کی وجہ سے دو نمازیوں کے درمیان خلا رہ جاتاہو توکیایہ قطع صف نہیں ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صف میں ستون یاان پایئوں کی وجہ سے خلارہناضرور قطع صف ہے کہ اس سے صف دوٹکڑے ہو جاتی ہے اور یہ مکروہ وناجائز ہے۔اوراگرصرف ستونوں کے درمیان صف ہواس کے دائیں بائیں صف نہ بنائی جائے تو بھی یہ مکروہ ہے کہ صف کو نامکمل چھوڑدیا جبکہ اتمام صف(یعنی صف کو مکمل کرنا)واجب ہے۔

لہٰذابلاضرورت ستونوں یاپایئوں کی جگہ صف نہ بنائیں اتنی جگہ چھوڑ کر پیچھے صف بنائیں البتہ ان کے درمیان صف بنانے کی ضرورت ہو مثلانمازیوں کی کثرت کی وجہ سے مسجد تنگ پڑے توضرورتایہاں صف بنانامکروہ نہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# پہلی صف میں موجود شخص کا وضو ٹوٹ جائے تو کیا کرے؟

**مجیب:** مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

**فتوی نمبر:** Lar:6122

**تاریخ اجراء:** 07ربیع الاول1438ھ/07دسمبر2016ء

## دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اگر کوئی شخص جماعت میں پہلی صف میں ہو اور اس کا وضو ٹوٹ جائے تو وہ کس طرح صفوں سے نکلے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ایسے شخص کے لئے مستحب ہے کہ اپنی ناک پکڑے اور سر جھکائے اطمینان سے، چاہے تو صفوں کے آگے سے گزر کر چلا جائے یا صفوں کو چیرتا ہوا پیچھے چلا جائے اور اس صورت میں مقتدیوں کے سامنے سے گزرنا پڑے تو اس کی بھی اجازت ہے کیونکہ امام کا سُترہ مقتدیوں کے لئے بھی سُترہ ہوتا ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام کے سلام سے پہلے مسبوق کا بقیہ نماز کے لئے کھڑا ہونا کیسا ہے؟

**مجیب:** مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

**فتوی نمبر:** Lar:5994

**تاریخ اجراء:** 22محرم الحرام1438ھ/24اکتوبر2016ء

## دَارُالاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام کے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد مسبوق کا اپنی بقیہ نماز پڑھنے کیلئے امام کے سلام سے پہلے کھڑا ہو جانا کیسا؟ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورت مذکورہ میں مسبوق کا امام کے سلام سے قبل کھڑا ہو جانا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر کسی عذر کی بناء پر سلام سے قبل کھڑا ہو مثلاً سلام کے انتظار میں وضو ٹوٹ جانے کا خوف ہو، فجر اور جمعہ وغیرہ میں نماز کا وقت ختم ہو جانے کا اندیشہ ہو، موزہ پر مسح کیا ہے اور مسح کی مدت پوری ہو جائے گی وغیرہ تو کراہت نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# بچوں کو صَف میں کہاں کھڑا کریں؟

**مجیب**: مولانا ساجد صاحب زید مجدہ

**مصدق**: مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

**تاریخ اجراء**: ماہنامہ فیضان مدینہ فروری 2018ء

# دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچوں کو مسجد کی صف میں کھڑا نہیں کیا جاتا اس کا شرعی مسئلہ کیا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

وہ بچے جو عقل منداور نماز کی سمجھ بوجھ رکھتے ہیں، ایسے بچوں کے مُتعلق شرعی حکم یہ ہے کہ ان کی صف مردوں کی صف کے بعد عَلیحدہ سے بنائی جائے۔ ہاں اگر بچہ صِرف ایک ہے تو اس کے لئے الگ سے صف بنانے کی ضرورت نہیں، بلکہ وہ مردوں کی صف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے، چاہے صف کے درمیان میں کھڑا ہو یا کونے میں، دونوں میں کوئی حَرَج نہیں۔ اور وہ بچے جو اتنے چھوٹے ہیں کہ ان کو نماز کی بھی سمجھ بوجھ نہیں تو ان کو صف میں کھڑا نہیں کر سکتے، چاہے ایک ہو یا زیادہ کیونکہ ایسے بچوں کی نماز ہی مُعتبر نہیں اور صف میں جہاں ایسا بچہ کھڑا ہو گا گویا وہاں سے صف خالی رہے گی اور یہ شرعاً ممنوع و ناجائز ہے۔

**نوٹ**: یہ بھی واضح رہے کہ ایسے چھوٹے بچے جو نماز کی سمجھ بوجھ نہیں رکھتے، مسجد میں آکر اُلٹی سیدھی حَرَکتیں کرتے، بھاگتے دوڑتے اور شور مچاتے ہیں ان کو مسجد میں لانے کی بھی شرعاً اِجازت نہیں۔ حدیثِ پاک میں حکم دیا گیا ہے کہ مساجد کو بچوں اور پاگلوں سے بچاؤ۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# ناسمجھ بچے کو مسجد میں لانے اور صف میں کھڑا کرنے کا حکم

**مجیب:** مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

**تاریخ اجراء:** ماہنامہ فیضان مدینہ جنوری2018ء

## دَارُالْاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ چھوٹے ناسمجھ بچوں کو مسجد میں لانا درست ہے یا نہیں؟ نیز ان کو لا کر اپنے ساتھ صف میں کھڑے کرنا کیسا ہے؟ کیا اس صورت میں صف قطع ہو گی یا نہیں؟

سائل: محمد طاہر برکاتی (فیڈرل بی ایریا، باب المدینہ کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ایسے ناسمجھ بچے جن سے نجاست کا گمان غالب ہو، انہیں مسجد میں لانا مکروہِ تحریمی یعنی ناجائز و گناہ ہے اور اگر نجاست کا محض احتمال اور شک ہو تو مکروہِ تنزیہی ہے یعنی گناہ تو نہیں مگر بچنا بہتر ہے۔ جہاں تک صفوں میں ان کے کھڑے ہونے کی بات ہے تو بالکل ناسمجھ بچے جو نماز پڑھنا ہی نہیں جانتے چونکہ نماز کے اہل ہی نہیں ہوتے لہٰذا ان کے صف میں کھڑے ہونے سے ضرور صف قطع ہو گی اور قطعِ صف ناجائز و گناہ ہے۔ لہٰذا انھیں ہر گز مردوں کی صف میں کھڑا نہ کیا جائے تکمیل صف کا دھیان رکھا جائے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# قعدۂ اخیرہ میں شامل ہونے والا شخص اپنی بقیہ رکعتیں کس طرح مکمل کرے گا؟

**مجیب:** مولانا جمیل غوری صاحب زید مجدہ

**مصدق:** مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

**تاریخ اجراء:** ماہنامہ فیضان مدینہ ستمبر 2017

## دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ دوسری، تیسری اور چوتھی رکعت بلکہ قعدۂ اخیرہ میں شامل ہونے والا شخص اپنی بقیہ رکعتیں کس طرح مکمل کرے گا؟

سائل: محمد احمد خان عطاری (قاری ماہنامہ فیضانِ مدینہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جماعت میں شریک مقتدی جس کی کچھ رکعتیں نکل گئی ہوں، مَسْبُوق کہلاتا ہے۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد فوت شدہ رکعتوں کی ادائیگی کا طریقہ درج ذیل ہے۔

اگر چاروں رکعتیں نکل گئی ہوں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد مسبوق کھڑا ہو کر اس طرح نماز پڑھے جس طرح منفرد یعنی اکیلا شخص نماز پڑھتا ہے یعنی کھڑا ہو کر پہلی رکعت میں ثنا، تَعَوُّذ و تَسْمِیَہ کے بعد قراءت کرے اور حسبِ معمول بقیہ نماز عام طریقہ کار سے مکمل کرے۔

اگر اس کی تین رکعتیں چھوٹی ہوں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر پہلی رکعت کی طرح ایک رکعت ادا کرے اس میں قعدہ بھی کرے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت سورۂ فاتحہ اور سورت کے ساتھ پڑھے اس میں قعدہ نہیں کرے گا پھر اس کے بعد ایک اور رکعت سورۂ فاتحہ پڑھ کر ادا کرے۔

اور اگر دو رکعتیں نکلی ہوں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر دو رکعتیں سورۂ فاتحہ اور سورت کے ساتھ پڑھے جس کی پہلی رکعت میں ثنا، تعوذ اور تسمیہ بھی پڑھے۔ اگر مغرب کی نماز میں دو رکعتیں رہ گئیں ہوں تو اپنی ایک رکعت ادا کرنے کے بعد قعدہ بھی کرنا ہوگا۔ اگر ایک رکعت نکلی ہو تو کھڑا ہو کر ثنا، تعوذ اور تسمیہ کے بعد سورۂ فاتحہ اور سورت کی قراءت کر کے رکعت مکمل کرے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# اگلی صف میں نابالغ کھڑا ہو جائے تو نماز کا کیا حکم ہے؟

**مجیب:** مولانا جمیل غوری صاحب زید مجدہ

**مصدق:** مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

**تاریخ اجراء:** ماہنامہ فیضان مدینہ اگست 2017

## دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہوئے خاص طور پر جمعہ میں اگلی صف میں نابالغ سمجھ دار بچہ ہو تو جو اس کے پیچھے نمازی کھڑے نماز پڑھ رہے ہوں تو کیا ان کی نماز ہو جائے گی؟

سائل: قاری ماہنامہ فیضانِ مدینہ (باب المدینہ کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سمجھدار نابالغ بچوں کی صف مردوں کی صف سے پیچھے بنانے کا حکم ہے تاہم اگر کوئی سمجھدار نابالغ ایک بچہ مردوں کی صف میں کھڑا ہو جاتا ہے تو اس سے اس صف میں موجود یا اس بچے کے بالکل پیچھے پچھلی صف کے نمازی کی نماز میں کچھ اثر نہیں پڑتا اور ایسے ایک بچے کو مردوں کی صف میں کھڑا ہونا بھی جائز ہے۔ امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت الشّاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرَّحمٰن اس ضمن میں اپنے ایک فتوے میں کلام کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''اور یہ بھی کوئی ضروری اَمر نہیں کہ وہ صف کے بائیں ہی ہاتھ کو کھڑا ہو علماء اسے صف میں آنے اور مردوں کے درمیان کھڑے ہونے کی صاف اجازت دیتے ہیں۔ درمختار میں ہے: ''لَوْوَاحِداً دَخَلَ فِی الصَّفِّ۔'' (یعنی اگر بچہ اکیلا ہو تو صف میں داخل ہو جائے۔ مترجم) مراقی الفلاح میں ہے: ''اِنْ لَمْ یَکُنْ جَمْعٌ مِنَ الصِّبْیَانِ یَقُوْمُ الصَّبِیُّ بَیْنَ الرِّجَالِ'' (اگر بچے زیادہ نہ ہوں تو بچہ مردوں کے درمیان کھڑا ہو جائے۔ مترجم) بعض بے علم جو یہ ظُلم کرتے ہیں کہ لڑکا پہلے سے داخلِ نماز ہے، اب یہ آئے تو اسے نیت بندھا ہوا ہٹا کر کنارے کر دیتے اور خود بیچ میں کھڑے ہو جاتے ہیں یہ محض جہالت ہے، اسی طرح یہ خیال کہ لڑکا برابر کھڑا ہو تو مرد کی نماز نہ ہوگی غلط و خطا ہے جس کی کچھ اصل نہیں۔ فتح القدیر میں ہے: ''اَمَّا مُحَاذَاۃُ الْاَمْرَدِ فَصَرَّحَ الْکُلُّ بِعَدَمِ اِفْسَادِہٖ اِلَّا مَنْ شَذَّ وَلَامُتَمَسَّكَ لَہٗ فِی الرِّوَایَۃِ کَمَا صَرَّحُوْا بِہٖ وَلَا فِی الدِّرَایَۃِ۔'' (بے ریش بچے کے محاذی ہونے پر تمام علماء نے تصریح کی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی مگر شاذ طور پر کوئی فسادِ نماز کا قائل ہے اور اس کے لئے کوئی دلیل نہ روایت میں ہے جیسا کہ فقہانے اس کی تصریح کی ہے اور نہ ہی درایت میں ہے۔ مترجم) وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ جَلَّ مَجْدُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ۔ (فتاویٰ رضویہ، 51/7)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# قعدۂ اَخیرہ میں شامل ہونے سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا تو نمازی کیا کرے؟

**مجیب:** مولانا جمیل غوری صاحب زید مجدہ

**مصدق:** مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

**تاریخ اجراء:** ماہنامہ فیضان مدینہ جولائی 2017

## دَارُالاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ امام قعدۂ اَخیرہ میں ہے، زید آیا، اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ کر نیت باندھی اور تَشَہُّد میں بیٹھنے کے لئے حدِّ رکوع تک بھی نہ جھکا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا، اب زید کے لئے کیا حکم ہے؟ قعدہ کرے اور تَشَہُّد پڑھ کر کھڑا ہو یا کھڑا رہ کر ہی پہلی رکعت سے نماز کا آغاز کرے؟

سائل: نور الحسن (ننکانہ) قاری ماہنامہ فیضانِ مدینہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

**پوچھی گئی** صورت میں زید کو جماعت نہیں ملی اور نہ ہی اس کی اپنی اکیلے کی نماز شروع ہوئی بلکہ اس کو نئے سرے سے نماز پڑھنی ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ اِقتِدا کا مطلب ہے مُقتَدِی کا امام کی نماز میں شریک ہونا اور شرکت اسی صورت میں ہوگی کہ امام جس رکنِ نماز کو ادا کر رہا ہے نماز کے اس حصّہ اور رکن میں مقتدی بھی شریک ہو جائے، تو چونکہ زید کے تَشَہُّد (یعنی اَلتَّحِیَّات) میں بیٹھنے سے قبل ہی امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی کو قعدہ امام کے ساتھ نہ مل سکا اس لئے اس کی اِقتِدا دُرست نہ ہوئی اور چونکہ اس نے اپنی اس نماز کو اکیلے پڑھنے کے بجائے مقتدی کی حیثیت سے شروع کیا تھا اور اِقتدا درست نہ ہوئی اس لئے اس کی اپنی اِنفرادی نماز بھی شروع نہیں ہوئی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# سُتونوں کے درمیان صف بنانا

**مجیب:** مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

**تاریخ اجراء:** ماہنامہ فیضان مدینہ جنوری/فروری 2019

## دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ ہماری مسجد کی ایک صف کے درمیان دو سُتون آتے ہیں جس کی وجہ سے قَطعِ صف لازم آتا ہے۔ایسی صف میں نَمازیوں کا صف بنانا کیسا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَہَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بِلاضرورت سُتونوں کے درمیان صف بنانا مکروہ و ناجائز ہے کہ اس سے قَطعِ صف لازم آتا ہے جو کہ ناجائز ہے۔ہاں اگر کوئی عُذر ہو کہ نَمازیوں کی کثرت کی وجہ سے جگہ تنگ ہو یا باہر بارش ہو تو سُتونوں کے درمیان کھڑے ہو سکتے ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# داڑھی کٹوانے والے کے پیچھے نماز کا حکم

**مجیب:** مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

**تاریخ اجراء:** ماہنامہ فیضان مدینہ اگست 2018ء

## دَارُالاِفْتَاء اَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ جو شخص داڑھی مونڈے یا ایک مٹھی سے کم کرے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ رہنمائی فرمائیں۔

سائل: قاری ماہنامہ فیضان مدینہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوری ایک مُشت داڑھی رکھنا واجب ہے اور منڈانا یا ایک مٹھی سے کم کروانا دونوں حرام و گناہ ہیں اور ایسا کرنے والا فاسقِ مُعلِن ہے اور فاسقِ مُعلِن کو امام بنانا یا اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی یعنی پڑھنا گناہ ہے اور اگر پڑھ لی ہو تو اس کا اعادہ واجب ہے۔ غُنیۃ میں ہے: ”لَوْقَدَّمُوْا فَاسِقاً یَأْثَمُوْنَ بِنَاءً عَلٰی اَنَّ کَرَاھَۃَ تَقْدِیْمِہٖ کَرَاھَۃُ تَحْرِیْمٍ“ یعنی اگر کسی فاسق کو مقدم کیا تو وہ گناہگار ہوں گے اس بناء پر کہ فاسق کو مقدم کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (غنیۃ المستملی، ص513)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”داڑھی منڈانا اور کترَوا کر حدِ شرع سے کم کرانا دونوں حرام و فسق ہیں اور اس کا فسق بالِاعلان ہونا ظاہر کہ ایسوں کے منہ پر جلی قلم سے فاسق لکھا ہوتا ہے اور فاسقِ مُعلِن کی امامت ممنوع و گناہ ہے“ (فتاویٰ رضویہ، 6/505)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام کا لمبی قراءت کرنا اور مقتدیوں کا اس پر باتیں کرنا

**مجیب**:مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

**تاریخ اجراء**:ماہنامہ فیضان مدینہ مئی 2018

## دَارُالاِفْتَاءاَہْلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں امام کا لمبی قراءت کرنااور مُقتدیوں کا لمبی قراءت کرنے پر باتیں کرنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فرض نمازوں میں قراءَت کے معاملے میں امام کے لئے سنّت یہ ہے کہ اگر مُقیم ہونے کی حالت میں نماز کا وقت تنگ نہ ہو اور جماعت میں بوڑھا، بیمار، ضعیف اور ضروری کام والا کوئی فرد موجود نہ ہو تو فجر اور ظہر کی نماز میں طِوالِ مُفَصَّل (یعنی سورۂ حُجُرَات سے سورۂ بُرُوج تک)، عصر اور عشاء میں اَوْساطِ مُفَصَّل (یعنی سورۂ بُرُوج سے لے کر سورۂ بَیِّنَہ تک) اور مغرب میں قِصارِ مُفَصَّل (یعنی سورۂ بَیِّنَہ سے سورۂ ناس تک) پڑھے۔

یاپھر فجر اور ظہر کی دونوں رکعتوں میں فاتحہ کے علاوہ 40 سے 50 آیات تک، عصر اور عشاء میں 15 سے 20 آیات تک اور مغرب میں 10 آیات تک پڑھے۔

اور اگر نماز میں بوڑھا، ضعیف، بیمار اور ضروری کام والا کوئی فرد موجود ہو تو ان کی رعایت کرتے ہوئے قراءت میں تخفیف (یعنی کمی) کرے۔

اور اس سے ہٹ کر امام کا قراءَت کرنا بُرا اور خلافِ سنت ہے اور اگر نمازیوں میں کوئی بوڑھا یا مریض یا ضروری کام والا ہے جس پر طویل قراءَت گراں (یعنی دشوار) گزرتی ہو تو یہ ناجائز و حرام ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ (یعنی پوچھی گئی صورت) میں اگر امام سنت کے مطابق قراءَت کرتا ہے تو مقتدیوں کو امام کے خلاف باتیں کرنے کی اجازت نہیں اور اگر وہ مذکورہ طریقے پر قراءَت نہیں کرتا بلکہ اس سے ہٹ کر دیگر لمبی سورتیں پڑھتا ہے تو اس صورت میں وہ قصور وار ہے، مقتدیوں کو چاہئے کہ پیار و محبت سے اُسے سمجھائیں نہ یہ کہ اس کے خلاف باتیں کرنا شروع کر دیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام کا مسجد کے محراب میں کھڑے ہو کر امامت کروانا کیسا؟

**مجیب:** مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

**فتوی نمبر:** Lar:6359

**تاریخ اجراء:** 04 جمادی الثانی 1438ھ/04 مارچ 2017ء

## دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ

(1) امام صاحب کا مسجد کے محراب میں کھڑے ہو کر امامت کروانا کیسا ہے؟ نیز اگر پاؤں محراب سے باہر ہوں اور سجدہ محراب میں ہو تو کیا حکم ہے؟ بعض اوقات مسجد میں جمعہ یا عید کے موقع پر جگہ کم پڑ جاتی ہے اس موقع پر امام صاحب محراب میں کھڑے ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

(2) کیا محراب، مسجد میں داخل ہے؟

سائل: محمد سرور عطاری (قصور)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1) امام کا محراب میں تنہا کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اگر وہ باہر کھڑا ہو اور سجدہ محراب میں کرے یا وہ تنہا نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ کچھ مقتدی بھی محراب کے اندر ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ یوہیں اگر مقتدیوں پر مسجد تنگ ہو تو بھی محراب میں تنہا کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔

(2) محراب مسجد میں داخل ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# جماعت فوت ہونے پر مرد کا گھر میں بیوی کی امامت کروانا کیسا؟

**مجیب:** ابو رجا محمد نور المصطفیٰ عطاری مدنی

**مصدق:** مفتی ابو الحسن محمد ہاشم خان عطاری

**فتوی نمبر:** Lar-6366-a

**تاریخ اجراء:** 04 جمادی الثانی 1438ھ / 04 مارچ 2017ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے مرد مسجد میں جماعت سے نماز نہ پڑھ سکے تو کیا گھر میں بیوی کا امام بن کر جماعت کروانے کی اجازت ہے؟ نیز بیوی کہاں کھڑی ہو گی؟

سائل: وصی عطاری (بھاٹی گیٹ، مرکز الاولیا لاہور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے مرد مسجد میں جماعت سے نماز نہ پڑھ سکے تو گھر میں بیوی کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ اس صورت میں بیوی پچھلی صف میں کھڑی ہو یا کم از کم اُس کے پاؤں اِس سے پیچھے ضرور ہوں، ورنہ نماز نہ ہو گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# فرض نماز میں امام قعدہ اخیرہ کے بعد بھول کر کھڑا ہو جائے تو مقتدی کیا کریں؟

**مجیب:** مفتی فضیل رضا عطاری

**فتوی نمبر:** Kan:12231

**تاریخ اجراء:** 12 جمادی الثانی 1438ھ/12 مارچ 2017ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرضوں کی آخری رکعت میں امام تشہد مکمل کرنے کے بعد بھول کر کھڑا ہو جائے تو امام کے لیے کیا حکم ہے؟ ایسی صورت میں مقتدی کے لیے کیا حکم ہو گا، کیا مقتدی اس عمل میں بھی پیروی کریں گے؟ اور اگر کوئی تنہا نماز پڑھ رہا ہے تو کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

امام ہو یا تنہا فرض ادا کرنے والا اگر تشہد کی مقدار قعدہ اخیرہ کر چکا ہے اور کھڑا ہو گیا تو جب تک اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو لوٹ آئے اور سجدہ سہو کر کے سلام پھیر دے، اگر قیام ہی میں سلام پھیر دیا تو بھی نماز ہو جائے گی مگر سنت ترک ہوئی۔

مقتدیوں کے لیے حکم یہ ہے کہ امام کھڑا ہو گیا تو یہ اس کا ساتھ نہ دیں بلکہ بیٹھے ہوئے انتظار کریں، اگر امام لوٹ آئے تو اس کے ساتھ ہو لیں اور امام نہ لوٹا اور سجدہ کر لیا تو مقتدی سلام پھیر دیں۔ اب امام کے لیے یہ حکم ہو گا کہ ایک اور رکعت ملا لے کہ یہ دو نفل ہو جائیں گی اور سجدہ سہو کر کے سلام پھیر دے۔

البتہ ایسی صورت میں اگر مقتدی مسبوق ہو تو جب امام نے قعدہ اخیرہ کر لیا اور اگلی کے لیے کھڑا ہو جائے تو مسبوق اگر قصداً اس کی پیروی کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# ایسی جگہ نماز جمعہ پڑھنا کیسا جہاں نماز جمعہ کے لیے عام اجازت نہ ہو؟

**مجیب:** مولانا نوید چشتی صاحب زید مجدہ

**مصدق:** مفتی قاسم صاحب مدظلہ العالی

**فتوی نمبر:** Pin:5106

**تاریخ اجراء:** 26 جمادی الثانی 1438ھ/26 مارچ 2017ء

## دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہم ایک ادارے میں ملازم ہیں، وہاں انتہائی سخت سیکورٹی ہوتی ہے، ہمارے ادارے کے اندر ہی مسجد موجود ہے جس میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے، لیکن وہاں ادارے کے افراد کے علاوہ باہر سے کسی کو بھی اندر آنے کی اجازت نہیں، تو کیا وہاں ہم جمعہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

سائل: وسیم احمد (سکھوال، فتح جنگ، اٹک)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جمعہ کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ جمعہ اس جگہ قائم ہو سکتا ہے جہاں اہل جمعہ کو وقت جمعہ میں حاضری جمعہ کی عام اجازت ہو، کوئی روک ٹوک نہ ہو جس کا جی چاہے آئے اور نماز پڑھے، لہذا جس ادارے میں اذن عام نہ ہو یعنی اہل جمعہ کو جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے لیے آنے کی اجازت نہ ہو تو اس میں جمعہ جائز نہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# آنے والا نمازی نئی صف میں کہاں کھڑا ہو؟

**مجیب:** مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی

**تاریخ اجراء:** ماہنامہ فیضان مدینہ ربیع الثانی 1441ھ

## دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ اگر پہلی صف مکمل ہو جائے پھر کوئی شخص آئے تو وہ کہاں کھڑا ہو گا؟ بالکل امام کی سیدھ میں؟ یا سیدھی جانب؟ یا اُلٹی جانب؟

(سائل: قاری ماہنامہ فیضانِ مدینہ)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اس بارے میں اصلِ مسئلہ یہ ہے کہ پہلی صف پوری ہونے کے بعد کوئی شخص جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے آئے تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ کسی دوسرے نمازی کے آنے کا انتظار کرے۔ اگر وہ آجائے تو اس کے ساتھ نماز شروع کر دے، اور اگر کوئی نہیں آیا اور امام رکوع میں جانے کو ہو تو اب اگلی صف میں سے کسی کو اپنے ساتھ کھڑے ہونے کے لئے آنے کا اشارہ کرے (اور وہ شخص حکم شریعت پر عمل کرتے ہوئے پیچھے آجائے، بلانے والے کا حکم ماننے کی نیت سے نہ آئے ورنہ اس کی اپنی نماز فاسد ہو جائے گی) اور اگر اگلی صف میں کوئی اس مسئلے سے آگاہی رکھنے والا نہ ملے یا ڈر ہو کہ جس کو اشارہ کرے گا وہ نماز توڑ کر اس سے جھگڑنے لگے گا تو یہ شخص پچھلی صف میں اکیلا بالکل امام کی سیدھ میں کھڑے ہو کر نماز شروع کر دے، امام کی سیدھی یا اُلٹی جانب نہ کھڑا ہو۔

البتہ غلبۂ جہالت اور دینی ضروری معلومات سے دوری کی بنا پر فی زمانہ یہی حکم دیا جائے گا کہ پچھلی صف میں نیا آنے والا مقتدی، اکیلا ہی امام کی سیدھ میں کھڑا ہو جائے۔ اگلی صف میں سے کسی کو نہ کھینچے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# کیا فرض کے بعد سنن و نوافل کے لئے جگہ بدلنا ضروری ہے؟

**مجیب:** مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

**تاریخ اجراء:** ماہنامہ فیضان مدینہ محرم الحرام 1441ھ

## دَارُ الاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا مقتدی کے لئے ضروری ہے کہ فرض پڑھ لینے کے بعد سنن و نوافل اس جگہ سے ہٹ کر پڑھے، وہاں نہ پڑھے۔ کیا یہ مسئلہ درست ہے؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ظہر و مغرب اور عشا کے فرض پڑھ لینے کے بعد مقتدیوں کے لئے سنن و نوافل اس جگہ سے ہٹ کر پڑھنے کو ضروری قرار دینا غلط اور عوامی غلط فہمی ہے درست مسئلہ یہ ہے کہ مقتدی کو اختیار ہے کہ جس جگہ اس نے جماعت سے فرض پڑھے، چاہے تو وہیں سنن و نوافل پڑھے یا اس سے آگے، پیچھے، دائیں، بائیں ہٹ کر پڑھے یا گھر جا کر پڑھے۔ البتہ مستحب یہ ہے کہ اس جگہ سے ہٹ کر سنن و نوافل پڑھے۔ یوں ہی یہ بھی مسنون ہے کہ جماعت ہو جانے کے بعد صفیں توڑ دی جائیں۔

(فتاویٰ ہندیہ، ج 1، ص 77، فتاویٰ رضویہ، ج 9، ص 230)

وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# مسبوق قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود و دعا پڑھے گا یا نہیں؟

**فتوی نمبر:** WAT-50

**تاریخ اجراء:** 29 محرم الحرام 1443ھ / 07 ستمبر 2021ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

مسبوق امام کے قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود پاک اور دعا پڑھے گا یا نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

مسبوق مقتدی امام کے قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود و دعا نہیں پڑھے گا بلکہ اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ تشہد کو اس طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھے کہ امام کے سلام تک تشہد مکمل کرے اور اگر وہ تشہد پڑھ کر پہلے ہی فارغ ہو گیا تو اب وہ کلمہ شہادت یعنی أشهد أن لا اله الا اللہ و اشهد ان محمدا عبدہ و رسولہ کی تکرار کرتا رہے۔

وَ اللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# فرض نماز کے دوران اگر جماعت شروع ہو جائے تو؟

**مجیب:** مولانا محمد انس رضا عطاری مدنی

**مصدق:** مفتی محمد ھاشم خان عطّاری

**تاریخ اجراء:** ماہنامہ فیضانِ مدینہ فروری 2021ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مسجد میں اپنی فرض نماز پڑھ رہا ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو اس میں کب شریک ہو، تفصیلاً بتا دیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

(1) اگر تو پہلی رکعت میں ہے اور جماعت شروع ہوئی تو کھڑے کھڑے ایک سلام کے ساتھ نماز توڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے۔(2) اگر پہلی رکعت کا سجدہ کر لیا اور جماعت شروع ہوئی تو فجر اور مغرب میں سجدوں کے بعد ایک سلام کے ساتھ نماز توڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے اور ظہر، عصر اور عشاء میں دو رکعتیں مکمل کر کے جماعت میں شامل ہو جائے۔(3) اگر دوسری رکعت کا سجدہ کر لیا اور جماعت شروع ہوئی تو فجر اور مغرب میں نماز مکمل کرے اور جماعت میں شامل نہ ہو اور ظہر، عصر اور عشاء میں دو رکعتیں مکمل کر کے جماعت میں شامل ہو۔(4) اگر تیسری رکعت میں ہے اور جماعت کھڑی ہوئی تو ظہر، عصر اور عشاء میں تو کھڑے کھڑے ایک سلام کے ساتھ نماز توڑ دے اور جماعت میں شامل ہو اور مغرب میں نماز پوری پڑھے اور جماعت میں شامل نہ ہو۔(5) اگر تیسری رکعت کا سجدہ کر لیا اور جماعت شروع ہوئی تو ظہر اور عشاء میں چار رکعتیں مکمل کر کے نفل کی نیت سے جماعت میں شامل ہو اور عصر میں چار رکعتیں مکمل کرے اور جماعت میں شامل نہ ہو کہ عصر کے بعد نفل جائز نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# عصر وعشاء کی سنت قبلیہ پڑھنے کے دوران جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا کریں؟

**مجیب:** مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

**تاریخ اجراء:** ماہنامہ فیضان مدینہ صفر المظفر 1441ھ

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ اگر مسجد میں سنتِ غیر موکدہ جیسے عصر یا عشاء کی قبلیہ چار رکعت سنتیں پڑھ رہے ہوں اور وہاں پر عصر یا عشاء کی جماعت قائم ہو جائے تو یہ سنتیں چار کی بجائے دو پڑھ کر جماعت میں شامل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مذکورہ صورت میں عصر یا عشاء کی سنتِ غیر مؤکدہ کی دو رکعتیں پوری کر کے جماعت میں شامل ہو جائے گا جبکہ تیسری رکعت کے لئے کھڑا نہ ہوا ہو کیونکہ سنتِ غیر مؤکدہ نفل کے حکم میں ہیں اور نفل میں ہر دو رکعتیں جداگانہ شمار کی جاتی ہیں۔ اگر تیسری کے لئے کھڑا ہو گیا تو پھر چار رکعتیں پوری کر لے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# بارش کے دوران گھر پر نماز ادا کرنا کیسا؟

**فتوی نمبر:** WAT-251

**تاریخ اجراء:** 10 ربیع الآخر 1443ھ / 16 نومبر 2021ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر بارش ہو تو کیا مسجد کی بجائے گھر پر جماعت پڑھ سکتے ہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

سخت بارش نہ ہو تو مسجد میں ہی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا، ضروری ہے، ہاں البتہ اگر سخت بارش ہو رہی ہو اور مسجد تک جانے کی صورت نہ ہو تو پھر مجبوری کی صورت میں گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت ہو گی۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# جوا کھیلنے والے کے پیچھے نماز ادا کرنا

**فتوی نمبر:** WAT-237

**تاریخ اجراء:** 06ربیع الآخر1443ھ /12نومبر2021ء

## دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

## سوال

ایسا امام جو جوئے کا کام کرتا ہو اور اس کا یہ کام لوگوں میں مشہور ہو تو کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جوئے کا کام کرنا ناجائز و حرام اور گناہ ہے اور جو امام جوئے کا کام کرتا ہے اور اس کا یہ کام لوگوں میں مشہور بھی ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی اور ناجائز و گناہ ہے۔ اگر پڑھ لی تو توبہ کے ساتھ نماز کا اعادہ کرنا (لوٹانا) واجب ہے۔ کیونکہ ایسا شخص فاسق معلن (اعلانیہ گناہ کرنے والا) ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی، ناجائز و گناہ ہوتی ہے اور اگر پڑھ لی ہو تو اس کا لوٹانا بھی واجب اور توبہ بھی لازم ہوتی ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# میاں بیوی کا گھر پر جماعت سے نماز پڑھنا

**فتوی نمبر:** WAT-217

**تاریخ اجراء:** 03ربیع الآخر1443ھ /09نومبر2021ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

میاں بیوی اپنے گھر میں باجماعت نماز پڑھ سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

مرد حضرات پر مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے اور بلا عذرِ شرعی جماعت کو ترک کرنا ناجائز و گناہ ہے۔اس لئے وہ گھر پر نماز نہ پڑھیں، بلکہ مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کریں، البتہ اگر کسی وجہ سے مسجد کی جماعت نہ مل سکے اور میاں بیوی جماعت سے نماز پڑھنا چاہیں اور مرد جماعت کروانے کا اہل بھی ہو، تو میاں بیوی گھر میں جماعت سے نماز ادا کر سکتے ہیں، جس کا طریقہ یہ ہے کہ (اگر صرف یہ دونوں ہی ہوں اور ان کے درمیان میں کوئی چیز کم از کم سترہ کی مقدار برابر حائل نہ ہو اور نہ دونوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ اس میں کوئی مرد کھڑا ہو سکے تو) عورت اس قدر پیچھے کھڑی ہو کہ اس کی پنڈلی مرد کی پنڈلی یا اس کے کسی عضو کے محاذی (برابر) نہ ہو۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# مقتدی درود شریف پڑھ رہا ہو اور امام سلام پھیر دے تو کیا کرے؟

**فتوی نمبر:** WAT-211

**تاریخ اجراء:** 26ربیع الاول1443ھ /02نومبر2021ء

## دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

## سوال

زید امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو اور قعدہ اخیرہ میں زید درود شریف پڑھ رہا ہو کہ امام صاحب سلام پھیر دیں، تو اب زید درود شریف مکمل کر کے سلام پھیرے یا مکمل کئے بغیر امام کے ساتھ سلام پھیر دے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب مقتدی تشہد پورا (یعنی عبدہ ورسولہ تک) پڑھ لے اور ابھی درود شریف بالکل نہ پڑھا ہو یا تھوڑا پڑھا ہو اور امام سلام پھیر دے تو ایسی صورت میں مقتدی بھی فورا سلام پھیر دے کیونکہ درود و دعا سنت ہیں اور امام کی پیروی بلا تاخیر لازم ہے جب تک دوسرا کوئی فرض یا واجب عارض نہ ہو۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام بھولے سے تعوذ تسمیہ بلند آواز سے پڑھ لے تو کیا حکم ہے؟

**فتوی نمبر:** WAT-183

**تاریخ اجراء:** 15 ربیع الاول 1443ھ / 22 اکتوبر 2021ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر کوئی امام جہری نماز میں بھولے سے تعوذ اور تسمیہ بلند آواز سے پڑھے تو اس پر سجدہ سہو لازم ہو گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

نماز سری ہو یا جہری اس میں تعوذ و تسمیہ پڑھنا سنت ہے اگر امام نے بھول کر جہر سے پڑھ دی تو نماز ہو جائے گی اور سجدہ سہو کی ضرورت نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# سری نماز میں امام کے جہری قراءت کرنے پر لقمہ دینا کیسا؟

**فتوی نمبر:** WAT-124

**تاریخ اجراء:** 27صفر المظفر 1443ھ /05اکتوبر 2021ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

امام سری نماز میں جہر سے پڑھنا شروع کر دے، تو مقتدی امام کو کس طرح لقمہ دے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر امام سری نماز میں جہر سے تلاوت کرنا شروع کر دے تو جب تک اکثر سورۃ الفاتحہ نہ پڑھی ہو، مقتدی امام کو لقمہ دے سکتا ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# عصر میں امام تیسری رکعت پر بیٹھ جائے تو لقمہ کی تفصیل

**فتوی نمبر:** WAT-100

**تاریخ اجراء:** 15صفر المظفر1443ھ /23ستمبر2021ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

امام صاحب عصر کی نماز میں تیسری رکعت کو چوتھی سمجھ کر بیٹھ گئے، مقتدی کو بعد میں یاد آیا۔ تو اب مقتدی کیا کرے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیان کردہ صورت میں اگر تین مرتبہ سبحان اللہ کی مقدار نہیں ہوئی تو مقتدی لقمہ دے سکتا ہے۔ لیکن اگر امام تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار بیٹھ چکا ہے۔ تو اب مقتدی کا لقمہ دینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ سجدہ سہو واجب ہو چکا ہے تو اب لقمہ دینے کا محل نہ رہا۔ ہاں اگر امام سلام پھیرنے لگے تو مقتدی کو لقمہ دینے کا حکم ہے کہ اب اگر لقمہ نہ دیا تو امام نماز فاسد کر سکتا ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# صرف دو آدمیوں کے جماعت کرانے کا طریقہ

**فتوی نمبر:** WAT-90

**تاریخ اجراء:** 12صفر المظفر1443ھ /20 ستمبر 2021ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

دو آدمی ہوں تو کس طرح جماعت کروائیں گے ؟یعنی مقتدی کس جانب کھڑا ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

دو آدمی جماعت کروائیں تو مقتدی امام کی دائیں جانب کھڑا ہو گا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو، دونوں قعدے میں ہوں، تو آنے والا کہاں بیٹھے گا؟

**فتوی نمبر:** WAT-72

**تاریخ اجراء:** 07 صفر المظفر 1443ھ / 15 ستمبر 2021ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

دو لوگ فجر کی نماز جماعت قائم کر کے پڑھ رہے ہیں اور قعدے میں بیٹھے ہیں۔ اب تیسرا شخص آجاتا ہے، تو وہ کہاں بیٹھے گا؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ایسی صورت میں کہ جب وہ قعدہ اخیرہ میں ہیں کہ نہ امام آگے بڑھ سکے اور نہ مقتدی پیچھے آسکے تو اس صورت میں امام کے ساتھ اگر ایک ہی مقتدی ہو تو دوسرا آنے والا امام کے بائیں ہاتھ پر بیٹھ جائے کہ امام کے برابر دو مقتدیوں کا ہونا صرف خلاف اولی ہے اور اگر پہلے سے دو ہیں تو یہ امام کے پیچھے شامل ہو گا، امام کے برابر نہیں بیٹھے گا کہ امام کے برابر تین مقتدیوں کا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔

وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# زخم پر مسح کرنے والے امام کے پیچھے نماز

**مجیب:** مولانا محمد نوید چشتی عطاری

**فتوی نمبر:** WAT-580

**تاریخ اجراء:** 21رجب المرجب1443ھ /23فروری2022ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر کسی امام صاحب کے اعضائے وضو پہ زخم ہو، جس پر پٹی وغیرہ بندھی ہو اور وہ اس پر مسح کر کے نماز پڑھاتے ہوں، تو کیا ان کے پیچھے مکمل وضو کرنے والے کی نماز درست ہو گی؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر اعضائے وضو میں سے کسی عضو پر زخم کی وجہ سے پٹی وغیرہ باندھی ہوئی ہو اور اس پٹی پر پانی بہانا نقصان دہ ہو، تو اس پٹی والے حصے کے علاوہ باقی اعضائے وضو کہ جن کو وضو میں دھویا جاتا ہے، ان کو دھونے کا حکم ہے اور اس پٹی وغیرہ پر مسح کرنے کا حکم ہے اور زخم وغیرہ پر عذر کی وجہ سے پٹی وغیرہ پر مسح کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اعضاء دھونے والا ہو، اس لئے کہ عذر کی وجہ سے مسح کرنا دھونے کے قائم مقام ہے، لہٰذا اگر زخم پر بندھی پٹی پر مسح کر کے امام صاحب نماز پڑھائیں، تو نماز اور امامت کی دیگر شرائط وارکان پائے جانے کی صورت میں اُس امام کے پیچھے مکمل وضو کرنے والوں کی نماز ہو جائے گی۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# مسبوق نے اپنی ایک رکعت پڑھنے کے بعد قعدہ کرنا تھا مگر نہ کیا اور دوسری پر قعدہ کیا تو کیا حکم ہوگا؟

**مجیب:** ابو مصطفیٰ ماجد رضا عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Web-113

**تاریخ اجراء:** 24 جمادی الاخری 1443ھ / 28 جنوری 2022

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مسبوق کی تین رکعتیں باقی تھیں اور اس نے پہلی رکعت میں قعدہ کرنے کے بجائے دوسری رکعت میں قعدہ کر دیا تو نماز کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اگر مسبوق کو تین رکعتیں پڑھنی تھیں اور اس نے بجائے پہلی رکعت کے، دوسری رکعت میں قعدہ کیا تو یہ بھی استحساناً جائز ہے اور اس کی نماز ہو جائے گی، سجدہ سہو واجب نہ ہوگا اور نہ ہی نماز واجب الاعادہ ہوگی کہ من وجہ یہ پہلی رکعت ہے اور پہلی رکعت میں قعدہ نہیں ہوتا، لیکن بہتر طریقہ یہی ہے کہ مسبوق کو جب تین رکعتیں پڑھنی ہوں تو پہلی رکعت میں ہی قعدہ اولیٰ کرے۔

فتاوی رضویہ میں ہے: ”یہاں تک کہ غنیہ شرح منیہ میں فرمایا: اگر ایک رکعت پڑھ کر قعدہ نہ کیا، تو قیاس یہ ہے کہ نماز ناجائز ہو یعنی ترکِ واجب کے سبب ناقص و واجب الاعادہ، البتہ استحساناً حکم جواز و عدمِ وجوبِ اعادہ دیا گیا کہ یہ رکعت من وجہ پہلی بھی ہے۔“ (فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 234، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# فجر کی جماعت کے دوران سنتیں پڑھنا

**مجیب:** مولانا محمد نور المصطفیٰ عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-501

**تاریخ اجراء:** 25 جمادی الاخری 1443ھ / 29 جنوری 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر کسی نے فجر کی سنت نہ پڑھی ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے، تو وہ فرض جماعت میں شامل ہو جائے یا سنتیں ادا کرے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

بیان کردہ صورت میں جب یہ پتہ ہو کہ سنت فجر پڑھ کر جماعت مل جائے گی، اگرچہ تشہد ہی ملے، تو سنت فجر پڑھ کر شامل ہونے کا حکم ہے۔ لیکن اگر یہ خدشہ ہو کہ سنتیں پڑھیں تو بالکل جماعت نہیں ملے گی، شامل ہونے سے پہلے ہی امام سلام پھیر دے گا، تو پھر سنتیں چھوڑ کر جماعت میں شریک ہو جائیں۔

نوٹ: یہ یاد رہے کہ اگر اتنا وقت ہو کہ سنتیں مختصر طور پر پڑھ کر شامل ہو سکے گا جبکہ اطمینان سے تمام سنن و مستحبات کی رعایت کرتے ہوئے پڑھے تو شامل نہیں ہو سکے گا تو پھر مختصر طور پر جلدی جلدی پڑھ کر شامل ہو جائے لیکن خیال رہے کہ کوئی واجب نہ چھوٹے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# امام اور صف اول کے درمیان فاصلہ کی مقدار

**مجیب:** ابوالفیضان مولانا عرفان احمد عطاری

**فتوی نمبر:** Wat-376

**تاریخ اجراء:** 25 جُمادَی الاُولٰی 1443ھ /30 دسمبر 2021ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

مسجد میں جب جماعت ہوتی ہے، مقتدیوں کی صفیں بنی ہوئی ہوں تو امام کو مقتدیوں کی پہلی صف سے کتنا آگے کھڑا ہونا چاہیے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

امام صف سے اتنا آگے کھڑا ہو کہ جو مقتدی اس کے پیچھے ہے اس کا سجدہ مسنون طریقے پر با آسانی ادا ہو سکے بلاضرورت اس سے کم فاصلہ رکھنا کہ جس سے مقتدیوں کو سجدہ میں تنگی ہو منع ہے، اور اگر اتنی کم جگہ چھوڑی کہ مقام کی تنگی کے سبب اس کے پیچھے مقتدی نہیں کھڑا ہو سکے گا، صف ناقص رہے گی تو یہ مکروہ تحریمی ہے، یونہی بغیر کسی وجہ کے زیادہ فاصلہ چھوڑ دینا خلاف سنت مکروہ ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے "امام صف سے اتنا آگے کھڑا ہو کہ جو مقتدی اس کے پیچھے ہے اس کا سجدہ بطور مسنون بآسانی ہو جائے بلاضرورت اس سے کم فاصلہ رکھنا جس کے سبب مقتدیوں کو سجدہ میں تنگی ہو منع ہے یوں ہی فاصلہ کثیر، عبث چھوڑنا خلاف سنت مکروہ ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج06، ص547، رضافاونڈیشن، لاہور)

فتاوی رضویہ میں ہے "جب امام و صف اول میں صرف اس قدر فاصلہ قلیلہ چھوٹا تو بالیقین صف اول ناقص رہے گی اور امام کے پیچھے ایک آدمی کی جگہ چھوٹے گی وہ بھی ایسی جسے بوجہ تنگئی مقام کوئی بھر بھی نہ سکے گا تو یہ فعل ایک مکروہ تحریمی کو مستلزم، اور جو مکروہ تحریمی کو مستلزم ہو خود مکروہ تحریمی ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج07، ص49، رضافاونڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# پہلی صف کا ایثار کرنا

**مجیب:** مولانا محمد شفیق عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-361

**تاریخ اجراء:** 24 جُمادَی الاُولٰی 1443ھ / 29 دسمبر 2021ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

پہلی صف میں نوجوان بالغ ہوں اور پیچھے والی صف میں بزرگ حضرات کھڑے ہوں، تو کیا ادب یہ ہے کہ نوجوان پیچھے چلے جائیں اور بزرگ حضرات کو اگلی صف میں جگہ دے دیں یا وہ اپنی صف نہ چھوڑیں اور ثواب کے کام میں ایثار نہ کرنے کے حکم پر عمل کریں؟ ایک دو بزرگ باتیں کرتے ہیں کہ ہمارے ادب کی وجہ سے چھوٹوں کو پیچھے آنا اور ہمیں آگے جگہ دینی چاہیے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں بالغ نوجوان یا بزرگ حضرات میں سے جو پہلے اگلی صف میں آجائے، تو اس صف میں نماز اسی کا حق ہے۔ بعد میں آنے والے بزرگ حضرات کا یہ کہنا کہ ان نوجوانوں کو ہمارے ادب کی وجہ سے پیچھے آجانا اور ہمیں آگے جگہ دینی چاہیے، درست نہیں ہے۔ ایسے بزرگوں کو چاہیے کہ نماز کے لیے جلدی آئیں اور پہلے ہی سے اگلی صف میں بیٹھیں۔ البتہ اگر کوئی نوجوان اپنی خوشی و مرضی سے کسی بڑی عمر والے یا عالمِ دین کو اپنی جگہ کھڑا کر دے اور خود پیچھے چلا جائے، تو اسے اس کا اختیار ہے۔ اگلی صف والے کا پچھلی صف میں موجود بڑی عمر والے یا عالمِ دین کے لیے پیچھے آجانا اور انہیں آگے جگہ دے دینا اچھا عمل اور زیادہ ثواب کا ذریعہ ہے، کیونکہ ایسا کرنے میں اپنے سے بڑوں اور علمائے دین کی تعظیم ہے اور احادیثِ کریمہ میں اپنے سے بڑوں اور علمائے دین کا ادب کرنے کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا جو نوجوان اپنی خوشی سے ایسا کرنا چاہے، تو کر سکتا ہے، لیکن کسی اور کو اختیار نہیں کہ پہلے سے اگلی صف میں آجانے والے کو پیچھے جانے کا کہے اور نہ جانے پر اعتراض کرے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# نماز کی رکعتوں سے متعلق امام اور مقتدیوں کا اختلاف ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نے نماز عصر پڑھائی، نماز کے بعد چند مقتدیوں نے کہا کہ تین رکعتیں ہوئی ہیں، جبکہ امام اور اکثر مقتدیوں کو ظن غالب ہے کہ چار رکعتیں پوری پڑھی ہیں۔ اس صورت میں نماز دوبارہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

پوچھی گئی صورت میں اگر امام کو ظن غالب ہے کہ نماز عصر کی چار رکعتیں مکمل ادا ہوئی ہیں، تو نماز عصر مکمل صحیح ادا ہوئی، اس نماز کو دوبارہ پڑھنا لازم نہیں۔

علامہ شامی علیہ الرحمۃ ردالمحتار میں ارشاد فرماتے ہیں: "لو اختلف القوم والإمام مع فريق منهم ولو واحدا أخذ بقول الإمام" یعنی اگر نماز کے بعد امام اور مقتدیوں میں اختلاف ہو جائے اور کچھ مقتدی امام کے ساتھ ہوں، اگرچہ ایک ہی ہو تو امام کا قول معتبر ہوگا۔ (ردالمحتار، جلد02، صفحہ679، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے: "فان اختلف القوم فقال بعضهم صلى ثلاثا وقال بعضهم صلى اربعا والامام مع احد الفريقين يؤخذ بقول الامام" یعنی اگر نماز کے بعد مقتدیوں میں اختلاف ہو گیا بعض نے کہا کہ تین رکعتیں ہوئی ہیں اور بعض نے کہا کہ چار رکعتیں اور امام ان میں سے ایک گروہ کے ساتھ ہے تو امام جس کے ساتھ ہے اس کا قول لیا جائے گا۔
(فتاویٰ قاضی خان، جلد01، صفحہ100، مطبوعہ کوئٹہ)

مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ بہار شریعت میں فرماتے ہیں: "اور اگر مقتدیوں میں باہم اختلاف ہوا تو امام جس طرف ہے اس کا قول لیا جائے گا۔" (بہار شریعت، جلد01، صفحہ594، مکتبۃ المدینہ)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

29 ذو القعدۃ الحرام 1442ھ/10 جولائی 2021ء

# مسبوق کا امام کے ساتھ سلام پھیرنے کی مختلف صورتیں

**مجیب:** مولانا محمد نوید چشتی عطاری

**فتوی نمبر:** WAT-298

**تاریخ اجراء:** 27 ربیع الآخر 1443ھ / 03 دسمبر 2021

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

امام صاحب کچھ رکعتیں پڑھا چکے تھے اور کوئی آکر جماعت میں شامل ہوا، لیکن جب امام نے آخری سلام پھیرا، تو اس مقتدی نے بھی سلام پھیر دیا، پھر اسے یاد آیا کہ میری تو رکعتیں باقی ہیں، تو اس صورت میں اگر وہ سجدہ سہو کرے گا، تو اس کی نماز ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اس کی مختلف صورتیں ہیں:

(1) امام کے ساتھ مسبوق قصداً سلام پھیرے، یہ خیال کر کے کہ مجھے بھی امام کے ساتھ سلام پھیرنا چاہیے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(2) اور اگر بھول کر امام کے بالکل ساتھ ساتھ سلام پھیرے، تو نہ نماز فاسد ہو گی اور نہ سجدہ سہو لازم۔

(3) اور اگر مسبوق بھولے سے امام کے ذرا بعد سلام پھیرے، تو اس پر سجدہ سہو لازم ہو گا کہ وہ سلام پھیرتے وقت منفرد ہو چکا تھا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# مسجد میں عورتوں کی محفل کی وجہ سے اذان وجماعت نہ کرنا

**فتوی نمبر:** WAT-254

**تاریخ اجراء:** 12ربیع الآخر1443ھ /18نومبر2021ء

## دارالافتاءاہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

ہمارے گاؤں کی جامع مسجد میں عورتوں کی محفل ایصال ثواب ہوتی ہے، جو 9 سے 3 بجے تک ہوتی ہے، اس دن ظہر کی اذان اور جماعت اس مسجد میں نہیں ہوتی اس بارے میں شرعی رہنمائی فرمادیں کہ یہ سب کرنا کیسا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

محفل کی وجہ سے اذان وجماعت چھوڑنا جائز نہیں ہے کہ مسجد کا مقصود اول باجماعت نماز پڑھنا ہے، نہ کہ محفل کرنا۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# رمضان میں بغیر جماعت کے وتر پڑھنا کیسا؟

**مجیب:** مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

**فتوی نمبر:** Nor-12113

**تاریخ اجراء:** 17 رمضان المبارک 1443ھ/19 اپریل 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا تراویح جماعت کے ساتھ پڑھنے کے بعد، وتر بغیر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں؟ اس میں شرعاً کوئی حرج تو نہیں؟ رہنمائی فرمادیں۔ سائل: بلال (via، میل)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

**صورتِ مسئولہ میں وتر بغیر جماعت کے پڑھ سکتے ہیں، لیکن افضل یہ ہے کہ رمضان میں وتر بھی جماعت کے ساتھ ہی ادا کیے جائیں۔**

چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے: "الوتر فی رمضان بالجماعۃ افضل من ادائھا فی منزلہ وھو الصحیح ھکذا في السراج الوھاج" **یعنی رمضان میں وتر جماعت سے پڑھنا گھر میں تنہا پڑھنے سے افضل ہے اور یہی صحیح قول ہے، ایسا ہی سراج الوہاج میں مذکور ہے۔** (فتاوی عالمگیری، کتاب الصوم، ج 01، ص 116، مطبوعہ پشاور)

بہار شریعت میں ہے: **"رمضان شریف میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔"** (بہار شریعت، ج 01، ص 692، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام کا مصلی کہاں پر ہونا چاہیے؟

**مجیب:** ابو مصطفیٰ کفیل عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Web-139

**تاریخ اجراء:** 02 رمضان المبارک 1443ھ /04 اپریل 2022

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ امام صاحب کا مصلی اگر مسجد کے سینٹر کی بجائے سینٹر کے دائیں یا بائیں جانب ہو تو نماز پڑھانا کیسا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

امام کا صف کے وسط میں کھڑا ہونا سنت متوارثہ ہے اور زمانہ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے یہ عمل چلا آرہا اس کا خلاف کرنا مکروہ ہے اس لیے اگر امام کا مصلی صف کے وسط میں نہ ہو تو اس کے لیے حکم ہے کہ اس مصلی میں نہ کھڑا ہو بلکہ صف کے وسط میں کھڑا ہو۔

فتاوی رضویہ: "امام کے لئے سنت متوارثہ کہ زمانہ اقدس رسالت سے اب تک معہود وسط مسجد میں قیام ہے کہ صف پوری ہو تو امام وسط صف میں ہو اور یہی جگہ محراب حقیقی و متورث ہے، محراب صوری کہ طاق نما ایک خلا وسط دیوار قبلہ میں بنانا حادث ہے اُسی محراب حقیقی کی علامت ہے، یہ علامت اگر غلطی سے غیر وسط میں بنائی جائے اس کا اتباع نہ ہوگا مگر مراعات توسط ضروری ہوگی کہ اتباع سنت و انتفائے کراہت و امتثال ارشاد حدیث۔" (فتاوی رضویہ، جلد:7، صفحہ:37، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# امام کے پیچھے مقتدی کہاں تک التحیات پڑھے گا؟

**مجیب:** مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

**فتوی نمبر:** Nor-12103

**تاریخ اجراء:** 13 رمضان المبارک 1443ھ/15 اپریل 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو مقتدی دوسری، تیسری یا چوتھی رکعت میں جماعت میں شامل ہوا ہو، تو وہ امام کے پیچھے پہلے یا دوسرے قعدے میں التحیات کہاں تک پڑھے گا؟؟ رہنمائی فرمادیں۔ سائل: سلمان احمد (via، میل)

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

**امام کے پیچھے مقتدی کو ہر قعدے میں مکمل التحیات پڑھنا لازم ہے**، چاہے مقتدی شروع سے جماعت میں شریک ہو یا پھر مسبوق ہو (یعنی ایک یا زائد رکعتیں نکل جانے کے بعد جماعت میں شریک ہوا ہو)، کیونکہ نماز کے ہر قعدے میں **مکمل** التحیات پڑھنا نماز کے واجبات میں سے ہے۔

چنانچہ درِ مختار مع ردالمحتار میں ہے: "(والتشھدان) ای: تشھد القعدۃ الاولیٰ وتشھد الاخیرۃ۔۔۔(و کذافی کل قعدۃ فی الاصح)" یعنی قعدہ اولیٰ اور قعدہ اخیرہ دونوں میں پورا تشہد پڑھنا واجب ہے۔۔۔اسی طرح نماز کے ہر قعدے میں اصح قول کے مطابق التحیات پڑھنا واجب ہے۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ، ج 02، ص 196-197، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقطاً)

سیدی اعلی حضرت علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "اگر مقتدی ابھی التحیات پوری نہ کرنے پایا تھا کہ امام کھڑا ہو گیا یا سلام پھیر دیا تو مقتدی التحیات پوری کرلے یا اتنی ہی پڑھ کر چھوڑ دے۔؟" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب فرماتے ہیں: "**ہر صورت میں پوری کرلے اگرچہ اس میں کتنی ہی دیر ہو جائے لان التشھد واجب۔**" (فتاوی رضویہ، ج 07، ص 52، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہارِ شریعت میں ہے: "امام تشہد پڑھ کر کھڑا ہو گیا اور مقتدی نے ابھی پورا نہیں پڑھا تو مقتدی کو واجب ہے کہ پورا کرکے کھڑا ہو۔" (بہارِ شریعت، ج 01، ص 519، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام کے پیچھے واجب چھوڑنے کا حکم

**مجیب:** مولانا محمد نوید چشتی عطاری

**فتوی نمبر:** WAT-603

**تاریخ اجراء:** 29رجب المرجب1443ھ/03مارچ2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

امام کے پیچھے کوئی واجب چھوٹ جائے، تو کیا حکم ہے اور اگر کوئی مقتدی جان بوجھ کر واجب چھوڑے، تو کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر امام کے پیچھے بھولے سے کوئی واجب رہ گیا، تو نماز ہو جائے گی، سجدہ سہو وغیرہ کی حاجت نہیں، کیونکہ امام کے پیچھے بھولے سے ترک واجب کی صورت میں سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا۔ہاں! اگر کسی مقتدی نے جان بوجھ کر کوئی واجب چھوڑا، تو سجدہ سہو کافی نہیں ہو گا، بلکہ اس کی وجہ سے اس کی نماز واجب الاعادہ ہو جائے گی اور جان بوجھ کر واجب چھوڑنے سے گناہ بھی ہو گا، لہٰذا اسے توبہ بھی کرنی ہو گی۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام کا قرآن کریم کے وقف کی رعایت نہ کرنا کیسا؟

**مجیب:** ابو مصطفیٰ کفیل عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Web-157

**تاریخ اجراء:** 25شوال المکرم1443ھ /27 مئی2022

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ امام نماز میں آیت پڑھتے ہوئے وقف نہ کرے تو اس کی اور مقتدیوں کی نماز کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قرآن پاک کے وقف کے مقام پر وقف کرنا اور وصل کے مقام پر وقف نہ کرنا اگرچہ بہتر ہے لیکن نہ کرنے کی صورت میں نماز نہ فاسد ہو گی اور نہ ہی واجب الاعادہ ہو گی۔ لہذا امام کے وقف نہ کرنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

فتاوی رضویہ میں ہے: "وقف و وصل میں اتباع بہتر ہے مگر اس کے نہ کرنے سے نماز میں اصلاً کچھ خلل نہیں آتا"۔ (فتاوی رضویہ، جلد:6، صفحہ:370، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والا کیا امامت کروا سکتا ہے یا نہیں؟

**مجیب:** ابو مصطفیٰ کفیل عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Web-155

**تاریخ اجراء:** 18 شوال المکرم 1443ھ / 20 مئی 2022

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والا امامت کرواسکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھانے والا شخص اگر رکوع و سجود ادا کر رہا ہے (یعنی زمین پر یا زمین سے بلند بارہ انگل (تقریباً 9 انچ) کی کسی چیز پر سجدہ کر رہا ہو) تو اس کے پیچھے رکوع و سجود ادا کرنے والوں کی نماز ادا ہو جائے گی اور اگر وہ اشارے سے رکوع و سجود ادا کر رہا ہے تو اس کے پیچھے رکوع و سجود ادا کرنے والوں کی نماز ادا نہیں ہو گی۔

بہار شریعت میں ہے: ”جو رکوع و سجود سے عاجز ہے یعنی وہ کہ کھڑے یا بیٹھے رکوع و سجود کی جگہ اشارہ کرتا ہو، اس کے پیچھے اس کی نماز نہ ہو گی جو رکوع و سجود پر قادر ہے اور اگر بیٹھ کر رکوع و سجود کر سکتا ہو تو اس کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی ہو جائے گی۔“ (بہار شریعت، جلد: 1، صفحہ: 571، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# مسجد میں فجر کی جماعت کا وقت کس طرح مقرر کیا جائے

**مجیب:** فرحان احمد عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Web-466

**تاریخ اجراء:** 04صفر المظفر1444ھ /01ستمبر2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

فجر کی جماعت کا وقت کس طرح رکھنا ہوتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فجر کی نماز میں تاخیر مستحب ہے، اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "فجر میں تاخیر مستحب ہے، یعنی اسفار میں (جب خوب اُجالا ہو یعنی زمین روشن ہو جائے) شروع کرے مگر ایسا وقت ہونا مستحب ہے، کہ چالیس سے ساٹھ آیت تک ترتیل کے ساتھ پڑھ سکے پھر سلام پھیرنے کے بعد اتنا وقت باقی رہے، کہ اگر نماز میں فساد ظاہر ہو تو طہارت کر کے ترتیل کیساتھ چالیس سے ساٹھ آیت تک دوبارہ پڑھ سکے اور اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ طلوع آفتاب کا شک ہو جائے۔" (بہار شریعت، جلد1، صفحہ451، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام کا رات کو صلوۃ التسبیح میں آہستہ قراءت کرنا

**مجیب:** ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

**فتوی نمبر:** WAT-882

**تاریخ اجراء:** 09 ذیقعدۃ الحرام 1443ھ / 09 جون 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

## سوال

ایک امام صاحب اس رمضان میں مسئلہ معلوم نہ ہونے کے باعث طاق راتوں میں رات میں صلوۃ التسبیح بغیر جہر کے پڑھاتے رہے، ان نمازوں کا اعادہ واجب ہو گا؟ اور اعادہ کا طریقہ کیا ہو گا؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

یاد رہے کہ رات کے نوافل اگر جماعت سے ادا کیے جائیں تو امام صاحب پر ہر رکعت میں جہر (بلند آواز) سے قراءت کرنا واجب ہوتا ہے، اگر جان بوجھ کر آہستہ آواز میں قراءت کرے تو نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے اور پوچھی گئی صورت میں بھی امام صاحب قصداً آہستہ آواز میں قراءت کرتے رہے لہذا امام و مقتدی سبھی پر ان سارے نوافل کا اعادہ یعنی انہیں دوبارہ پڑھنا واجب ہے، جن میں امام صاحب نے رات کے وقت آہستہ قراءت کی لیکن اس کے لیے انہیں دوبارہ صلوۃ التسبیح کی طرح تسبیحات کے ساتھ پڑھنا ضروری نہیں بلکہ 4،4 رکعات واجب الاعادہ کی نیت سے عام نوافل کی طرح پڑھ لیں تو بھی درست ہے۔ اسی طرح جماعت کے ساتھ اعادہ کرنا ضروری نہیں ہے، بغیر جماعت کے تنہا تنہا اعادہ کر لیں تو بھی کافی ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# بچی کے (نچلے ہونٹ کے نیچے والے) بال مونڈنے والے کو امام بنانا

**مجیب:** ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-865

**تاریخ اجراء:** 04 ذیقعدۃ الحرام 1443ھ / 04 جون 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

زید امام ہے اور وہ بچی کے بال (نچلے ہونٹ کے نیچے والے بال) بالکل صاف کر دیتا ہو اس کے پیچھے پڑھی گئی نمازوں کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ہونٹوں کے نیچے، بُچی کے بال مونڈنا یا منڈوانا بدعت، ناجائز و گناہ ہے، کیونکہ یہ بال داڑھی میں شامل ہیں اور داڑھی مونڈنا یا منڈوانا، ناجائز و گناہ ہے، لہذا بُچی کے بال مونڈنا یا منڈوانا بھی ناجائز و گناہ ہے، اور بُچی کے بال مونڈنے والا شخص فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی و گناہ ہے اور اگر پڑھ لی، تو اعادہ واجب ہے، لہذا بُچی مونڈنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی و واجب الاعادہ ہے۔ البتہ! اگر یہ بال اتنے بڑھ جائیں کہ کھانے، پینے اور کلی وغیرہ کرنے میں رکاوٹ بنیں، تو انہیں بقدرِ ضرورت کتروا دینے میں حرج نہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# امام کی غیبت کرنے والے کا اسی امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا

**مجیب:** ابو مصطفی محمد کفیل رضا مدنی

**فتوی نمبر:** Web-340

**تاریخ اجراء:** 25 ذو القعدۃ الحرام 1443ھ / 25 جون 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

ایک شخص مسجد کے امام صاحب کی غیبت کرتا ہے، تو اس غیبت کرنے والے شخص کی ان امام صاحب کی اقتداء میں نماز ہو گی یا نہیں کہ وہ کیسے اس کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے حالانکہ وہ اس کی غیبت کرتا پھرتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیان کردہ صورت میں اگر امام صاحب میں اہلیتِ امامت کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں، تو ایسے امام صاحب کے پیچھے غیبت کرنے والے مقتدی کی نماز بھی ہو جائے گی، البتہ اگر وہ شخص بلاوجہِ شرعی امام صاحب یا کسی کی بھی غیبت کرتا ہے، تو سخت گنہگار اور عذابِ نار کا مستحق ہے، اس پر لازم ہے، اس گناہ کبیرہ سے توبہ کرے اور اگر امام صاحب تک بھی اس کی غیبت پہنچی ہے، تو امام صاحب سے بھی معافی مانگے۔

فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ امام کی برائی بیان کرنے والے مقتدی کے بارے میں فرماتے ہیں: "اگر امام فاسق معلن نہیں ہے، تو برائی کرنے والا سخت گنہگار حق العباد میں گرفتار، مگر اس کی نماز اس کے پیچھے ہو جائے گی۔" (فتاوی فیض الرسول، جلد 1، صفحہ 272، شبیر برادرز، لاہور)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# کیا عورت پر عید کی نماز واجب ہے

**مجیب:** ابوالحسن جمیل احمد غوری العطاری

**فتوی نمبر:** Web-351

**تاریخ اجراء:** 04ذوالحجۃ الحرام1443ھ /04جولائی2022ء

## دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

## سوال

عورتوں پر عید کی نماز واجب ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں پر عید کی نماز واجب نہیں اور انہیں عید کی نماز میں شرکت کے لیے آنا بھی جائز نہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# جماعت میں تکبیرِ اولیٰ کا ثواب کس صورت میں ملتا ہے؟

**مجیب:** فرحان احمد عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Web-473

**تاریخ اجراء:** 09 صفر المظفر 1444ھ / 06 ستمبر 2022ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

امام کے ساتھ تکبیر اولیٰ کا ثواب کس صورت میں ملتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جو شخص امام کے ساتھ پہلی رکعت کے رکوع میں شریک ہو جائے اسے تکبیر اولیٰ کا ثواب مل جائے گا۔

حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے: ”اختلف فی ادارک فضل التحریمۃ۔۔۔ قیل الی الرکعۃ الاولی وھوالصحیح کمافی المضمرات“ یعنی تکبیر تحریمہ کی فضیلت کب ملتی ہے اس بارے میں اختلاف ہے ۔۔۔ کہا گیا ہے کہ پہلی رکعت تک اور یہی صحیح ہے جیسا کہ مضمرات میں ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، جلد1، صفحہ 351، مکتبہ غوثیہ، کراچی)

بہارِ شریعت میں ہے: ”پہلی رکعت کا رکوع مل گیا، تو تکبیرِ اولیٰ کی فضیلت پا گیا۔“ (بہارِ شریعت، جلد1، حصہ 3، صفحہ 509، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# مسجد میں تنہا فرض پڑھتے ہوئے جماعت قائم ہو جائے تو کیا کرے؟

**مجیب:** ابو حفص محمد عرفان مدنی عطاری

**فتوی نمبر:** WAT-981

**تاریخ اجراء:** 16 محرم الحرام 1444ھ / 16 اگست 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر کوئی شخص مسجد میں اپنی فرض نماز پڑھ رہا ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے، تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں بنتی ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1) اگر ابھی پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا تھا کہ جماعت قائم ہوئی تو توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے۔

(2) اور اگر پہلی رکعت کا سجدہ کر لیا اور جماعت شروع ہوئی تو فجر اور مغرب میں جب تک دوسری رکعت کا سجدہ نہیں کر لیا توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر دوسری رکعت کا سجدہ کر لیا تو اب ان دونوں نمازوں (فجر اور مغرب) میں توڑنے کی اجازت نہیں، اپنی نماز مکمل کرے اور نماز کے بعد بھی نفل کی نیت سے جماعت میں شامل نہ ہو۔

(3) اور اگر چار رکعت والی نماز (ظہر یا عصر یا عشا) شروع کر کے ایک رکعت کا سجدہ کر لیا تو واجب ہے کہ ایک اور پڑھ کر توڑ دے کہ یہ دو نفل ہو جائیں گے۔ اور دو پڑھ لی ہیں تو ابھی توڑ دے یعنی تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور اگر تین پڑھ لی ہیں تو واجب ہے کہ نہ توڑے کہ گناہ ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ پوری کر کے، ظہر اور عشا میں نفل کی نیت سے جماعت سے شامل ہو جائے۔ عصر کی جماعت میں نفل کی نیت شامل نہ ہو کہ عصر کے بعد نفل جائز نہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# تراویح کی نماز بغیر جماعت کے پڑھنا

**مجیب:** ابوحفص محمد عرفان مدنی عطاری

**فتوی نمبر:** WAT-958

**تاریخ اجراء:** 10 محرم الحرام 1443ھ /10 اگست 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے ؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

مردوں کے لئے تراویح کی نماز، جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے، یعنی اگر مسجد کے سب لوگ چھوڑ دیں، تو سب اساءت کے مرتکب ہوں گے۔ البتہ اگر کسی ایک نے گھر میں تنہا پڑھ لی، تو وہ گناہ گار نہیں ہو گا، مگر جو شخص مقتدا ہو کہ اس کے ہونے سے جماعت بڑی ہوتی ہے اور چھوڑ دے گا، تو لوگ کم ہو جائیں گے، بالخصوص ایسے شخص کو بلا عذر تراویح کی جماعت نہیں چھوڑنی چاہیے۔ نیز گھر میں پڑھنے والا شخص مسجد میں نماز ادا کرنے کے ثواب سے محروم ہو جائے گا۔

یاد رہے! یہ حکم نمازِ تراویح کا ہے۔ جبکہ نمازِ عشاء کا حکم یہ ہے کہ اگر مسجد کی جماعت واجب ہے، تو واجب جماعت بغیر کسی شرعی مجبوری کے چھوڑنا مکروہ تحریمی، ناجائز و گناہ ہے اور اس کی عادت بنانے والا فاسق معلن کہلائے گا۔ لہذا اگر تراویح تنہا ادا کرنی ہو تو اولا مسجد میں عشاء کی نماز باجماعت ادا کی جائے اور اس کے بعد گھر وغیرہ میں تراویح ادا کرے۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# مقتدی امام کے پیچھے ثنا کے ساتھ تعوذ و تسمیہ پڑھے گا یا نہیں؟

**مجیب:** فرحان احمد عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Web-365

**تاریخ اجراء:** 21 ذوالحجۃ الحرام 1443ھ / 21 جولائی 2022ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا مقتدی کو امام کے پیچھے صرف ثنا پڑھنی چاہئے یا اس کے ساتھ تعوذ و تسمیہ بھی پڑھنی ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر مقتدی پہلی رکعت میں شامل ہوا ہو اور امام صاحب بلند آواز سے قراءت نہ کر رہے ہوں تو مقتدی صرف ثنا پڑھ کر خاموش ہو جائے گا، تعوذ و تسمیہ نہیں پڑھے گا کیونکہ یہ قراءت کے تابع ہے اور مقتدی پر قراءت نہیں۔ اگر امام صاحب نے بلند آواز سے قراءت شروع کر دی ہو تو مقتدی ثنا بھی نہیں پڑھے گا۔ اگر مقتدی کی ایک یا ایک سے زیادہ رکعات نکل چکی ہوں، تو جب مقتدی اپنی فوت شدہ رکعت پڑھے گا، تو اس کی ابتدا میں ثنا کے ساتھ تعوذ و تسمیہ دونوں پڑھے گا۔

بہار شریعت میں ہے: ”نماز میں اعوذ و بسم اللہ قراءت کے تابع ہیں اور مقتدی پر قراءت نہیں، لہٰذا تعوذ و تسمیہ بھی ان کے لیے مسنون نہیں، ہاں جس مقتدی کی کوئی رکعت جاتی رہی ہو تو جب وہ اپنی باقی رکعت پڑھے، اس وقت ان دونوں کو پڑھے۔“ (بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 523، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# ستونوں والی جگہ چھوڑ کر صف بنانا

**مجیب:** عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

**فتوی نمبر:** WAT-937

**تاریخ اجراء:** 01 محرم الحرام 1443ھ / 01 اگست 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

## سوال

ہماری مسجد میں پانچ صفیں ہیں، تیسری صف میں ستون ہیں، جس کی وجہ سے جماعت کے وقت وہاں صف نہیں بنائی جاتی بلکہ نمازی وہ جگہ چھوڑ کر پیچھے کھڑے ہوتے ہیں، تو کیا اس طرح ستون کی وجہ سے ایک صف کی جگہ خالی چھوڑنا درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں مسجد میں ستون والی جگہ چھوڑ کر اس کے پیچھے صف بنانا، بالکل درست ہے کیونکہ ستونوں کے مابین صف بنانے سے قطع صف لازم آئے گا جو کہ ناجائز و گناہ ہے۔ البتہ اگر کبھی نمازیوں کی کثرت کے سبب مسجد میں جگہ تنگ ہو جائے تو ضرورتاً ستونوں کے مابین صف بنائی جا سکتی ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# مقتدی التحیات مکمل پڑھنے کے بعد امام کی اتباع کرے

**مجیب:** مفتی ہاشم خان عطاری مدنی

**تاریخ اجراء:** ماہنامہ فیضان مدینہ اکتوبر 2022

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام اگر قعدہ اولیٰ میں مقتدی کے تشہد مکمل پڑھنے سے پہلے کھڑا ہو جائے یا قعدہ اخیرہ میں مقتدی کے تشہد مکمل پڑھنے سے پہلے سلام پھیر دے تو دونوں صورتوں میں مقتدی پر تشہد مکمل پڑھنا لازم ہے یا مکمل کئے بغیر فوراً امام کی اتباع کرنا ضروری ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قوانینِ شرعیہ کی رُو سے نماز کے فرائض وواجبات میں بغیر کسی تاخیر کے امام کی اتباع کرنا واجب ہے، لیکن اگر امام کی اتباع کرنے میں کسی واجب کا ترک لازم آتا ہو تو وہاں مقتدی کے لئے حکم یہ ہوتا ہے وہ پہلے اس واجب کو ادا کرے پھر امام کی اتباع کرے، اور چونکہ تشہد کا مکمل پڑھنا بھی واجب ہے لہٰذا دریافت کی گئی صورت میں امام اگر قعدہ اولیٰ میں مقتدی کے تشہد مکمل پڑھنے سے پہلے کھڑا ہو جائے تو اسے حکم ہے کہ پہلے تشہد مکمل کرے پھر کھڑا ہو کر امام کی اتباع کرے، یونہی اگر قعدہ اخیرہ میں مقتدی کے تشہد مکمل پڑھنے سے پہلے ہی امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی پہلے تشہد (عبدہ ورسولہ تک) مکمل کرے پھر سلام پھیرے، اور اگر مقتدی نے تشہد مکمل کر لیا اور درودِ پاک یا دعا پڑھ رہا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو اب اسے حکم ہے کہ فوراً امام کی اتباع کرتے ہوئے سلام پھیر دے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# ظہر و عصر کی جماعت میں تاخیر سے شامل ہونے والے کا ثنا پڑھنا

**مجیب:** ابو الحسن ذاکر حسین عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-1292

**تاریخ اجراء:** 05 جمادی الاولی 1444 ھ/30 نومبر 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

امام کے قراءت شروع کرنے کے بعد جو شخص جماعت میں شامل ہو، وہ ثنا نہیں پڑھ سکتا، کہ امام کی قراءت سننا ضروری ہے، اس پر سوال یہ ہے کہ سری نماز مثلاً ظہر، عصر میں امام آہستہ قراءت کرتا ہے، تو کیا اس صورت میں تاخیر سے جماعت میں شامل ہونے والا ثنا پڑھ سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر کوئی شخص امام کے ساتھ قراءت شروع ہونے کے بعد جماعت میں شامل ہوا، تو اگر امام جہر سے قراءت کر رہا ہو، تو اس کے لیے حکم ہے کہ ثنا نہ پڑھے، ہاں اگر امام آہستہ قراءت کرتا ہو، تو پڑھ لے۔ لہذا پوچھی گئی صورت میں ظہر اور عصر کی نماز میں جو شخص تاخیر کے ساتھ جماعت میں شامل ہوا، تو وہ امام کے قراءت شروع کرنے کے بعد بھی ثنا پڑھ سکتا ہے۔

بہار شریعت میں ہے "امام نے بالجہر قرأت شروع کردی تو مقتدی ثنا نہ پڑھے، اگرچہ بوجہ دور ہونے یا بہرے ہونے کے امام کی آواز نہ سنتا ہو، جیسے جمعہ و عیدین میں پچھلی صف کے مقتدی کہ بوجہ دور ہونے کے قراءت نہیں سنتے۔ امام آہستہ پڑھتا ہو تو پڑھ لے" (بہار شریعت ج 1، ص 523، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# ظہر کی سنت قبلیہ کے دوران جماعت قائم ہو جائے تو کیا کرے؟

**مجیب:** ابو صدیق محمد ابوبکر عطاری

**فتوی نمبر:** WAT-1282

**تاریخ اجراء:** 01 جمادی الاولی 1444ھ / 26 نومبر 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

ظہر کی چار رکعت سنتِ موکدہ پڑھ رہے ہوں اسی دوران جماعت قائم ہو جائے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ نماز جاری رکھیں یا سلام پھیر کر جماعت میں شامل ہو جائیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں چار رکعات سنتیں مکمل کر کے جماعت میں شامل ہونا چاہیے۔ در مختار میں ہے "(والشارع في نفل لا يقطع مطلقا) ويتمه ركعتين (وكذا سنة الظهر) سنة (الجمعة إذا أقيمت أو خطب الإمام) يتمها أربعا" ترجمہ: کوئی بندہ نفل شروع کر چکا تھا کہ جماعت قائم ہوئی تو نفل نہ توڑے بلکہ دو رکعتیں مکمل کرے، اسی طرح ظہر کی سنتیں شروع کیں تو جماعت قائم ہوئی یا جمعہ کی سنتیں شروع کیں تو امام نے خطبہ شروع کیا تو بھی پوری چار مکمل کرے۔ (در مختار، کتاب الصلاۃ، باب ادراک الفریضۃ، ج 2، ص 53، دار الفکر، بیروت)

بہار شریعت میں ہے "جمعہ اور ظہر کی سنتیں پڑھنے میں خطبہ یا جماعت شروع ہوئی تو چار پوری کر لے۔" (بہار شریعت، جلد 1، حصہ 4، صفحہ 696، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# امام کے ساتھ رکوع میں ملنے کی تفصیل

**مجیب:** ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

**فتوی نمبر:** WAT-1228

**تاریخ اجراء:** 07 ربیع الثانی 1444ھ/03 نومبر 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

امام صاحب رکوع میں ہوں اور اب کوئی نمازی آئے اور نیت باندھے لیکن امام صاحب کھڑے ہو جائیں اور کھڑے ہو کر سمع اللہ لمن حمدہ کہیں، امام کے کھڑے ہونے کے بعد اور سمع اللہ لمن حمدہ کہنے سے پہلے ہم رکوع میں جائیں، تو رکعت مل جائے گی یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

رکوع کی سب سے کم حد یہ ہے کہ ہاتھ بڑھائیں، تو گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔ رکوع سے اٹھتے ہوئے جب ہاتھ اس حد سے اوپر ہو جائیں، تو نمازی رکوع سے نکل جاتا ہے۔ لہٰذا پوچھی گئی صورت میں اگر امام رکوع کی اس حد سے اوپر آجائے اور اس کے بعد کوئی نمازی رکوع کی اس حد تک پہنچے، تو اسے رکعت نہیں ملے گی، چاہے امام نے سمع اللہ لمن حمدہ پڑھنا شروع کر دیا ہو یا شروع نہ کیا ہو اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد اسے یہ رکعت پڑھنی ہوگی۔

بہار شریعت میں ہے ''اتنا جھکنا کہ ہاتھ بڑھائے، تو گھٹنے کو پہنچ جائیں، یہ رکوع کا ادنی (کم سے کم) درجہ ہے اور پورا یہ کہ پیٹھ سیدھی بچھاوے۔'' (بہار شریعت، ج2، حصہ3، ص513، مکتبۃ المدینہ)

تنبیہ: امام رکوع میں ہو، تو اس وقت نماز کے لیے آنے والے شخص کے لیے جماعت میں ملنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اس طرح کھڑے کھڑے تکبیرِ تحریمہ کہے کہ ہاتھ گھٹنوں تک نہ پہنچیں۔ پھر اگر وہ جانتا ہو کہ امام صاحب رکوع میں اتنا وقت لگاتے ہیں کہ وہ ثنا پڑھ کر امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو سکتا ہے، تو تکبیرِ تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھ کر ثنا پڑھے، کیونکہ ثنا پڑھنا سنت ہے۔ اس کے بعد دوسری تکبیر کہتا ہوا رکوع میں جائے اور اگر یہ خیال ہو کہ ثنا پڑھنے کی صورت میں امام صاحب رکوع سے اٹھ جائیں گے، تو تکبیرِ تحریمہ کے بعد ہاتھ نہ باندھے بلکہ فوراً دوسری تکبیر کہتا ہوا رکوع میں چلا جائے، کیونکہ ہاتھ باندھنا اس قیام کی سنت ہے جس میں ٹھہر کر کچھ پڑھنا سنت ہو اور جس قیام میں ٹھہرنا اور پڑھنا نہیں ہوتا، اس میں سنت ہاتھ چھوڑنا ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# رکعت پانے کے لیے رکوع کی کتنی مقدار امام کے ساتھ ملنا ضروری ہے؟

**مجیب:** عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

**فتوی نمبر:** WAT-1184

**تاریخ اجراء:** 23 ربیع الاول 1444ھ / 20 اکتوبر 2022ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

امام صاحب رکوع میں تھے اور زید آیا اور رکوع میں مل گیا، لیکن ابھی وہ ایک مرتبہ سبحان اللہ کی مقدار نہیں ٹھہرا تھا کہ امام نے رکوع سے سر اٹھالیا، تو زید کو رکعت مل گئی یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں اس شخص کو وہ رکعت مل گئی، اس وجہ سے کہ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ رکوع پالیتا ہے، تو اس کی وہ رکعت شمار ہو جائے گی، اگرچہ ادنیٰ مقدار کے اعتبار سے شرکت پائی جائے اور پھر فورا امام قیام میں چلا جائے اور مقتدی کو کچھ پڑھنے کا موقع ہی نہ ملے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے ”ذكر الجلابي في صلاته أدرك الإمام في الركوع فكبر قائما ثم شرع في الانحطاط وشرع الإمام في الرفع الأصح أن يعتد بها إذا وجدت المشاركة قبل أن يستقيم قائما وإن قل، هكذا في معراج الدراية“ ترجمہ: جلابی نے اپنی کتاب کے باب الصلاۃ میں ذکر کیا ہے کہ کسی نے امام کو رکوع میں پایا اور کھڑے ہو کر تکبیر کہی پھر رکوع کے لئے جھکنا شروع ہوا اور ادھر امام رکوع سے اٹھنا شروع ہوا تو صحیح یہی ہے کہ وہ اس رکعت کو شمار کرے گا جبکہ امام کے سیدھے کھڑے ہونے سے پہلے رکوع میں مشارکت ہو جائے اگرچہ قلیل ہی ہو، ایسا ہی معراج الدرایہ میں ہے۔ (فتاوی ہندیه، کتاب الصلاۃ، باب ادراک الفریضة، ج 1، ص 120، دار الفکر، بیروت)

بہار شریعت میں ہے "امام رکوع میں تھا اور یہ تکبیر کہہ کر جھکا تھا کہ امام کھڑا ہو گیا تو اگر حد رکوع میں مشارکت ہو گئی اگرچہ قلیل تو رکعت مل گئی۔" (بہار شریعت، ج 1، حصہ 4، ص 699، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# نماز کے بعد امام اور مقتدیوں کا آپس میں مصافحہ کرنا

**مجیب:** مفتی محمد قاسم عطّاری

**تاریخ اجراء:** ماہنامہ فیضان مدینہ جولائی 2022

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نمازوں کے بعد امام اور مقتدیوں کا آپس میں مصافحہ کرنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مصافحہ کرنا اصل کے اعتبار سے سنّت ہے اور خاص نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا جائز و مباح بلکہ ایک اچھا عمل ہے کہ مصافحہ کرنا بغض و کینے کو دور کرتا ہے اور محبت بڑھاتا ہے اور نمازوں کے بعد مصافحہ علماء، صلحاء اور عامۃ المسلمین اچھا سمجھ کر کرتے ہیں اور حدیثِ مبارک میں ہے کہ وہ کام جسے عامۃ المسلمین اچھا سمجھ کر کریں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

اور کُتبِ فقہ میں جو نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے کو بدعت قرار دیا ہے، اس سے مراد بدعتِ سیئہ نہیں، بلکہ بدعتِ حَسَنَہ (یعنی وہ نیا کام جو قرآن و سنّت کے خلاف نہیں) یعنی اچھی بدعت ہے جو کہ شرعاً مذموم نہیں، بلکہ اگر اس کام کو عامۃ المسلمین اچھا سمجھ کر کریں تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا قرار پاتا ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# نابالغ بچے صف میں کھڑے ہوں تو کیا کیا جائے؟

**مجیب:** ابو محمد محمد فراز عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Web-675

**تاریخ اجراء:** 23ربیع الثانی 1444ھ/19نومبر2022ء

## دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

## سوال

نابالغ بچے صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں، ان کو پیچھے کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب تک نابالغ نے نماز شروع نہیں کی، تب تک سب نابالغ بچوں کو یہی کہا جائے کہ وہ پیچھے صف بنائیں، ان کو صف کے کونے میں بھی نہ بھیجا جائے، البتہ اگر کسی نابالغ نے نماز شروع کر دی ہے، تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ اگر وہ نماز پڑھنا جانتا ہے، اسے نماز پڑھنا آتی ہے، تب تو اس کو ہر گز پیچھے نہیں کریں گے، ہاں اگر وہ ایسا نابالغ ہے کہ اسے نماز پڑھنا آتی ہی نہیں ہے، وہ نماز پڑھنا جانتا ہی نہیں ہے، تو پھر اس کو پیچھے کر دیں گے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے تکبیر تحریمہ و دیگر تکبیرات کہنے کا حکم

**مجیب:** محمد سجاد عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Web-523

**تاریخ اجراء:** 23 صفر المظفر 1444ھ/20 ستمبر 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

## سوال

میرا سوال یہ ہے کہ امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے مقتدی کو بھی تکبیراتِ تحریمہ اور باقی تکبیرات کہنی ہوتی ہے یا نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

تنہا نماز ہو یا امام کے پیچھے، بہر صورت نماز شروع کرتے وقت تکبیر تحریمہ کہنا شرط ہے، تکبیرِ تحریمہ کہے بغیر نماز شروع ہی نہیں ہوتی۔ رہا امام کے پیچھے تکبیراتِ انتقالات کہنے کا مسئلہ، تو جس طرح تنہا نماز میں تکبیراتِ انتقالات کہنا سنت ہے اسی طرح جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں بھی سنت ہے۔

نمازِ جنازہ و عیدین میں (نمازِ جنازہ میں چار، اور عیدین میں چھ) زائد تکبیریں کہنا بھی (امام و مقتدی ہر ایک کیلئے) ضروری ہے، نماز جنازہ میں کہی جانے والی چار زائد تکبیریں، جنازہ کا رکن ہیں جبکہ عیدین کی زائد تکبیریں واجب ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# جماعت کے دوران اگلی صف کا خلا پر کرنا

**مجیب:** بلال نیاز مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-1011

**تاریخ اجراء:** 26 محرم الحرام 1444ھ / 25 اگست 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

جماعت ہو رہی ہو اور زید دیکھے کہ آگے کی صف خالی ہے اور پیچھے لوگوں نے نیت باندھ لی ہے تو کیا زید صف کو چیرتے ہوئے صف کو پورا کرے؟ جب کہ نمازیوں کے آگے سے گزرنا تو منع ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صف کے واجبات میں سے ایک واجب یہ ہے کہ جب تک اگلی صف پوری نہ ہو پچھلی صف شروع نہ کی جائے اور اگر کوئی اگلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے اسے پورا کیے بغیر پچھلی صف میں کھڑا ہو جائے تو اس صورت میں بعد میں آنے والے شخص کو صف کو چیرنا شرعاً جائز ہے بلکہ اسے حکم ہے کہ صف کو چیر کر اگلی صف میں جا کھڑا ہو اور خلا کو پر کرے اور اس کے لیے بشارت ہے کہ اللہ تعالی اس کی برکت سے اس کی مغفرت فرمادے گا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# رات کو دیر تک پڑھائی کرنے کی وجہ سے فجر کی جماعت ترک کرنے کا حکم

**مجیب:** ابو مصطفی محمد کفیل رضا مدنی

**فتوی نمبر:** Web-868

**تاریخ اجراء:** 06 شعبان المعظم 1444ھ/27 فروری 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

مجھ کو رات پڑھائی کرتے ہوئے دیر ہو جاتی ہے، تو کیا میں فجر کی نماز گھر میں پڑھ سکتا ہوں؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جماعت واجب ہو، تو رات دیر تک پڑھائی کرتے رہنا جماعت چھوڑنے کا عذر نہیں ہے، لہٰذا پڑھائی جلد ختم کریں تاکہ صبح باجماعت نماز فجر ادا کر سکیں، ورنہ جماعت چھوڑنے کی وجہ سے گنہگار ہوں گے۔

بہار شریعت میں ہے: ''عاقل، بالغ، حر، قادر پر جماعت واجب ہے، بلا عذر ایک بار بھی چھوڑنے والا گنہگار اور مستحق سزا ہے اور کئی بار ترک کرے، تو فاسق مردود الشہادۃ۔'' (بہار شریعت، جلد 01، صفحہ 582، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# ظہر کی نماز میں "بسم اللہ" بلند آواز سے پڑھنے کا حکم

**مجیب:** ابو مصطفی محمد کفیل رضا مدنی

**فتوی نمبر:** Web-846

**تاریخ اجراء:** 28 جمادی الاول 1444ھ / 23 دسمبر 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

ظہر کی نماز میں امام نے بھولے سے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" بلند آواز سے پڑھ دی، تو کیا نماز ہو جائے گی یا سجدہ سہو کرنا ہو گا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز میں تعوذ و تسمیہ آہستہ پڑھنا سنت ہے لہذا اگر امام صاحب نے بھول کر جہر (یعنی بلند آواز) سے پڑھ دی تو نماز ہو جائے گی مگر ایسا کرنا سنت کے خلاف ہے۔ سجدہ سہو لازم نہیں ہو گا۔

صدر الشریعہ حضرت مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نماز کی سنتیں بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: (۱۳) ثناو (۱۴) تعوذ و (۱۵) تسمیہ و (۱۶) آمین کہنا اور (۱۷) **ان سب کا آہستہ ہونا۔** (بہار شریعت جلد 01، صفحہ 522، 523، مکتبۃ المدینہ)

فقیہ ملت حضرت مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''نماز میں سورہ فاتحہ سے پہلے ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے اور سورہ فاتحہ کے بعد اگر اول سورۃ سے پڑھے، تو پڑھنا مستحب ہے قرأت سری ہو یا جہری مگر بسم اللہ آہستہ سے پڑھی جائے گی۔'' (فتاوی فقیہ، ملت جلد 01، صفحہ 102، شبیر برادرز، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# رکوع سے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہہ دیا تو کیا حکم ہے؟

**مجیب:** ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-1602

**تاریخ اجراء:** 12 شوال المکرم 1444ھ/03 مئی 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر امام صاحب رکوع سے اٹھتے وقت تسمیع کے بجائے اللہ اکبر کہہ لیں اور آخر میں سجدہ سہو بھی کرلیں تو کیا نماز ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیان کی گئی صورت میں امام اور ان مقتدیوں کی نماز ہو گئی، جن کی کوئی رکعت نہیں چھوٹی تھی اور تسمیع کے بجائے اللہ اکبر کہنے سے سجدہ سہو لازم نہ ہوا تھا لیکن اس کے باوجود امام نے سجدہ سہو کیا ہے تو یہ سجدہ سہو بلا سبب ہوا، ایسے سجدہ سہو کو جب مسبوق (یعنی جو ایک یا زائد رکعتیں ہو جانے کے بعد جماعت میں شامل ہوا) امام کی پیروی کرتے ہوئے امام کے ساتھ ادا کرے اور پھر اسے معلوم ہو کہ امام پر سجدہ سہو نہ تھا تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اس پر اس نماز کا دہرانا ضروری ہوتا ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے "اگر سجدہ سہو میں مسبوق اتباع امام کرے بعد کو معلوم ہو کہ یہ سجدہ بے سبب تھا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کہ ظاہر ہوا کہ محلِ انفراد میں اقتدا کیا تھا۔" (فتاوی رضویہ، ج8، ص185، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے "امام نے سجدۂ سہو کیا مسبوق نے اس کی متابعت کی جیسا کہ اسے حکم ہے، پھر معلوم ہوا کہ امام پر سجدۂ سہو نہ تھا، مسبوق کی نماز فاسد ہو گئی۔" (بہار شریعت، ج1، حصہ3، ص591، مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# کسی کی داڑھی نہ ہو ہو تو جماعت کا کیا حکم ہے؟

**مجیب:** ابوصدیق محمد ابوبکر عطاری

**فتوی نمبر:** WAT-1594

**تاریخ اجراء:** 08 شوال المکرم 1444ھ/29 اپریل 2023ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

قافلے میں کوئی داڑھی والا شخص موجود نہیں ہے سبھی بغیر داڑھی والے ہیں تو ایسی صورت میں غیر داڑھی والے کے پیچھے جماعت کرنا بہتر ہو گا یا اپنی نماز پڑھنا بہتر ہو گا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

داڑھی منڈانا یا ایک مٹھی سے کم کرنا، ناجائز و گناہ ہے۔ اور ایسا شخص فاسقِ معلن ہے اور فاسقِ معلن کو امام بنانا، جائز نہیں۔ اگر امام بنایا تو گناہ گار ہوں گے اور اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز دوہرانا واجب ہو گا، لہذا پوچھی گئی صورت میں اگر کوئی باشرع جامع شرائط امام میسر نہیں تو سب اکیلے اکیلے نماز ادا کریں۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام سے پہلے رکوع وسجود میں جانا کیسا؟

**مجیب:** ابو رجا محمد نور المصطفیٰ عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-1574

**تاریخ اجراء:** 21 رمضان المبارک 1444ھ/12 اپریل 2023ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

امام سے پہلے رکوع وسجود میں جانا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

امام سے پہلے رکوع وسجود وغیرہ ارکان ادا کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ فرائض وواجبات میں امام کی متابعت (یعنی پیروی) عمومی طور پر واجب ہوتی ہے۔ لہذا اس سے پہلے رکوع یا سجدہ کرنا گناہ ہے۔ پھر اگر مقتدی نے امام سے پہلے رکوع یا سجدہ کر لیا مگر سر اٹھانے سے پہلے امام بھی رکوع یا سجدے میں آگیا تو نماز درست ہو جائے گی۔ البتہ اگر امام کے اس رکوع یا سجدے میں پہنچنے سے پہلے ہی سر اٹھا لیا اور بعد میں وہ رکوع یا سجدہ دوبارہ بھی نہیں کیا تو اس صورت میں نماز ہی باطل ہو جائے گی۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# باجماعت وتر کی تیسری رکعت میں بلند آواز سے قراءت کرنا

**مجیب:** ابوالفیضان عرفان احمد مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-1571

**تاریخ اجراء:** 19 رمضان المبارک 1444ھ/10 اپریل 2023ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

وتر کی جماعت میں تیسری رکعت میں مکمل قراءت کرنا (سورۃ الفاتحہ کے ساتھ، سورت بھی ملانا) اور وہ بھی بلند آواز سے پڑھنا، کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حکم شرعی یہ ہے کہ فرض کی پہلی دونوں رکعتوں میں اور سنت ونوافل اور وتر کی ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ سورت ملانا واجب ہے اور جب وتر کی نماز باجماعت ادا کی جارہی ہے، تو اس میں قراءت بلند آواز سے کرنا بھی واجب ہے۔ لہٰذا وتر کی تیسری رکعت میں مکمل قراءت بلند آواز سے کرنا بھی شرعاً واجب ہے۔

بہار شریعت میں ہے "فجر و مغرب و عشا کی دو پہلی میں اور جمعہ و عیدین و تراویح اور وتر رمضان کی سب میں امام پر جہر واجب ہے اور مغرب کی تیسری اور عشا کی تیسری چوتھی یا ظہر و عصر کی تمام رکعتوں میں آہستہ پڑھنا واجب ہے۔"

(بہار شریعت، جلد 1 حصہ 3، صفحہ 544، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# مقتدی تشہد یا دعائے قنوت نہ پڑھے، تو اس کی نماز کا حکم

**مجیب:** ابو الحسن ذاکر حسین عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-1562

**تاریخ اجراء:** 16 رمضان المبارک 1444ھ/07 اپریل 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر مقتدی تشہد یا دعائے قنوت نہ پڑھے، تو اس کی نماز ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر مقتدی سہواً کوئی واجب چھوڑ دے، مثلاً تشہد پڑھنا بھول جائے، یا دعائے قنوت بالکل نہ پڑھے، تو اس صورت میں مقتدی پر سجدہ سہو وغیرہ کچھ لازم نہیں ہوگا، کہ امام کی اقتداء میں مقتدی کا سہو معاف ہے۔ البتہ اگر مقتدی قصداً کوئی واجب ترک کرے، تو اس صورت میں اس کی نماز واجب الاعادہ ہوگی، یعنی امام کے نماز مکمل کرنے کے بعد، واجب الاعادہ کی نیت سے مقتدی کو وہ نماز لوٹانی ہوگی۔

یاد رہے! اگر مقتدی مکمل دعائے قنوت نہ پڑھے، لیکن کچھ حصہ دعائے قنوت کا پڑھ لے، یا پھر مشہور دعائے قنوت کے علاوہ کوئی اور دعائے ماثورہ پڑھ لے، تو اس صورت میں اس کا واجب ادا ہو جائے گا، کہ وتر میں مشہور دعائے قنوت (اللھم انا نستعینک۔ الخ) ہی پڑھنا، واجب نہیں ہے، بلکہ دیگر دعائیں بھی پڑھ سکتے ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# قریب والی مسجد چھوڑ کر دور والی مسجد میں نماز پڑھنا

**مجیب:** عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

**فتوی نمبر:** WAT-1561

**تاریخ اجراء:** 16 رمضان المبارک 1444ھ/07 اپریل 2023ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اپنے گھر کے قریب مسجد ہونے کے باوجود دوسری مسجد میں نماز پڑھنے جانا کیسا ہے؟

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر گھر کے قریب کی مسجد میں سنی صحیح العقیدہ، صحیح القراءۃ، لائق امامت شخص کی اقتدا میں نماز ہوتی ہے تو گھر کی قریب کی مسجد چھوڑ کر دوسری مسجد میں نماز پڑھنے جانا، بہتر نہیں ہے لیکن اگر کوئی محلے کی مسجد چھوڑ کر دوسری مسجد میں جا کر نماز پڑھے گا تو بھی اس کی نماز ہو جائے گی۔ اور اگر دوسری مسجد میں جانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دوسری مسجد کا امام یا موذن ہے، یا اس کے نہ جانے سے اس کی جماعت میں خلل کا اندیشہ ہے یا کوئی اور وجہ شرعی ضروری ہے تو اب وہاں جانا ضروری ہے۔

فتاوی فیض الرسول میں ہے "قریب کی مسجد کی جماعت کو چھوڑ کر دور کی مسجد میں جانے والا اگر اس مسجد کا امام یا مؤذن یا مقیم جماعت ہو یعنی اس کے نہ جانے کے سبب جماعت میں خلل کا اندیشہ ہو یا کوئی اور وجہ شرعی ضروری ہو تو دور کی مسجد میں جانا ضروری ہے' اور اگر کوئی وجہ شرعی نہ ہو تو قریب کی مسجد کو چھوڑ کر دور کی مسجد میں جانا بہتر نہیں۔" (فتاوی فیض الرسول، ج 1، باب الجماعۃ، ص 347، شبیر برادرز لاہور)

وَاللهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# امام کو رکوع میں جانے کے بعد دعائے قنوت کے لیے لقمہ دینا

**مجیب:** محمد بلال عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-1473

**تاریخ اجراء:** 21رمضان المبارک1444ھ/17اپریل2023ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

نماز وتر کی جماعت ہو رہی تھی اور امام صاحب بھولے سے تکبیر قنوت کے بجائے رکوع میں چلے گئے اور مقتدیوں کے لقمہ دینے پر واپس آکر قنوت پڑھی اور آخر میں سجدہ سہو کیا، تو کیا اس صورت میں نماز ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں امام جب بھول کر رکوع میں چلا گیا تھا تو واپس لوٹنا جائز نہیں تھا اور نہ مقتدی کا لقمہ دینا جائز تھا ، پھر جب مقتدی نے لقمہ دیا تو اس کی نماز فاسد ہو گئی اور امام اس کے بتانے سے لوٹا تو امام کی بھی فاسد ہو گئی اور جب امام کی فاسد ہو گئی تو سب مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو گئی، لہذا نماز وتر دوبارہ پڑھنی ہو گی، سجدہ سہو کافی نہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# چوری کے اندیشے سے گھر میں نماز پڑھنا

**مجیب:** ابو الفیضان مولانا عرفان احمد عطاری

**فتوی نمبر:** WAT-1907

**تاریخ اجراء:** 23 محرم الحرام 1445ھ / 11 اگست 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر نماز پڑھنے جانا ہو اور راستے میں چور کا خطرہ ہو تو کیا گھر میں پڑھ سکتے ہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر واقعی راستے میں چور پڑنے کا صحیح اندیشہ ہو، جس سے اپنی جان یا مال پر خوف ہو تو گھر پر نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ علامہ علاو الدین محمد بن علی حصکفی علیہ الرحمۃ نے جن صورتوں میں جماعت واجب نہیں، اُن کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا: "وخوف علی مالہ۔۔۔ او ظالم" ترجمہ: اور اپنے مال پر خوف ہو یا کسی ظالم سے خوف ہو (تو ترکِ جماعت کی اجازت ہے۔)

اس کے تحت رد المحتار میں ہے "قولہ: (وخوف علی مالہ) ای: من لص ونحوہ۔۔ قولہ: (او ظالم) یخافہ علی نفسہ او مالہ" ترجمہ: یعنی چور وغیرہ سے مال پر خوف ہو۔ یا کسی ظالم سے اپنی جان یا مال پر خوف ہو۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج 02، ص 349، مطبوعہ: کوئٹہ)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام کی جہری قراءت کے وقت مقتدی کا ثناء پڑھنا

**مجیب:** مولانا محمد نوید چشتی عطاری

**فتوی نمبر:** WAT-1903

**تاریخ اجراء:** 28 محرم الحرام 1445ھ /16 اگست 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر امام جہری قراءت کر رہا ہو اور مقتدی جماعت میں پہلی رکعت میں امام کے ساتھ شامل ہوا، تو ثناء پڑھنے کا کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر امام جہری قراءت کر رہا ہو، تو مقتدی پر خاموشی رہنا اور توجہ سے قراءت سننا واجب ہے، لہٰذا اگر مقتدی اس وقت جماعت میں شامل ہوا کہ امام نے جہری قراءت شروع کر دی تھی تو مقتدی کے لیے ثناء پڑھنا جائز نہیں ہے نیز اب کسی اور موقع پر بھی نہیں پڑھیں گے، بلکہ یہ ساقط ہو جائے گی۔ فتاوی ہندیہ میں ہے "إذا أدرك الإمام في القراءة في الركعة التي يجهر فيها لا يأتي بالثناء. كذا في الخلاصة هو الصحيح" ترجمہ: مقتدی نے امام کو اس حالت میں پایا کہ وہ رکعت میں جہری قراءت کر رہا تھا تو یہ ثناء نہیں پڑھے گا، جیسا کہ خلاصہ میں ہے، یہی صحیح ہے۔ (فتاوی ھندیۃ، کتاب الصلاۃ، ج 1، ص 90، دار الفکر، بیروت)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# امام سجدۂ سہو کرے تو کیا مقتدی (پیچھے نماز پڑھنے والا) بھی سجدۂ سہو کرے گا؟

**مجیب:** مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

**فتوی نمبر:**Web-942

**تاریخ اجراء:**12ذیقعدۃ الحرام1444ھ/02جون2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

امام سجدہ سہو کرے، تو کیا اس کے پیچھے ہم بھی کریں گے جبکہ ہم امام کے پیچھے ہی نماز ادا کر رہے ہوں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! جب امام پر سجدۂ سہو واجب ہو اور وہ سجدۂ سہو کرے، تو امام کی متابعت میں مقتدی بھی سجدہ سہو ادا کرے گا ، البتہ مسبوق (مسبوق وہ ہے جو جماعت میں اُس وقت شامل ہوا جب کہ کچھ رکعتیں امام پڑھ چکا تھا اور آخر تک امام کے ساتھ رہا۔) امام کے ساتھ سجدہ سہو کرنے میں سجدہ سہو کا سلام نہیں پھیرے گا بلکہ صرف دو سجدے کرے گا، اگر سلام میں جان بوجھ کر امام کی متابعت کرے گا، اگرچہ یہ ہی سمجھ کر کہ مجھے شرعاً امام کے ساتھ سلام پھیرنا لازم ہے، تو بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔ ہاں! اگر بھولے سے امام کے ساتھ سلام پھیرا، تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر امام کے بالکل ساتھ ساتھ یا کچھ پہلے سلام پھیرے، تو نہ نماز فاسد ہو گی اور نہ سجدہ سہو لازم اور اگر مسبوق بھولے سے امام کے ذرا بعد سلام پھیرے، تو اس پر اپنی نماز کے آخر میں سجدہ سہو لازم ہو گا اور نماز ہو جائے گی۔

فتاوی رضویہ میں ہے: ''مسبوق صرف سجدہ میں متابعت کرے، نہ سلام میں، اگر سلام میں قصداً متابعت کرے گا اگرچہ اپنے جہل سے یہ ہی سمجھ کر کہ مجھے شرعاً سلام میں بھی اتباعِ امام چاہئے تو نماز اس کی فاسد ہو جائے گی، ہاں اگر سہواً سلام کیا تو نماز مطلق نہ جائے گی اور سجدہ سہو بھی اپنی نماز کے آخر میں کرنا نہ ہو گا اگر یہ سلام سہواً سلامِ امام سے پہلے یا معاً اس کے ساتھ ساتھ بغیر تاخیر کے تھا اور اگر سلامِ امام کے بعد بھول کر سلام پھیرا تو اس سجدہ سہو میں تو امام کی متابعت کرے ہی، پھر جب اپنی باقی نماز کو کھڑا ہو تو اس کے ختم پر اس کے سہو سلام کے لئے سجدہ سہو کرے۔'' (فتاوی رضویہ، جلد07، صفحہ238، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# کیا تاخیر سے شامل ہونے والا مقتدی ثنا پڑھے گا؟

**مجیب:** مفتی محمد قاسم عطاری

**تاریخ اجراء:** ماہنامہ فیضانِ مدینہ جولائی 2023ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مقتدی امام کے قیام کے دوران نماز میں شریک ہو تو اُسے ثنا یعنی "سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ۔۔۔ الخ" پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر مقتدی اُس وقت نماز میں شریک ہوا کہ امام صاحب بلند آواز سے سورۃُ الفاتحہ کی تلاوت شروع کر چکے ہیں تو اُسے حکم یہ ہے کہ تکبیرِ تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھے اور خاموشی اور توجہ کے ساتھ قرآنِ پاک کی تلاوت سماعت کرے۔ اب "ثنا" پڑھنے کی اجازت نہیں، البتہ اگر امام صاحب آہستہ قراءت کر رہے ہیں، جیسا کہ ظہر اور عصر کی نماز میں آہستہ تلاوت کی جاتی ہے یا جہری نماز ہی تھی، لیکن ابھی امام صاحب نے قراءت شروع نہیں کی تو مقتدی کو چاہئے کہ تکبیرِ تحریمہ کے بعد ثنا پڑھ لے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# دو افراد جماعت کیسے کروائیں؟

**مجیب:** مفتی محمد ہاشم خان عطاری مدنی

**تاریخ اجراء:** ماہنامہ فیضانِ مدینہ جون 2023

## دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر نماز کے لئے دو آدمی ہوں اور ان میں سے ایک مقتدی بن جائے اور ایک امام تو اس صورت میں ان کی نماز، باجماعت ادا کرنا قرار پائے گی؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! اگر نماز کے لئے دو آدمی ہوں اور ان میں سے ایک مقتدی بن جائے تو اس صورت میں بھی ان کی نماز باجماعت قرار پائے گی اور اس صورت میں مقتدی امام کی دائیں جانب کھڑا ہوگا کیونکہ جمعہ اور عیدین کے علاوہ دیگر نمازوں کی جماعت کے لئے امام کے ساتھ ایک مقتدی کا ہونا بھی کفایت کرتا ہے اگرچہ وہ ایک مقتدی سمجھ بوجھ رکھنے والا بچہ ہی کیوں نہ ہو۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام کے سجدہ سہو سے پہلے مسبوق کھڑا ہو گیا تو کیا کرے؟

**مجیب:** ابو الفیضان عرفان احمد مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-1744

**تاریخ اجراء:** 27ذوالقعدۃ الحرام1444ھ/16جون2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر مسبوق امام کے سجدہ سہو سے پہلے، آخری سلام سمجھ کر اپنی چھوٹی ہوئی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو گیا پھر پتا چلا کہ امام نے تو نماز ختم کرنے کے لیے سلام نہیں پھیرا، بلکہ سجدہ سہو کرنے کے لیے سلام پھیرا ہے، تو اب مقتدی اپنی چھوٹی ہوئی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہو گا۔ وہ کیا کرے۔ براہِ کرم جواب ارشاد فرمایئے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں مسبوق کو حکم یہ ہے کہ فوراً واپس آئے سجدہ سہو میں شریک ہو اور اگر واپس نہیں لوٹا، بلکہ نماز جاری رکھی اور بقیہ رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تو آخر میں دو سجدے بطورِ سہو کرے۔

بہارِ شریعت میں ہے: اپنی فوت شدہ پڑھنے کے لیے کھڑا ہو گیا اور امام کو سجدۂ سہو کرنا ہے، اگرچہ اس کی اقتدا کے پہلے ترک واجب ہوا ہو تو اُسے حکم ہے کہ لوٹ آئے، اگر اپنی رکعت کا سجدہ نہ کر چکا ہو اور نہ لوٹا تو آخر میں یہ دو سجدۂ سہو کرے۔ (بہارِ شریعت، جلد1، صفحہ590، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت اور اس کا حکم

**مجیب:** ابو الفیضان عرفان احمد مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-1725

**تاریخ اجراء:** 19 ذوالقعدۃ الحرام 1444ھ/08 جون 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی کتنی فضیلت ہے اور اکیلے نماز پڑھنے کی کیا فضیلت ہے، دونوں میں فرق کتنا ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اسلام میں باجماعت نماز پڑھنے کی بہت زیادہ اہمیت ہے، حدیثِ پاک کے مطابق نمازِ باجماعت تنہا (یعنی اکیلے) پڑھنے سے 27 درجے افضل ہے۔ آزاد، عاقل، بالغ، قادر شخص پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب و ضروری ہے، جان بوجھ کر بغیر کسی صحیح مجبوری کے ایک بار بھی جماعت چھوڑنے والا گناہ گار ہے، مستحقِ عذاب ہے اور کئی بار ترک کرے تو فاسق اور مردود الشہادۃ ہے۔

چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے: عن عبد اللہ بن عمر رضي اللہ عنهما أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: "صلاة الجماعة أفضل من صلاة الفذ بسبع وعشرين درجة" ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (عزوجل و صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم) نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجے افضل ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاۃ الجماعۃ۔۔۔ الخ، ج 1، ص 450، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

بہارِ شریعت میں ہے "عاقل، بالغ، حر (آزاد)، قادر پر جماعت واجب ہے، بلا عذر ایک بار بھی چھوڑنے والا گنہگار اور مستحق سزا اور کئی بار ترک کرے، تو فاسق مردود الشہادۃ اور اس کو سخت سزا دی جائے گی، اگر پڑوسیوں نے سکوت کیا تو وہ بھی گنہگار ہوئے۔" (بہارِ شریعت، جلد 1، حصہ 3، صفحہ 582، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# جماعت میں نہ ہوتے ہوئے امام سے آیت سجدہ سنی تو سجدہ تلاوت کا حکم؟

**مجیب:** مولانا محمد فراز عطاری مدنی

**مصدق:** مفتی فضیل رضا عطّاری

**تاریخ اجراء:** ماہنامہ فیضانِ مدینہ اکتوبر 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے امام سے آیتِ سجدہ سنی اور اس وقت وہ نماز میں شامل نہیں تھا بعد میں شامل ہوا، تو کیا اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہو گا یا نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں جس نے امام سے آیتِ سجدہ سنی اور اس وقت نماز میں شامل نہیں تھا، اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہے۔ سجدہ کرنے کے حوالے سے تفصیل یہ ہے کہ آیتِ سجدہ سننے کے بعد امام کے سجدۂ تلاوت کرنے سے پہلے نماز میں شامل ہوا، تو امام کے ساتھ سجدہ کرے۔ اور اگر امام کے سجدۂ تلاوت کرنے کے بعد اسی رکعت میں شامل ہوا جس میں امام نے آیتِ سجدہ تلاوت کی تھی، تو وہ سجدہ نہیں کرے گا، امام کا سجدہ اسے کافی ہے، کیونکہ رکعت پانے کی وجہ سے وہ سجدہ کو پانے والا قرار پائے گا، اگر اس رکعت کے علاوہ کسی اور رکعت میں شامل ہوا، تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کرے۔ یاد رہے اگر وہ نماز میں شامل ہی نہ ہوتا، تب بھی اس پر سجدہ کرنا واجب ہوتا۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام کا بعض مقتدیوں کے ساتھ بلند جگہ پر جماعت کروانا

**مجیب:** ابوالفیضان مولانا عرفان احمد عطاری

**فتوی نمبر:** WAT-2062

**تاریخ اجراء:** 25ربیع الاول1445ھ /12اکتوبر2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

ہمارے یہاں مسجد میں اسٹیج لگا تھا۔ اُس پر امام صاحب نے جمعہ کی نماز پڑھائی ہے۔ امام صاحب کے ساتھ اسٹیج پر دو صفیں بھی تھیں۔ اسٹیج عام صفوں سے 15 فٹ اونچا تھا۔ اس نماز کے متعلق شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں جب دو صفیں امام صاحب کے ساتھ ہی اسٹیج پر قائم تھیں، تو نماز بلا کراہت درست ہے۔

فتاویٰ شامی میں ہے: "لو كان بعض القوم مع الإمام، قيل يكره والأصح لا وبه جرت العادة في جوامع المسلمين في أغلب الأمصار۔ "ترجمہ: اگر بعض مقتدی امام کے ساتھ بلند جگہ پر کھڑے ہوں تو ایک قول یہ ہے کہ یہ بھی مکروہ ہے، جبکہ قولِ صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں۔ اِسی پر اکثر شہروں کی جامع مساجد میں لوگوں کی عادت جاری ہے۔ (فتاویٰ شامی، جلد02، صفحہ 501، مطبوعہ: کوئٹہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# میاں بیوی کا نفل نماز جماعت سے ادا کرنا

**مجیب:** ابوالفیضان مولانا عرفان احمد عطاری

**فتوی نمبر:** WAT-2032

**تاریخ اجراء:** 10 ربیع الاول 1445ھ / 27 ستمبر 2023ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا میاں بیوی ایک ساتھ نفل نماز کبھی کبھار جماعت کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جی ہاں! میاں بیوی نفل نماز جماعت کے ساتھ ادا کرسکتے ہیں، جماعت کا طریقہ کار یہ ہے کہ مرد جماعت کروائے اور عورت جماعت میں مرد کے پیچھے کھڑی ہو یا کم از کم ایسی جگہ کہ عورت کی پنڈلی مرد کی پنڈلی یا اس کے کسی عضو کے برابر نہ ہو۔

فتاوی رضویہ میں ہے "اگر عورت اس قدر پیچھے کھڑی ہے کہ اس کی ساق مرد کی ساق یا کسی عضو کے محاذی نہیں تو اقتدا صحیح ہے اور دونوں کی نماز ہو جائے گی" (فتاوی رضویہ، ج06، ص492، رضافاونڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے: "اگر اکیلی عورت مقتدی ہے تو پیچھے کھڑی ہو۔" (بہار شریعت جلد1، حصہ3، صفحہ585، مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# دو آدمیوں کے جماعت سے نماز ادا کرنے کا طریقہ

**مجیب:** ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-2015

**تاریخ اجراء:** 06 ربیع الاول 1445ھ / 23 ستمبر 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر صرف دو ہی شخص ہوں، تو جماعت کس طرح کروائی جائے گی یعنی اس صورت میں مقتدی کہاں کھڑا ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جب صرف دو ہی شخص ہوں، ایک امام اور ایک مقتدی ہو تو اب سنت یہ ہے کہ مقتدی امام کے برابر سیدھی جانب کھڑا ہو۔ اور برابر کھڑے ہونے میں اس چیز کا لحاظ فرض ہے کہ قیام، رکوع، سجود کسی بھی رکن میں اس کے پاؤں کا ٹخنہ، امام کے ٹخنے سے آگے نہ بڑھے۔

سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: ”جب صرف ایک مقتدی ہو تو سنت یہی ہے کہ وہ امام کے برابر داہنی طرف کھڑا ہو مگر اس کا لحاظ فرض ہے کہ قیام، قعود، رکوع، سجود کسی حالت میں اس کے پاؤں کا گِٹّا، امام کے گِٹّے سے آگے نہ بڑھے۔“ (فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 201، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# مقتدی کے ملنے سے پہلے امام کو سہو ہوا تو مقتدی پر سجدہ سہو کا حکم

**مجیب:** مولانا ذاکر حسین عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-2008

**تاریخ اجراء:** 03 ربیع الاول 1445ھ / 20 ستمبر 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

امام کے ساتھ چوتھی رکعت میں مقتدی شامل ہوا، اور امام کو پہلی، دوسری یا تیسری رکعت میں سجدہ سہو لازم ہو گیا، اور مقتدی کو اس کا علم نہیں ہے، تو کیا اس صورت میں جب امام سجدہ سہو کرے گا، تو مقتدی بھی کرے گا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! جب امام پر سجدۂ سہو واجب ہو اور وہ سجدۂ سہو کرے، تو امام کی متابعت میں مقتدی بھی سجدہ سہو ادا کرے گا، اگرچہ امام سے جب غلطی ہوئی تھی، اس وقت مقتدی نماز میں نہیں تھا۔ البتہ مسبوق (مسبوق وہ ہے جو جماعت میں اُس وقت شامل ہوا جب کہ کچھ رکعتیں امام پڑھ چکا تھا اور آخر تک امام کے ساتھ رہا۔) امام کے ساتھ سجدہ سہو کرنے میں سجدہ سہو کا سلام نہیں پھیرے گا بلکہ صرف دو سجدے کرے گا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# ظہر کی جماعت کھڑی ہونے کے بعد سنتیں پڑھنا

**مجیب:** مولانا محمد بلال عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-1916

**تاریخ اجراء:** 03صفر المظفر1445ھ /21اگست2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر ظہر کی جماعت کھڑی ہوگئی ہے تو اس صورت میں کیا سنتیں پہلے یا بعد میں پڑھ سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ظہر کی جماعت کے لیے اقامت ہوگئی تو اب سنتیں پڑھے بغیر ہی جماعت میں شامل ہونے کا حکم ہے، جماعت قائم ہونے کے بعد ظہر کی سنتیں شروع کرنا مکروہ تحریمی ہے، اس صورت میں یہ سنتیں جماعت کے بعد پڑھنی ہوں گی اور افضل یہ ہے کہ فرضوں کے بعد کی دو سنتیں پڑھ کر پھر سنت قبلیہ کی چار رکعتیں پڑھیں۔

بہار شریعت میں ہے "جماعت قائم ہونے کے بعد کسی نفل کا شروع کرنا جائز نہیں سوا سنت فجر کے کہ اگر یہ جانے کہ سنت پڑھنے کے بعد جماعت مل جائے گی، اگرچہ قعدہ ہی میں شامل ہو گا تو سنت پڑھ لے۔" (بہار شریعت، ج1، حصہ 4، ص665، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بہار شریعت میں ہے "ظہر یا جمعہ کے پہلے کی سنت فوت ہوگئی اور فرض پڑھ لیے تو اگر وقت باقی ہے بعد فرض کے پڑھے اور افضل یہ ہے کہ پچھلی سنتیں پڑھ کر ان کو پڑھے۔" (بہار شریعت، ج1، حصہ4، ص664، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

**نوٹ:** یاد رہے کہ! ظہر کی سنتِ قبلیہ فرضوں سے پہلے پڑھنا سنت موکدہ ہے اور سنت موکدہ کا ایک آدھ بار ترک برا اور ترک کی عادت بنانا شرعا گناہ ہے، لہذا جماعت سے اتنا وقت پہلے آئیں کہ چار سنتیں پڑھ لیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# امام کے بیہوش ہونے کی صورت میں مقتدی کا نماز پڑھانا

**مجیب:** ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-1912

**تاریخ اجراء:** 01 صفر المظفر 1445ھ / 19 اگست 2023ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر امام کی طبیعت خراب ہو جائے اور وہ بیہوش ہو جائے، تو پیچھے سے کوئی خود بخود اس کی جگہ کھڑا ہو کر جماعت کروا سکتا ہے یعنی اب کوئی خود بخود اس کا خلیفہ بن سکتا ہے؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

امام پر بے ہوشی طاری ہو جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے لہذا ایسی صورت میں کسی مقتدی کے امام کی جگہ آ کر نماز مکمل کرا دینے سے نماز نہیں ہو گی بلکہ اُس نماز کو نئے سرے سے پڑھنا ضروری ہو گا۔ چنانچہ بہار شریعت میں ہے: "امام کو جنون ہو گیا یا بے ہوشی طاری ہوئی یا قہقہہ لگایا یا کوئی موجب غسل پایا گیا، تو ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو گئی، سرے سے پڑھے۔" (بہار شریعت، ج 01، حصہ 3، صفحہ 602، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# مسبوق کی دو رکعتیں رہتی ہوں تو کیا وہ ان میں قراءت کرے گا؟

**مجیب:** مولانا محمد ماجد رضا عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Web-1147

**تاریخ اجراء:** 16 ربیع الثانی 1445ھ / 01 نومبر 2023ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر مقتدی جماعت میں آخری دو رکعت میں شامل ہوا تو جب مقتدی اپنی دو رکعت بعد میں پڑھے گا تو اس کو سورہ فاتحہ کے بعد سورت پڑھنی ہو گی؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

مسبوق جب اپنی بقیہ دو رکعتیں پڑھے گا تو اس میں سورہ فاتحہ کے بعد سورت بھی ملائے گا کیونکہ یہ دو رکعتیں قراءت کے حق میں پہلی اور دوسری رکعت قرار پائیں گی اور فرائض کی پہلی اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورت ملانا واجب ہے۔

بہارِ شریعت میں ہے: ”مسبوق نے جب امام کے فارغ ہونے کے بعد اپنی شروع کی، تو حقِ قراءت میں یہ رکعت اول قرار دی جائے گی۔۔۔ دو ملی ہیں دو جاتی رہیں، تو ان دونوں میں قراءت کرے۔“ (بہارِ شریعت، ملتقطاً، جلد 1، صفحہ 590، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَ اللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّم

# آخری قعدے میں شامل ہونے سے جماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

**مجیب:** مولانا محمد شفیق عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-2274

**تاریخ اجراء:** 02 جمادی الثانی 1445ھ / 16 دسمبر 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر ظہر کی جماعت میں سلام پھیرنے سے پہلے شامل ہو گئے، تو کیا جماعت کا ثواب ملے گا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں ظہر یا کسی بھی فرض نماز کی جماعت میں امام کے سلام پھیرنے سے پہلے اگر قعدۂ اخیرہ یعنی آخری قعدے میں بیٹھ گئے، تو جماعت کا ثواب مل جائے گا، مگر شروع سے جماعت میں شامل ہونے والے نمازی کے مقابلے میں کم ثواب ملے گا۔

بہار شریعت میں ہے "چار رکعت والی نماز جسے ایک رکعت امام کے ساتھ ملی، تو اُس نے جماعت نہ پائی، ہاں جماعت کا ثواب ملے گا، اگرچہ قعدۂ اخیرہ میں شامل ہوا ہو بلکہ جسے تین رکعتیں ملیں، اس نے بھی جماعت نہ پائی، جماعت کا ثواب ملے گا، مگر جس کی کوئی رکعت جاتی رہی، اُسے اتنا ثواب نہ ملے گا، جتنا اوّل سے شریک ہونے والے کو ہے۔ اس مسئلہ کا مَحصل (خلاصہ) یہ ہے کہ کسی نے قسم کھائی، فلاں نماز جماعت سے پڑھے گا اور کوئی رکعت جاتی رہی، تو قسم ٹوٹ گئی، کفارہ دینا ہو گا۔ تین اور دو رکعت والی نماز میں بھی ایک رکعت نہ ملی، تو جماعت نہ ملی اور لاحق کا حکم پوری جماعت پانے والے کا ہے۔" (بہارِ شریعت، جلد1، حصہ4، صفحہ698، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# عشاء پڑھنے والے کے پیچھے مغرب کی نماز پڑھنا

**مجیب:** ابوالفیضان مولانا عرفان احمد عطاری

**فتوی نمبر:** WAT-2104

**تاریخ اجراء:** 19ربیع الاول1445ھ/06اکتوبر2023ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

ایک شخص نمازِ عشاء پڑھنے لگا ہے، دوسرا آکر کہتا ہے کہ میری نمازِ مغرب رہتی ہے، میں نمازِ مغرب میں تمہاری اقتدا کرلیتا ہوں، کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ نمازِ عشاء پڑھنے والے کے پیچھے مغرب کی نماز کی نیت کی جائے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں نمازِ عشاء پڑھنے والے کے پیچھے مغرب پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوگی، کیونکہ دونوں کی نماز ایک نہیں اور اقتدا کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ دونوں کی نماز ایک ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "لا یصح اقتداء مصلي الظهر بمصلي العصر"۔(فتاویٰ عالمگیری، کتاب الصلاۃ، جلد1، صفحہ86، مطبوعہ کوئٹہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# ظہر وعصر یا مغرب کی کچھ رکعتیں رہ جانے کی صورت میں ادائیگی کا طریقہ

**مجیب:** مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Web-1058

**تاریخ اجراء:** 11 صفر المظفر 1445ھ / 29 اگست 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

ظہر، عصر کی دو رکعتیں رہ جائیں، یا مغرب کی دو رکعتیں رہ جائیں تو مسبوق ان کو کیسے پڑھے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسبوق کی ظہر یا عصر کی دو رکعتیں رہ جائیں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد (درمیان میں قعدہ کئے بغیر) بقیہ دو رکعتیں (فاتحہ وسورت ملا کر) پڑھ کر قعدہ اخیرہ کر کے تشہد، درود ابراہیمی اور دعائے ماثورہ پڑھ کر سلام پھیر دے، نماز مکمل ہو گئی۔ اور اگر اس کی مغرب کی دو رکعتیں رہ گئی ہیں تو امام کے سلام پھیرنے کے بقیہ رکعتیں (فاتحہ وسورت ملا کر) پڑھتے ہوئے دوسری رکعت (جو کہ امام کے بغیر تنہا نماز پڑھتے ہوئے اس کی پہلی رکعت ہے) کے بعد قعدہ اولیٰ کر کے تشہد پڑھ کر تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو جائے اور تیسری رکعت (فاتحہ وسورت ملا کر) مکمل کرنے کے بعد قعدہ اخیرہ کر کے تشہد درود ابراہیمی و دعائے ماثورہ پڑھ کر سلام پھیر دے، نماز مکمل ہو گئی۔

بہارِ شریعت میں ہے: ”مسبوق نے جب امام کے فارغ ہونے کے بعد اپنی شروع کی تو حقِ قراءت میں یہ رکعتِ اوّل قرار دی جائے گی اور حقِ تشہد میں پہلی نہیں بلکہ دوسری تیسری چوتھی جو شمار میں آئے مثلاً تین یا چار رکعت والی نماز میں ایک اسے ملی تو حقِ تشہد میں یہ جواب پڑھتا ہے، دوسری ہے، لہٰذا ایک رکعت فاتحہ و سورت کے ساتھ پڑھ کر قعدہ کرے۔“ (بہارِ شریعت، حصہ 3، صفحہ 590، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# پہلے سلام کے بعد مسبوق کے کھڑے ہو جانے کا حکم

**مجیب:** مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Web-1225

**تاریخ اجراء:** 15 جمادی الثانی 1445ھ / 30 نومبر 2023ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر مسبوق امام صاحب کے پہلے سلام کے بعد ہی کھڑا ہو جائے تو کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جائز ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ پہلے سلام کے بعد جب امام دوسرے سلام کیلئے الفاظ سلام کہنا شروع کرے اس وقت کھڑا ہو تا کہ یہ اطمینان حاصل ہو جائے کہ امام نے سجدہ سہو کا سلام نہیں پھیرا یعنی اگر امام پر سجدہ سہو ہو تو مقتدی شامل ہو جائے گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# کیا ایسا شخص جس کی داڑھی چھوٹی ہو وہ تراویح پڑھا سکتا ہے؟

**مجیب:** مولانا سید مسعود علی عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Web-1196

**تاریخ اجراء:** 22 جمادی الاول 1445ھ / 07 دسمبر 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا ایسا شخص جس کی داڑھی چھوٹی ہو وہ تراویح کی نماز پڑھا سکتا ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جو شخص داڑھی منڈاتا یا ایک مٹھی سے گھٹاتا ہو وہ فاسقِ معلن ہے اس کو امام بنانا، جائز نہیں گناہ ہے۔ اس کے پیچھے کوئی بھی نماز جائز نہیں چاہے فرض نماز ہو یا تراویح۔ دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ ہاں اگر کسی کی داڑھی قدرتی طور پر ہی چھوٹی ہو وہ داڑھی کٹواتا نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز اور تراویح پڑھ سکتے ہیں جبکہ وہ امامت کی دیگر شرائط پر پورا اُترتا ہو۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی وقار الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مذہب صحیح پر ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے۔ منڈوانے والا یا کاٹ کر حد شرعی سے کم کرنے والا فاسق ہے۔ فاسق کی امامت مکروہ اور اس کو امام بنانا گناہ ہے۔ اس کے پیچھے جو نمازیں پڑھی جائیں گی، ان کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ فرض اور تراویح سب کا حکم ایک ہی ہے۔ جو حفاظ ایسا کرتے ہیں کہ رمضان میں داڑھی رکھتے ہیں اور رمضان کے بعد کٹوا دیتے ہیں، وہ عوام اور شریعت کو دھوکہ دیتے ہیں اور شریعت کو دنیا کمانے کے لیے استعمال کرتے ہیں، ان لوگوں کے قول و فعل کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔" (وقار الفتاوی، جلد 2، صفحہ 223، مطبوعہ بزم وقار الدین، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# گونگے کی امامت کا حکم

**مجیب:** ابوحفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-2337

**تاریخ اجراء:** 23 جمادی الثانی 1445ھ/06 جنوری 2024ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا گونگا شخص ان لوگوں کا امام بن سکتا ہے جو صحیح بول سکتے ہوں؟ اسی طرح سب گونگے ہوں تو کیا ان کا امام کوئی گونگا بن سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

گونگا شخص، ایسے کا امام نہیں بن سکتا، جو کم از کم صحیح طور پر تکبیر تحریمہ کہہ سکتا ہو، ہاں اگر کوئی ایسا شخص ہو جو بول تو صحیح سکتا ہے لیکن تحریمہ بھی صحیح طور پر نہیں کہہ سکتا تو گونگا، اس کا امام بن سکتا ہے، اسی طرح گونگا شخص، دوسرے گونگوں کا امام ہو سکتا ہے، جبکہ امامت کی شرائط موجود ہوں۔ در مختار میں ہے "(و) لا (حافظ آیۃ من القرآن بغیر حافظ لها) وھوالامی ولا امی باخرس لقدرۃ الامی علی التحریمۃ" ترجمہ: جسے قرآن پاک کی ایک آیت یاد ہو وہ اس کی اقتدا نہیں کر سکتا جسے ایک آیت بھی یاد نہیں اور ایسا شخص امی ہوتا ہے اور امی، گونگے کی اقتدا نہیں کر سکتا کہ امی کو تکبیر تحریمہ کہنے پر قدرت ہوتی ہے۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے "قولہ: (ولا امی باخرس) اما اقتداء اخرس باخرس او امی بامی فصحیح ۔۔۔ اذا لم یقدر صح اقتداء کل منهما بالآخر" ترجمہ: ہاں گونگا، گونگے کی اقتدا کرے یا امی، امی کی تو یہ درست ہے۔ جب امی کو تحریمہ پر قدرت نہ ہو تو اب امی اور گونگے میں سے ہر ایک کا دوسرے کی اقتدا کرنا درست ہے۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب الامامۃ، ج02، ص391، کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے "اُمّی گونگے کی اقتدا نہیں کر سکتا، گونگا اُمّی کی کر سکتا ہے اور اگر اُمّی صحیح طور پر تحریمہ بھی باندھ نہیں سکتا تو گونگے کی اقتدا کر سکتا ہے۔" (بہار شریعت، ج01، حصہ03، ص570، مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# قضا نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا

**مجیب:** مولانا محمد سعید عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-2287

**تاریخ اجراء:** 07 جمادی الثانی 1445ھ / 21 دسمبر 2023ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

قضا نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جائے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر کسی عام عذر کی وجہ سے پوری جماعت بھر کی نماز قضا ہو گئی تو جماعت سے پڑھیں، یہی افضل و مسنون ہے اور مسجد میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اور اگر کسی خاص وجہ سے بعض افراد کی نماز قضاء ہوئی تو گھر میں تنہا پڑھیں کہ گناہ کا اظہار بھی گناہ ہے اور قضا حتی الامکان جلد ہونی چاہیئے۔

فتاوی رضویہ میں ہے "اگر کسی امر عام کی وجہ سے جماعت بھر کی نماز قضا ہو گئی تو جماعت سے پڑھیں، یہی افضل و مسنون ہے اور مسجد میں بھی پڑھ سکتے ہیں، اور جہری نمازوں میں امام پر جہر واجب ہے اگرچہ قضا ہو۔ اور اگر بوجہ خاص بعض اشخاص کی نماز جاتی رہی تو گھر میں تنہا پڑھیں کہ معصیت کا اظہار بھی معصیت ہے قضا حتی الامکان جلد ہو، تعیین وقت کچھ نہیں ایک وقت میں سب وقتوں کی پڑھ سکتا ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج08، ص162، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# مسبوق اپنی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورت ملائے گا یا نہیں؟

**مجیب:** مولانا محمد شفیق عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-2282

**تاریخ اجراء:** 05 جمادی الثانی 1445ھ / 19 دسمبر 2023ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

مسبوق جب اپنی نماز پڑھنے کھڑا ہو، تو تیسری و چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملائے گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

نماز کی جماعت میں سے جس نمازی کی کوئی رکعت رہ جائے، اسے مسبوق کہتے ہیں اور مسبوق اپنی نماز میں منفرد کی طرح ہوتا ہے اور مسئلہ یہ ہے کہ فرائض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورت ملانا واجب نہیں، البتہ منفرد کے لئے فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا بھی افضل ہے اور اس کے ساتھ سورت ملانا بھی افضل ہے۔ لہذا پوچھی گئی صورت میں اگر یہ شخص چار رکعتی نماز کی چوتھی رکعت کے رکوع کے بعد جماعت میں شامل ہوا تو جب یہ اپنی رہ جانے والی رکعتیں پڑھنے کے لیے کھڑا ہو گا، تو پہلی دو رکعتوں میں تو فاتحہ و سورت پڑھنا لازمی ہو گا، اور تیسری و چوتھی میں فاتحہ کا پڑھنا افضل ہے اور سورت کا ملانا بھی افضل ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے "وأما في الأخريين فالأفضل أن يقرأ فيهما بفاتحة الكتاب" ترجمہ: فرض کی آخری دو رکعتوں میں افضل یہ ہے کہ فاتحہ پڑھے۔ (بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، ج 1، ص 111، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# کیا دو آدمی مل کر تراویح پڑھا سکتے ہیں؟

**مجیب:** ابو الفیضان مولانا عرفان احمد عطاری

**فتوی نمبر:** WAT-2540

**تاریخ اجراء:** 26 شعبان المعظم 1445ھ / 08 مارچ 2024ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا دو لوگ تراویح سنا سکتے ہیں، مثلاً دس رکعات ایک بندہ اور دس رکعات دوسرا بندہ پڑھائے، تو تراویح ہو جائے گی؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

دو افراد مل کر تراویح پڑھا سکتے ہیں، اس میں شرعاً حرج نہیں اور مستحب طریقہ یہ ہے کہ ترویحہ (ہر چار رکعت پر کچھ وقت وقفہ کرنے کو ترویحہ کہتے ہیں) مکمل کرنے کے بعد دوسرا شخص آگے آئے، مثلاً آٹھ ایک کے پیچھے اور بارہ دوسرے کے۔ لہذا ترویحہ سے پہلے، مثلاً دو یا چھ رکعت کے بعد امام کا بدل جانا، بہتر نہیں، البتہ نماز ہو جائے گی۔

بحر الرائق میں ہے: وفي الخلاصة إذا صلى الترويحة الواحدة إمامان كل إمام ركعتين اختلف المشايخ والصحيح أنه لا يستحب ولكن كل ترويحة يؤديها إمام واحد "ترجمہ: خلاصہ میں ہے کہ جب ایک ترویحہ دو امام یوں پڑھائیں کہ ہر امام دو رکعتیں پڑھائے تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ ایسا کرنا مستحب نہیں، ہاں ہر ترویحہ ایک امام پڑھائے تو حرج نہیں۔ (بحر الرائق، کتاب الصلاۃ، جلد 2، صفحہ 73،74، دار الکتاب الإسلامي)

بہار شریعت میں ہے "افضل یہ ہے کہ ایک امام کے پیچھے تراویح پڑھیں اور دو کے پیچھے پڑھنا چاہیں تو بہتر یہ ہے کہ پورے ترویحہ پر امام بدلیں، مثلاً آٹھ ایک کے پیچھے اور بارہ دوسرے کے۔ (بہار شریعت، ج 1، حصہ 4، ص 692، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# مسبوق کی ایک رکعت باقی تھی مگر بھول کر امام کے ساتھ پھیر دیا تو حکم

**مجیب:** مولانا محمد فراز عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Web-1283

**تاریخ اجراء:** 18 رجب المرجب 1445ھ /30 جنوری 2024ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

حضرت میں عشاء کی نماز میں ایک رکعت چھوٹنے کے بعد شامل ہوا، جب امام صاحب کی چار رکعت ہوئی تو میری تین ہوئی تھیں۔ امام صاحب نے جب پہلا سلام پھیرا، تو میں نے بھی بھولے سے ایک طرف امام صاحب کے ساتھ سلام پھیر دیا اور امام صاحب کے دوسری طرف سلام پھیرنے پر مجھے یاد آگیا اور میں اپنی باقی رکعت ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو گیا، اس صورت میں میرے لئے کیا حکم ہو گا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اگر آپ نے بھولے سے امام کے ساتھ سلام پھیرا، تو ایسی صورت میں عموماً امام کے بالکل ساتھ ساتھ سلام نہیں پھیرا جاتا بلکہ امام کے پیچھے پیچھے سلام پھیرا جاتا ہے، لہذا ایسی صورت میں اگر بھولے سے سلام پھیر دیا تو اپنی رکعت پڑھنے کے بعد سجدہ سہو کرنا ہو گا، سجدہ سہو کرنے سے نماز ہو جائے گی، اگر سجدہ سہو نہیں کیا اور سلام پھیر کر نماز مکمل کر دی، تو ایسی نماز کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

بہار شریعت میں ہے: "مسبوق نے امام کے ساتھ قصداً سلام پھیرا، یہ خیال کر کے کہ مجھے بھی امام کے ساتھ سلام پھیرنا چاہیے، نماز فاسد ہو گئی اور بھول کر سلام پھیرا، تو اگر امام کے ذرا بعد سلام پھیرا، تو سجدۂ سہو لازم ہے اور اگر بالکل ساتھ ساتھ پھیرا، تو نہیں۔" (بہار شریعت، جلد1، حصہ3، صفحہ591، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام قعدہ اولی میں بھول کر سلام پھیر دے تو مقتدی پر لقمہ دینا لازم ہے؟

**مجیب:** مولانا ناسر فراز عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-2415

**تاریخ اجراء:** 18 رجب المرجب 1445ھ / 30 جنوری 2024ء

## دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر امام قعدہ اولی میں بھولے سے سلام پھیر دے تو کیا مقتدی پر لقمہ دینا لازم ہے؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اگر امام قعدہ اولی میں بھولے سے سلام پھیر دے تو مقتدی کو لقمہ دینا چاہیے کہ اب نہ بتانے میں نماز کے فاسد ہو جانے کا اندیشہ ہے، کہ امام تو اپنے گمان میں نماز مکمل کر چکا ہے، لہذا ممکن ہے کہ اس سے کلام وغیرہ کوئی نماز کے منافی کام صادر ہو جائے۔

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لقمے کے متعلق اپنے ایک تفصیلی فتوے میں قعدہ اولی میں امام کے سلام پھیر دینے کے حوالے سے فرماتے ہیں: "ہاں جس وقت سلام شروع کرتا اس وقت حاجت متحقق ہوتی اور مقتدی کو بتانا چاہئے تھا کہ اب نہ بتانے میں خلل و فساد نماز کا اندیشہ ہے کہ یہ تو اپنے گمان میں نماز تمام کر چکا، عجب نہیں کہ کلام وغیرہ کوئی قاطع نماز اس سے واقع ہو جائے۔ (فتاوی رضویہ، ج 7، ص 264، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# مسبوق اپنی بقیہ نماز پوری کرنے کے لئے کب کھڑا ہو؟

**مجیب:** مولانا جمیل احمد غوری عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Web-1240

**تاریخ اجراء:** 17 جمادی الاول 1445ھ /02 دسمبر 2023ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

امام صاحب کے ایک جانب سلام پھیرنے کے بعد بعض لوگ اپنی رہ جانی والی رکعت کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بعض دو سلام کے بعد کھڑے ہوتے ہیں درست طریقہ کیا ہے؟؟ خلاف کرنے والے کی نماز کا کیا حکم ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

مسبوق مقتدیوں کو چاہئے کہ امام کے دوسرے سلام کا انتظار کریں اس کے بعد کھڑے ہوں تاکہ اگر امام کو سجدۂ سہو کرنا ہو تو مسبوق بھی اس کے ساتھ شامل ہو جائیں، البتہ اگر مسبوق پہلے سلام کے بعد کھڑا ہو جائے اور امام کو سجدۂ سہو بھی نہ کرنا ہو تو اس کی نماز ہو جائے گی۔

بہارِ شریعت میں ہے: "مسبوق کو چاہیے کہ امام کے سلام پھیرتے ہی فوراً کھڑا نہ ہو جائے بلکہ اتنی دیر صبر کرے کہ معلوم ہو جائے کہ امام کو سجدۂ سہو نہیں کرنا ہے مگر جبکہ وقت میں تنگی ہو۔" (بہارِ شریعت، جلد1، صفحہ590، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# وقتی نماز ادا کرنے والے کے پیچھے قضا نماز ادا کرنا

**مجیب:** مولانا محمد بلال عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-2646

**تاریخ اجراء:** 10 شوال المکرم 1445ھ / 19 اپریل 2024ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

ایک بندہ قضا نماز ادا کرنا چاہتا ہے تو کیا وہ قضا نماز جماعت کے ساتھ ادا کر سکتا ہے؟ مثال کے طور پر آج کی مغرب کی نماز اس بندے نے پہلی جماعت کے ساتھ ادا کر لی مگر جیسے ہی پیچھے دوسری جماعت کھڑی ہوئی جو آج کی مغرب ادا کرنے کے لیے قائم ہوئی تو وہ اپنی قضا ہو جانے والی مغرب کی نماز کو ادا کرنے لیے اس میں شامل ہو گیا تو کیا اس طرح قضا نماز ہو جاتی ہے دوسری جماعت کے ساتھ؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اقتدا کی شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ امام و مقتدی دونوں کی نماز ایک ہو، اگر دونوں کی نماز مختلف ہو مثلاً امام کی ادا ہو، جبکہ مقتدی کی قضا ہو، تو اقتدا درست نہیں، لہذا پوچھی گئی صورت میں ادا نماز پڑھنے والے امام کے پیچھے، قضا نماز نہیں پڑھ سکتے۔

در مختار میں ہے "(و) لا (مفترض بمتنفل وبمفترض فرضا آخر)" ترجمہ: نفل پڑھنے والے کے پیچھے، فرض پڑھنے والے کی اقتداء درست نہیں، یونہی کوئی اور فرض پڑھنے والے کے پیچھے بھی اقتداء درست نہیں۔

اس کے تحت رد المحتار میں ہے "قولہ: (وبمفترض فرضا آخر) سواء تغاير الفرضان اسما أو صفة كمصلي ظهر أمس بمصلي ظهر اليوم" ترجمہ: (مصنف کا قول: کوئی اور فرض پڑھنے والے کے پیچھے) برابر ہے کہ باعتبارِ نام دونوں فرض متغایر ہوں یا باعتبار صفت مثلاً کل کی ظہر پڑھنے والے کا، آج کی ظہر پڑھنے والے کی اقتداء کرنا (درست نہیں۔) (در مختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ، ج 1، ص 579، دار الفکر، بیروت)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# نمازعید کی امامت کا طریقہ

**مجیب:** مولانا محمد سعید عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-2638

**تاریخ اجراء:** 29 رمضان المبارک 1445ھ / 09 اپریل 2024ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

نماز عید کی امامت کا آسان طریقہ بتادیں؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

پہلے اِس طرح نیّت کیجئے: "میں نیّت کرتا ہوں دو رَکعت نمازِ عیدُ الفِطْر (یا عیدُ الْاَضْحٰی) کی امامت کی، ساتھ چھ زائد تکبیروں کے، واسطے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے" پھر کانوں تک ہاتھ اُٹھایئے اور اَللہُ اَکْبَر کہہ کر حسبِ معمول ناف کے نیچے باندھ لیجئے اور ثَنا پڑھئے۔ پھر کانوں تک ہاتھ اُٹھایئے اور اَللہُ اَکْبَر کہتے ہوئے لٹکا دیجئے۔ پھر ہاتھ کانوں تک اٹھایئے اور اَللہُ اَکْبَر کہہ کر لٹکا دیجئے۔ پھر کانوں تک ہاتھ اٹھایئے اور اَللہُ اَکْبَر کہہ کر باندھ لیجئے یعنی پہلی تکبیر (نماز کی ابتدا والی) کے بعد ہاتھ باندھئے اِس کے بعد دوسری اور تیسری تکبیر میں لٹکایئے اور چوتھی میں ہاتھ باندھ لیجئے۔ اس کو یوں یاد رکھئے کہ جہاں قِیام میں تکبیر کے بعد کچھ پڑھنا ہے وہاں ہاتھ باندھنے ہیں اور جہاں نہیں پڑھنا، وہاں ہاتھ لٹکانے ہیں۔ پھر تَعَوُّذ اور تَسۡمِیَہ آہِستہ پڑھ کر اَلۡحَمۡد شریف اور سورت جہر (یعنی بُلند آواز) کے ساتھ پڑھیں، پھر رُکوع اور سجدے کریں۔

دوسری رَکعت میں پہلے اَلۡحَمۡد شریف اور سُورت جہر کے ساتھ پڑھیں، پھر تین بار کانوں تک ہاتھ اٹھا کر اَللہُ اَکْبَر کہئے اور ہاتھ نہ باندھئے اور چوتھی بار بِغیر ہاتھ اُٹھائے اَللہُ اَکْبَر کہتے ہوئے رُکوع میں جایئے اور قاعِدے کے مطابِق نماز مکمَّل کر لیجئے۔ ہر دو تکبیروں کے درمیان تین بار "سُبۡحٰنَ اللہ" کہنے کی مِقدار چُپ کھڑا رہنا ہے۔ (ملخص از نماز عید کا طریقہ، ص4،3، مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# ایک امام کا دو جگہ فرض نماز کی امامت کرنا

**مجیب:** مولانا احمد سلیم عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-2623

**تاریخ اجراء:** 25 رمضان المبارک 1445ھ / 05 اپریل 2024ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

ایک امام فرض نماز کی دو جگہ امامت کروا سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جو امام ایک دفعہ کوئی نماز، پڑھا چکا ہو، وہ دوبارہ وہی نماز، دوسروں کو (جنہوں نے ابھی وہ نماز ادا نہیں کی) نہیں پڑھا سکتا، کیونکہ اگر وہ دوبارہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھائے گا تو اس کی اپنی نماز نفل ہو گی، جبکہ اس کی اقتدا میں نماز ادا کرنے والوں کی فرض ہو گی، اور فرض نماز پڑھنے والا نفل والے کی اقتدا نہیں کر سکتا۔

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے "(و) لا (مفترض بمتنفل وبمفترض فرضا آخر) لان اتحاد الصلاتین شرط عندنا" ترجمہ: فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتداء نہیں کر سکتا، اسی طرح مختلف فرض پڑھنے والے ایک دوسرے کی اقتداء نہیں کرسکتے کہ ہمارے نزدیک امام اور مقتدی دونوں کی نمازوں کا متحد ہونا شرط ہے۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج 1، ص 579، دار الفکر، بیروت)

بہارِ شریعت میں ہے "**فرض نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے** اور ایک فرض والے کی دوسرے فرض پڑھنے والے کے پیچھے **نہیں ہو سکتی۔**" (بہار شریعت، ج 1، حصہ 3، ص 572، مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# رمضان کے علاوہ وتر کی نماز جماعت سے پڑھنے کا حکم

**مجیب:** مولانا عابد عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Web-1472

**تاریخ اجراء:** 25رجب المرجب1445ھ /06فروری2024ء

## دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

## سوال

رمضان کے علاوہ بھی کیا وتر جماعت سے پڑھ سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

ماہ رمضان کے علاوہ وتر کی نماز باجماعت نہیں پڑھی جائے گی البتہ اگر کسی نے جماعت کروائی اور تداعی کی صورت نہیں پائی گئی تو یہ مکروہ نہیں۔ ہاں تداعی کی صورت پائی گئی تو یہ جماعت کروانا مکروہ عمل ہو گا، تداعی سے مراد یہ ہے کہ امام کے علاوہ تین سے زیادہ مقتدی ہوں۔

بہار شریعت میں ہے: ”علاوہ رمضان کے وتر میں اگر تداعی کے طور پر ہو تو مکروہ ہے۔ تداعی کے یہ معنی ہیں کہ تین سے زیادہ مقتدی ہوں۔“ (بہار شریعت، جلد1، صفحہ582، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام صاحب کا وضو ٹوٹنے پر باقی نمازیوں کو نماز توڑنے کا کہنا

**مجیب:** مولانا محمد ماجد رضا عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Web-1475

**تاریخ اجراء:** 03 شعبان المعظم 1445ھ/14 فروری 2024ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

امام صاحب نے عشاء کی نماز شروع کی اور تلاوت شروع کرنے سے پہلے ان کا وضو ٹوٹ گیا تو انہوں نے اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا بلکہ سب کو نماز توڑنے کا بول کر وضو کرنے چلے گئے، ان کا ایسا کرنا کیسا؟ وضو وغیرہ کرنے کے بعد دوبارہ جماعت سے نماز ہوئی، اس نماز کا کیا حکم ہو گا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں جب امام صاحب نے نماز توڑنے کا کہا اسی وقت تمام لوگوں کی نماز فاسد ہو گئی، بعد میں جب امام صاحب وضو کر کے آئے اور نئے سرے سے نماز پڑھائی، تو سب کی نماز شرعاً ادا ہو گئی اور امام کا خلیفہ مقرر نہ کرنا بھی شرعاً جائز تھا، بلکہ یہی افضل ہے کہ دورانِ نماز وضو ٹوٹنے کی صورت میں نیت توڑ کر دوبارہ نماز شروع کی جائے۔

فتاوی رضویہ میں ہے: "مسئلہ استخلاف ایک سخت دشوار و کثیر الشقوق مسئلہ ہے جس میں بہت سے شرائط اور بکثرت اختلاف صور سے اختلاف احکام ہے جن کی پوری مراعات عام لوگوں سے کم متوقع، لہٰذا وہ ان امور کے خیال میں نہ پڑیں بلکہ جو بات احسن و افضل و اعلیٰ و اکمل ہے اسی پر کاربند رہیں یعنی اس نیت کو توڑ کر از سر نو نماز پڑھنا۔"

(فتاوی رضویہ، جلد:7، صفحہ:249، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# ثنا پڑھنے میں تاخیر کردی اور امام نے بلند آواز سے قراءت شروع کردی

**مجیب:** مولانا جمیل احمد غوری عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Web-1428

**تاریخ اجراء:** 23 جمادی الثانی 1445ھ /06 جنوری 2024ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

مقتدی ثنا پڑھنا بھول جائے یا تھوڑی تاخیر کرے یہاں تک کہ امام صاحب نے بلند آواز سے قراءت شروع کردی، تو کیا اب مقتدی ثنا پڑھ سکتا ہے؟ یہ بھی بتا دیجئے کہ جب امام اللہ اکبر کہے، تو مقتدی کو بھی تکبیرات کہنی ہوں گی؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جب امام بلند آواز سے قراءت شروع کردے تو مقتدی ثنا نہیں پڑھے گا اور اگر پڑھ رہا تھا تو فوراً خاموش ہو جائے کیونکہ توجہ سے قراءت سننا اور خاموش رہنا فرض ہے جبکہ ثنا پڑھنا سنت ہے، اور دونوں کام ایک ساتھ نہیں ہو سکتے۔ امام کی طرح مقتدی کو بھی تمام تکبیرات کہنے کا حکم ہے۔

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "امام نے بالجہر قراءت شروع کردی، تو مقتدی ثنا نہ پڑھے اگرچہ بوجہِ دور ہونے یا بہرے ہونے کے امام کی آواز نہ سنتا ہو۔" (بہارِ شریعت، جلد1، صفحہ 523، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# عشاء جماعت سے نہ پڑھی تو وتر جماعت سے پڑھنا

**مجیب:** مولانا محمد علی عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-2579

**تاریخ اجراء:** 09 رمضان المبارک 1445ھ / 20 مارچ 2024ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا نہ کی ہو، تو کیا وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

رمضان المبارک میں اگر کسی کی عشاء کی جماعت فوت ہو گئی اور اس نے نمازِ عشاء تنہا پڑھی ہو، تو اسے چاہئے کہ وتر بھی تنہا پڑھے۔ فقہائے کرام نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ وتر کی جماعت، جماعتِ عشاء کے تابع ہے، تو جب عشاء کی نماز جماعت سے رہ گئی، تو وتر بھی جماعت سے نہیں پڑھے جائیں گے۔

ردالمحتار میں ہے "ثم رأيت القهستاني ذكر تصحيح ماذكره المصنف، ثم قال: لكنه إذا لم يصل الفرض معه لا يتبعه في الوتر اھ۔۔۔ لكن ينبغي أن يكون قول القهستاني معه احترازا عن صلاتها منفردا، أما لو صلاها جماعة مع غيره ثم صلى الوتر معه لا كراهة تأمل۔" (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ج2، ص604،603، مطبوعه: كوئٹه)

اس کے تحت جد الممتار میں ہے "فالمتحصل مماذکر: ان من صلی الفرض بجماعۃ، یجوز لہ الدخول فی جماعۃ الوتر، سواء صلی الفرض خلف ھذا الامام او خلف غیرہ، سواء صلی التراویح وحدہ او خلف ھذا الامام او خلف غیرہ۔۔۔ واللہ تعالی اعلم۔ والمنفرد فی الفرض ینفرد فی الوتر" ترجمہ: جس نے عشاء کے فرض جماعت کے ساتھ ادا کئے، وہ وتر کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے، چاہے فرض اسی امام کے پیچھے ادا کئے ہوں، یا اس کے علاوہ کسی اور کے، اور چاہے تراویح تنہا پڑھی ہوں یا اسی امام یا اس کے سوا کسی اور امام کے پیچھے ادا کی ہوں، اور فرض تنہا پڑھنے والا وتر بھی تنہا ادا کرے۔ (جد الممتار، کتاب الصلوۃ، جلد3، صفحہ 493، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوی امجدیہ میں ہے "جو شخص نمازِ عشاء رمضان میں تنہا پڑھے، وہ (وتر کی) جماعت میں شریک نہ ہو، اسے چاہئے کہ وتر بھی تنہا پڑھے۔" (فتاوی امجدیہ، جلد1، حصہ1، صفحہ 201، مکتبہ رضویہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# سورج گہن کی نماز جماعت سے ادا کریں تو قراءت جہری ہوگی یا سری؟

**مجیب:** مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Nor-10799

**تاریخ اجراء:** 09 ذیقعدۃ الحرام 1441ھ / 01 جولائی 2020ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سورج گہن کی نماز جماعت سے ادا کریں تو قراءت جہری ہوگی یا سری؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جہری قراءت کرنی چاہیے کیونکہ بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: "جهر النبي صلى الله عليه وسلم في صلاة الخسوف بقراءته" ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خسوف میں جہری قراءت فرمائی۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب الجھر بالقراءۃ الخ، ج 1، ص 145، کراچی)

آپ درست رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سورج گہن کی نماز میں قراءت سری یعنی آہستہ آواز میں ہوگی، جہری یعنی بلند آواز میں قراءت نہیں ہوگی، یہی احناف اور جمہور فقہائے کرام کا مؤقف ہے۔ اس کے چند دلائل درج ذیل ہیں:

(1) متعدد احادیث مبارکہ میں مروی ہے کہ سورج گہن کی نماز میں آپ علیہ السلام کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان سورج گہن کی نماز میں قراءت کی مقدار کو اندازے سے بیان فرماتے ہیں، یہ اس پر دلیل ہے کہ قراءت سری تھی کیونکہ اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جہری قراءت فرمائی ہوتی تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اندازے سے نہ بتاتے، جو قراءت فرمائی تھی، اسی کو واضح طور پر بتا دیتے۔

(3) سورج گہن کی نماز دن میں ہوتی ہے اور دن کی نمازوں میں سری قراءت کرنے کا حکم ہے لہذا سورج گہن کی

نماز میں بھی اسی اصول پر عمل کرتے ہوئے سری قراءت کی جائے گی۔

سنن ابن ماجۃ، سنن ابوداؤد شریف، جامع ترمذی وغیرہ کثیر کتب حدیث میں ہے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: واللفظ للترمذی "صلی بنا النبي صلی اللہ علیه وسلم في کسوف لا نسمع له صوتا قال وفي الباب عن عائشة قال أبو عیسی حدیث سمرة حدیث حسن صحیح "ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سورج گہن کی نماز پڑھائی، ہم آپ کی آواز نہیں سنتے تھے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں اس سے متعلق روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے اور حضرت سمرۃ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی ، ابواب السفر، باب کیف القراءۃ الخ، ج 1، ص 126، کراچی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "أن النبی صلی اللہ علیه وسلم صلی صلاۃ الکسوف فلم نسمع له صوتا "ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن کی نماز پڑھائی تو ہم نے آپ علیہ السلام کی آواز نہیں سنی۔ (السنن الکبری للبیہقی، کتاب صلاۃ الخسوف، باب من قال الخ، ج 3، ص 466، دار الکتب العلمیۃ)

قراءت کی مقدار اندازاً بتاتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "انخسفت الشمس علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، فصلی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، فقام قیاما طویلا نحوا من قراءة سورة البقرة "ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں سورج گہن ہوا تو آپ علیہ السلام نے نماز پڑھائی، اس میں طویل قیام فرمایا جو تقریباً سورۃ البقرۃ پڑھنے کے برابر تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب الکسوف، باب صلاۃ الکسوف جماعۃ الخ، ج 1، ص 143، کراچی)

اندازے سے قراءت کی مقدار بتانا سری قراءت کی دلیل ہے چنانچہ علامہ قسطلانی علیہ الرحمہ ارشاد الساری میں ، علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی علیہ الرحمہ الکوثر الجاری میں، علامہ عینی علیہ الرحمہ عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں واللفظ للآخر: "ذکر معناہ قوله نحوا من قراءة سورة البقرة وفي لفظ نحوا من قیام سورة البقرة وعند مسلم قدر سورة البقرة **وهذا یدل علی أن القراءة کانت سرا** و کذا في بعض طرق حدیث عائشة فحزرت قراءته فرأیت أنه قرأ سورة البقرة وقیل إن ابن عباس کان صغیرا فمقامه آخر الصفوف فلم یسمع القراءة فحزر المدة ورد علی هذا بأن في بعض طرقه **قمت إلی جانب النبي فما سمعت منه حرفا** ذکرہ أبو عمر "ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لفظ سورہ بقرہ جیسی سورت تلاوت فرمائی اور دوسری روایت میں سورۃ البقرۃ کی مثل کے لفظ ہیں جبکہ مسلم شریف میں سورۃ البقرۃ کی مقدار کے لفظ ہیں، یہ الفاظ

دلالت کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کی قراءت سری تھی اور اسی طرح کی روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے کہ میں نے آپ علیہ السلام کی قراءت کا اندازہ لگایا تو گمان کیا کہ سورۃ البقرۃ پڑھی ہے، اس سے متعلق کہا گیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس وقت بچے تھے اور آخری صف میں ہونے کی وجہ سے قراءت نہ سن سکے اس لیے قراءت کو اندازے سے بیان کیا مگر اس کا رد دوسری روایت سے ہوتا ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سائیڈ پر کھڑا تھا تو میں نے کوئی حرف نہ سنا، یہ بات علامہ ابو عمر مالکی علیہ الرحمہ نے ذکر فرمائی ہے۔(عمدۃ القاری، کتاب الکسوف، باب صلاۃ الخ، ج 5، ص 325، ملتان)

سورج گہن کی نماز میں قراءت سری ہوگی، چنانچہ علامہ حسین بن محمود مظھری حنفی علیہ الرحمہ (متوفی 727ھ) المفاتیح فی شرح المصابیح میں، علامہ محمد بن عز الدین المعروف بابن ملک حنفی علیہ الرحمہ (متوفی 854ھ) شرح مصابیح میں، شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ لمعات التنقیح میں، علامہ علی قاری حنفی علیہ الرحمہ مرقاۃ میں فرماتے ہیں واللفظ للآخر: "**وهذا يدل على أن الإمام لا يجهر بالقراءة في صلاة الكسوف**، وبه قال أبو حنيفة وتبعه الشافعي وغيره۔۔۔۔**الاصل فی صلاۃ النهار الاخفاء**" ترجمہ: یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ سورج گہن کی نماز میں امام جہری قراءت نہیں کرے گا اور یہ قول امام اعظم ابو حنیفہ و امام شافعی علیہما الرحمہ وغیرہ کا ہے۔۔۔ دن کی نمازوں میں اصل سری قراءت ہے۔(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الخسوف، ج 3، ص 327، ملتان)

## سوال میں مذکور بخاری شریف کی حدیث پاک میں چاند گہن کی نماز مراد ہے

کیونکہ عموماً خسوف کا اطلاق چاند گہن پر ہوتا ہے، سورج گہن کو کسوف کہا جاتا ہے نیز اوپر موجود روایت میں واضح طور پر فرمایا ہے کہ ہم آپ علیہ السلام کی آواز نہیں سنتے تھے لہذا بخاری شریف کی سوال میں مذکور حدیث کو چاند گہن کی نماز پر محمول کرنا ہی متعین ہے۔

چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ لمعات التنقیح میں، امام سیوطی علیہ الرحمہ الدیباج شرح مسلم میں، امام نووی علیہ الرحمہ شرح مسلم میں، قاضی عیاض علیہ الرحمہ اکمال المعلم میں، علامہ سراج الدین ابن الملقن شافعی علیہ الرحمہ التوضیح شرح بخاری میں، علامہ ابو العباس احمد قرطبی علیہ الرحمہ المفہم شرح مسلم میں، علامہ قسطلانی علیہ الرحمہ ارشاد الساری میں، علامہ حسین بن محمود حنفی علیہ الرحمہ المفاتیح شرح مصابیح میں، علامہ محمد المعروف ابن ملک علیہ الرحمہ اپنی شرح مصابیح میں، علامہ ابو یحیی زکریا انصاری علیہ الرحمہ منحۃ الباری میں، علامہ علی قاری علیہ الرحمہ مرقاۃ

المفاتیح میں فرماتے ہیں واللفظ للآخر: "**المراد خسوف القمر** لأنه يكون بالليل فيجهر بالقراءة فيها، ذكره ابن الملک وهو المتبادر عند إطلاق الخسوف بل يتعين حمله عليه لما سيأتي أنه صلى في كسوف لا نسمع له صوتا" ترجمہ: مراد چاند گہن کی نماز ہے کیونکہ وہ رات میں ہوتی ہے لہذا اس میں جہری قراءت ہوگی، یہ بات علامہ ابن ملک نے ذکر کی اور لفظ خسوف مطلق بولنے سے یہی متبادر ہے بلکہ اس حدیث کو چاند گہن کی نماز پر محمول کرنا متعین ہے کیونکہ عنقریب روایت آئے گی کہ سورج گہن کی نماز پڑھائی اور آواز سنائی نہ دی۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ الخسوف، الفصل الاول، ج 3، ص 318، ملتان)

علامہ نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "قوله " جهر في صلاة الخسوف " هذا عند أصحابنا والجمهور محمول على كسوف القمر لأن مذهبنا ومذهب مالك وأبي حنيفة والليث بن سعد وجمهور الفقهاء أنه يسر في كسوف الشمس ويجهر في خسوف القمر" ترجمہ: نماز خسوف میں جہری قراءت کی، ہمارے اور جمہور علمائے کرام کے نزدیک یہ چاند گہن کی نماز پر محمول ہے کیونکہ ہمارا، امام مالک، امام ابو حنیفہ، لیث بن سعد اور جمہور فقہائے کرام کا مذہب یہ ہے کہ سورج گہن کی نماز میں سری قراءت کرے گا، چاند گہن کی نماز میں جہری قراءت کرے گا۔ (المنہاج للنووی مع المسلم، کتاب الخسوف، ج 1، ص 296، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام کے سلام پھیرتے وقت مقتدی نے تکبیر تحریمہ کہی تو نماز کا کیا حکم ہوگا؟

**مجیب:** ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Nor-13022

**تاریخ اجراء:** 18 ربیع الاول 1445ھ / 05 اکتوبر 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب کے نماز ختم کرنے کے لیے پہلا سلام پھیرتے وقت زید نے تکبیرِ تحریمہ کہہ لی اور ہاتھ باندھ لیے، اسی اثناء میں امام صاحب نے دوسرا سلام بھی پھیر دیا، تو اس صورت میں زید نماز میں شامل ہوا کہ نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں زید امام صاحب کے پہلا سلام پھیرتے وقت شریکِ جماعت ہوا جس کی وجہ سے زید نماز کے کسی بھی جزء میں امام کے ساتھ شریک نہ ہو سکا، کیونکہ جس پر سجدہ سہو واجب نہ ہو اس کا سلام حرمتِ نماز کو یقینی طور پر ختم کرنے والا ہوتا ہے۔ جبکہ نماز کا پہلا سلام پھیرتے ہی امام نماز سے باہر ہو گیا تھا اور زید اس وقت شریکِ جماعت ہوا کہ جب امام نماز سے ہی باہر ہو چکا تھا، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں زید چونکہ شریکِ جماعت ہی نہیں ہوا، اب اس پر لازم ہے کہ دوبارہ نئے سرے سے تکبیرِ تحریمہ کہہ کر نئے سرے سے اپنی نماز ادا کرے۔

دوسری چیز یہاں قابلِ توجہ یہ ہے کہ بالفرض یہ مقتدی امام کے پہلے سلام سے پہلے پہلے نیت کر لیتا، لیکن امام کے سلام پھیرنے کی وجہ سے یہ جا کر امام سے قعدہ میں نہ مل پاتا تب بھی اس کی اقتداء درست نہیں تھی کیوں کہ اقتداء درست ہونے کے لئے نماز کے کسی بھی جزء میں امام کے ساتھ شرکت ضروری ہے یعنی جو افعال نماز میں ادا کیے جاتے ہیں مقتدی وہ افعالِ نماز امام کے ساتھ ادا کرے، جیسے نماز کے بالکل آخر میں آنے والا شخص قعدہ اخیرہ میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے تو قعدہ اخیرہ میں امام کے ساتھ شرکت کر لینے سے اس نمازی کی اقتداء درست ہو جائے گی، لیکن اگر کوئی شخص قعدہ اخیرہ میں بھی امام کے ساتھ شریک نہ ہو سکے تو اب اس کی اقتداء اصلاً درست نہ ہو گی۔

اقتداء کے لئے جزء نماز میں امام کے ساتھ شریک ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے:"انما اتباع الامام فی جزء من صلاتہ"یعنی اقتداء نماز کے کسی جزء میں امام کی پیروی کرنے کا نام ہے۔(رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج 02، ص 337، مطبوعہ کوئٹہ)

بنایہ شرح ہدایہ میں ہے:"ان الشرط ھو المشارکۃ فی افعال الصلوۃ لان الاقتداء شرکۃ ولا شرکۃ فی الاحرام وانما الشرکۃ فی الفعل"یعنی اقتدا کی شرط، نماز کے افعال میں شریک ہونا ہے کیونکہ اقتدا کا معنیٰ ہی شرکت کرنا ہے۔ تکبیر تحریمہ کہنے میں کوئی شرکت مقصود نہیں بلکہ شرکت تو افعال نماز میں ہوتی ہے۔(البنایۃ شرح الھدایۃ، کتاب الصلاۃ، باب ادراک الفریضۃ، ج 02، ص 578، مطبوعہ بیروت)

جس پر سجدہ سہو واجب نہ ہو، اُس کا سلام حرمتِ نماز کو یقینی طور پر ختم کرنے والا ہوتا ہے۔ جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے:"الأصل أن السلام العمد یوجب الخروج عن الصلاۃ إلا سلام من علیہ السھو، وسلام السھو لا یوجب الخروج عن الصلاۃ؛ لأن السلام محلل في الشرع، قال النبي صلی اللہ علیہ وسلم :{وتحلیلھا التسلیم،} ولأنہ کلام، والکلام مضاد للصلاۃ، إلا أن الشرع منعہ عن العمل حالۃ السھو ضرورۃ دفع الحرج؛ لأن الإنسان قلما یسلم عن النسیان، وفي حق من علیہ سھو ضرورۃ تمکنہ من سجود السھو، ولا ضرورۃ في غیر حالۃ السھو في حق من لا سھو علیہ فوجب اعتبارہ محللا منافیا للصلاۃ"یعنی اصل یہ ہے کہ قصداً سلام پھیرنا نماز سے باہر کر دیتا ہے مگر اس شخص کا سلام پھیرنا جس پر سجدہ سہو لازم ہو کہ بھول کر سلام پھیرنا نماز سے خارج نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سلام پھیرنا نماز کی پابندی ختم کر کے حلال کرنے والا عمل ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا(نماز کے سبب حرام اشیاء کو) حلال کرنے والی چیز سلام پھیرنا ہے۔ یہ بھی وجہ ہے کہ سلام پھیرنا کلام ہے اور کلام نماز توڑنے والا کام ہے، مگر یہ کہ شریعت نے بھول کی حالت میں حرج دور کرنے کے لیے ضرورتاً اسے عمل کرنے سے روک دیا کیونکہ انسان بھولتا رہتا ہے۔ جس پر سجدہ سہو کرنا باقی ہے اس کو سجدہ کرنے پر قدرت دینا ضرورت ہے اور جس پر سجدہ سہو باقی نہ ہوں، اس کے حق میں کوئی ضرورت نہیں تو جان بوجھ کر پھیرا جانے والا سلام محلل اور منافی نماز شمار ہو گا۔(بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، ج 01، ص 168، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

بحر الرائق میں ہے:"سلام من علیہ السھو لا یخرجہ عن حرمۃ الصلاۃ لا یستلزم وقوعہ قاطعا وإلا لم یعد إلی حرمتھا بل الحاصل من ھذا أنہ إذا وقع في محلہ کان محللا مخرجا وبعد ذلک فإن لم

يكن عليه شيء مما يجب وقوعه في حرمة الصلاة كان قاطعا مع ذلك" یعنی جس پر سجدہ سہو باقی ہو، اس کا سلام پھیر دینا اسے حرمتِ نماز سے خارج نہیں کرتا، یہ مسئلہ اس بات کو مستلزم نہیں کہ سلام پھیر دینا منافی نماز ہے ورنہ نمازی حرمت نماز کی طرف لوٹ آتا بلکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ جب سلام اپنے محل میں واقع ہو تو تکبیرِ تحریمہ کے بعد والی پابندیوں کو ختم کرنے والا اور نماز سے خارج کرنے والا ہو گا۔ پھر اس کے بعد اگر اس پر نماز کے افعال میں سے ایسی کوئی چیز باقی نہ رہے کہ جس کا وقوع حرمتِ نماز میں ضروری ہو تو وہی سلام قطعی طور پر نماز کو ختم کرنے والا ہو گا۔ (البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، ج 02، ص 116، دار الکتاب الإسلامی)

مقتدی کے بیٹھنے سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا تو جماعت نہ ملی۔ جیسا کہ فتاوی امجدیہ میں ہے: "**بیٹھنے سے قبل سلام پھیر دیا تو شامل جماعت نہ ہوا۔**" (فتاوی امجدیہ، ج 01، ص 175، مکتبہ رضویہ، کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام صاحب نے بھولے سے سورۃ الفلق کی تیسری آیت چھوڑ دی، نماز کا کیا حکم ہے؟

**مجیب:** ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Nor-12990

**تاریخ اجراء:** 26 صفر المظفر 1445ھ / 13 ستمبر 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نے دوسری رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورہ الفلق پڑھی۔ ابتدائی دو آیات پڑھنے کے بعد امام صاحب نے تیسری آیت " وَمِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ(۳)" کو بھولے سے چھوڑ دیا پھر اگلی دو آیات "وَمِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ(۴)وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ(۵)" پڑھ کر سورت مکمل کی۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ اس صورت میں نماز ہو گئی؟ یا پھر سجدہ سہو کرنا ہو گا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

**پوچھی گئی صورت میں امام صاحب سے جو غلطی ہوئی اس سے معنیٰ فاسد نہیں ہوئے، نیز امام صاحب نے چونکہ واجب مقدار میں قراءت بھی کر لی تھی، لہٰذا اس صورت میں امام صاحب کی نماز درست ادا ہوئی ہے، اسے دہرانے کی حاجت نہیں۔**

**البتہ یہ مسئلہ ضرور ذہن نشین رہے کہ نماز میں سجدہ سہو اس وقت واجب ہوتا ہے جب نمازی بھولے سے کسی واجب کو ترک کر دے، جبکہ یہاں امام صاحب نے کوئی واجب ترک نہیں کیا کہ اُن پر سجدہ سہو واجب ہوتا۔**

آیت کے کسی کلمے کو چھوڑنے کی صورت میں اگر معنیٰ فاسد نہ ہوتے ہوں تو نماز فاسد نہیں ہو گی۔ جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان وغیرہ کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے: "وان ترک کلمۃ من آیۃ ان لم یتغیر المعنی کما لو قرأ "وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌ مَّا ذَا تَکۡسِبُ غَدًا" وترک "ذَا" لا تفسد صلاتہ لانہ یفھم بہ ما یفھم بدون الترک۔۔۔**وان ترک آیۃ من سورۃ وقد قرأ مقدار ما تجوز بہ الصلاۃ جازت صلاتہ**" یعنی نمازی نے اگر آیت کے کسی کلمہ کو چھوڑ دیا تو اگر معنیٰ فاسد نہ ہوئے جیسے نمازی نے یہ آیتِ مبارکہ "وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌ مَّا ذَا تَکۡسِبُ غَدًا" پڑھی اور اس

میں سے لفظ "ذَا" کو چھوڑ دیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی، کیونکہ اس لفظ کو ترک کرنے سے بھی آیت کا وہی معنی بنتا ہے جو معنی بغیر ترک کے بن رہا تھا۔۔۔ اور اگر نمازی نے سورت کی کوئی آیت چھوڑ دی جبکہ وہ مایجوز بہ الصلوٰۃ قراءت کر چکا تھا تو اس کی نماز درست ہو گی۔(فتاوی قاضی خان، کتاب الصلاۃ، ج 01، ص 140-139، مطبوعہ کراچی، ملتقطا)

بہارِ شریعت میں ہے: "اس (قراءت میں غلطی ہو جانے کے) باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر ایسی غلطی ہوئی جس سے معنی بگڑ گئے، نماز فاسد ہو گئی، ورنہ نہیں۔" (بہار شریعت، ج 01، ص 554، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ "فتاوی رضویہ" میں ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "(سورۃ فاتحہ) میں مطلقاً کسی لفظ کے ترک سے سجدہ سہو واجب ہو گا جبکہ سہواً ہو ورنہ اعادہ۔ اور (اس کے علاوہ) اور **کسی سورت سے اگر لفظ یا الفاظ متروک ہوئے اور معنی فاسد نہ ہوئے اور تین آیت کی قدر پڑھ لیا گیا تو اس چھوٹ جانے میں کچھ حرج نہیں۔**" (فتاوی رضویہ، ج 06، ص 355، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "**زید نماز پڑھا رہا تھا سورۃ فاتحہ پڑھ کر سورۃ یٰسین شروع کر دیا اور "وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ" پڑھ کر "فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِیْمٍ" چھوڑ دی اور "اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰى" شروع کر دیا اور سجدہ سہو کیا، نہ نماز دہرائی۔** تو کیا اس صورت میں نماز درست ادا ہوئی یا نہیں؟" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: "**نماز صحیح ہے اس صورت میں سجدہ سہو واجب نہ تھا۔**" (فتاوی امجدیہ، ج 01، ص 283-282، مکتبہ رضویہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# غلط لقمہ دینے والے کی نماز کا حکم

**مجیب:** ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Nor-13305

**تاریخ اجراء:** 07 رمضان المبارک 1445ھ / 18 مارچ 2024ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چار رکعت والی نماز میں امام چوتھی رکعت کے لیے کھڑا ہونے لگا، تو ایک مقتدی نے یہ سمجھ کر کہ امام پانچویں کے لیے کھڑا ہو رہا ہے لقمہ دے دیا، لیکن امام نے نہیں لیا، کیا لقمہ دینے والے کی نماز ٹوٹ گئی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں جس مقتدی نے غلط لقمہ دیا اس کی نماز فاسد ہو گئی البتہ چونکہ امام نے لقمہ نہیں لیا، اس لئے امام اور باقی مقتدیوں کی نماز درست ہو گئی۔ لقمہ دینے والے مقتدی کی نماز فاسد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ لقمہ دینا ایک اعتبار سے کلام میں داخل ہے، البتہ بوقتِ ضرورت یا جہاں خاص نص وارد ہے، وہاں ہمارے ائمہ نے استحساناً اس کے جواز کا حکم دیا۔ مذکورہ صورت میں جس مقتدی نے لقمہ دیا، اس کا لقمہ دینا بے ضرورت بلکہ غلط واقع ہوا، لہٰذا یہ کلام قرار پائے گا اور لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

فتاوی عالمگیری میں ہے: "تفسد صلاتہ بالفتح مرۃ ولا یشترط فیہ التکرار وھو الاصح ھکذا فی فتاوی قاضیخان" یعنی ایک مرتبہ (غلط) لقمہ دینے سے نماز فاسد ہو جائے گی، اس میں تکرار شرط نہیں اور یہی زیادہ صحیح ہے، ایسا ہی فتاوی قاضی خان میں ہے۔ (فتاوی عالمگیری، جلد 1، صفحہ 99، مطبوعہ: کوئٹہ)

امامِ اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قد نص فی الفتح فی نفس مسئلۃ الفتح ان التکرار لم یشترط فی الجامع ای ان الجامع الصغیر لم یشترط للافساد تکرار الفتح بل حکم بہ مطلقا قال وھو الصحیح و کذا صححہ فی الخانیۃ وقد علم ھذا من مذھب الامام فانہ اذا جعل کلاما فقلیلہ و کثیرہ سواء فاعرف وتثبت۔ (فتح القدیر میں خاص مسئلہ لقمہ میں تصریح ہے کہ جامع میں تکرار

کو شرط نہیں کیا یعنی جامع صغیر نے نماز فاسد ہونے کے لئے تکرارِ لقمہ کو شرط قرار نہیں دیا، بلکہ مطلقاً حکم جاری کیا اور کہا یہی صحیح ہے، اسی طرح اسے خانیہ نے بھی صحیح قرار دیا اور مذہبِ امام کے حوالے سے یہ معلوم ہے کہ جب انہوں نے اسے کلام قرار دیا ہے، تو اب کلام کے قلیل اور کثیر کا ایک ہی حکم ہو گا، اسے اچھی طرح جان لو اور ثابت قدم رہو ۔)" (فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ269، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی رضویہ میں ہے:"ظاہر ہے کہ جب امام کو قعدۂ اولیٰ میں دیر ہوئی اور مقتدی نے اس گمان سے کہ یہ قعدۂ اخیرہ سمجھا ہے، تنبیہ کی تو دو حال سے خالی نہیں یا تو واقع میں اس کا گمان غلط ہو گا یعنی امام قعدۂ اولیٰ ہی سمجھا ہے اور دیر اس وجہ سے ہوئی کہ اس نے اس بار التحیات زیادہ ترتیل سے ادا کی، جب تو ظاہر ہے کہ مقتدی کا بتانا نہ صرف بے ضرورت بلکہ محض غلط واقع ہوا، تو یقیناً کلام ٹھہرا اور مفسدِ نماز ہوا" (فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ264، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مفتی اعظم پاکستان مفتی وقار الدین رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا:"ایک شخص تراویح پڑھا رہا تھا، وہ دو رکعت پر تشہد میں بیٹھا، پچھلی صفوں میں سے نمازیوں نے لقمہ دیا، ان کے گمان میں ایک رکعت ہوئی تھی، امام نے لقمہ نہیں لیا بلکہ تشہد پڑھ کر سلام پھیرا اور دو رکعت مکمل کر لیں، جن دو شخصوں نے لقمہ دیا تھا ان کی نماز ہوئی یا نہیں؟"

اس کا جواب دیتے ہوئے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"نماز ایسی عبادت ہے کہ حالتِ نماز میں کسی کو سکھانا یا کسی سے سیکھنا دونوں ناجائز ہیں یعنی کسی کو لقمہ دینا یا کسی سے لقمہ لینا، مگر ضرورتاً اصلاحِ نماز کے قصد سے جائز رکھا گیا ہے اور قاعدہ یہی ہے کہ ضرورتاً جائز ہے اور بغیر ضرورت اگر لقمہ دیا جائے گا تو لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی۔۔۔۔ لہٰذا اس اصول پر جب امام دو رکعت پر صحیح بیٹھا تھا، تو لقمہ دینے والوں نے بلا ضرورت لقمہ دیا ، لہٰذا ان کی نماز فاسد ہو گئی" (وقار الفتاوی، جلد2، صفحہ235-236، بزمِ وقار الدین، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام قصداً دو رکوع کر کے سجدہ سہو کر لے، تو نماز کا کیا حکم ہے؟

**مجیب:** ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Nor-13237

**تاریخ اجراء:** 05 رجب المرجب 1445ھ / 17 جنوری 2024ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نمازِ ظہر میں امام صاحب آہستہ آواز میں تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے گئے، پھر رکوع سے پلٹ کر امام صاحب نے بلند آواز سے تکبیر کہہ کر دوبارہ رکوع کیا اور آخر میں سجدہ سہو کر کے نماز مکمل کی۔ آپ سے معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا اس صورت میں نماز درست ادا ہو گئی؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

**ہر رکعت میں ایک ہی بار رکوع کرنا واجب ہے اور قصداً اگر کسی واجب کو ترک کیا جائے تو اس کی تلافی سجدہ سہو سے نہیں ہو سکتی بلکہ اس نماز کا اعادہ لازم ہوتا ہے، لہذا پوچھی گئی صورت میں دوبارہ رکوع کر کے قصداً اس واجب کو ترک کرنے کی وجہ سے اس نماز کو دوہرانا واجب ہے۔**

**پوچھی گئی صورت میں امام صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ اپنی نماز قاعدے کے مطابق جاری رکھتے، کیونکہ امام صاحب کا بلند آواز سے رکوع کی تکبیر کہنا سنت ہے اور سنت کے ترک پر نہ تو نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ ہی سجدہ سہو واجب ہوتا ہے البتہ قصداً سنت کو ترک کرنا مکروہ ہے۔ پھر جن مقتدیوں کو امام صاحب کے رکوع میں جانے کا علم نہ ہوتا بلکہ رکوع سے اٹھنے کے بعد یا امام صاحب کے اگلے رکن میں پہنچ جانے کے بعد علم ہوتا تو وہ رکوع کر کے امام صاحب کے ساتھ اگلے رکن میں جا ملتے، یوں ان کی نماز درست ہو جاتی، لیکن امام صاحب نے رکوع کرنے کے بعد اٹھ کر دوبارہ رکوع کر کے قصداً واجب کو ترک کیا، لہذا اب اس نماز کا دوہرانا واجب ہے۔**

ہر رکعت میں ایک ہی بار رکوع کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ فتاوی شامی وغیرہ کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے: "الواجب فی کل رکعۃ رکوع واحد وسجدتان فقط، فاذا زاد علی ذالک فقد ترک الواجب۔" یعنی ہر رکعت

میں فقط ایک رکوع اور دو سجدے ہی واجب ہیں، پس جس نے اس پر زیادتی کی تحقیق اس نے واجب کو ترک کیا۔(رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج02، ص201، مطبوعہ کوئٹہ)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ واجباتِ نماز میں سے **41** نمبر واجب بیان فرماتے ہیں: "رکوع کا ہر رکعت میں ایک ہی بار ہونا۔" (بہارِ شریعت، ج01، ص519، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

قصداً کسی واجب کو ترک کرنے سے نماز واجب الاعادہ ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ فتاوی شامی وغیرہ کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے: "والعمد لا یجبرہ سجود السھو بل تلزم فیہ الاعادۃ" یعنی قصداً واجب چھوڑ دینے کی تلافی سجدہ سہو سے نہیں ہو سکتی بلکہ اس نماز کا اعادہ لازم ہو گا۔(رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج02، ص655، مطبوعہ کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے: "قصداً واجب ترک کیا تو سجدہ سہو سے وہ نقصان دفع نہ ہو گا بلکہ اعادہ واجب ہے۔" (بہارِ شریعت، ج01، ص708، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاویٰ فقیہ ملت میں ایک سوال کے جواب میں مذکور ہے: "اگر جان بوجھ کر قعدہ کیا تو نماز واجب الاعادہ ہوئی کہ ایسا کرنے سے تاخیر ادائے رکن پایا گیا کہ چوتھی رکعت کے لئے قیام کی تاخیر عمداً ثابت ہوئی جس کی تلافی سجدہ سہو سے نہیں ہو سکتی۔" (فتاوی فقیہ ملت، ج01، ص220، شبیر برادرز، لاہور)

امام کا بلند آواز سے اللہ اکبر وغیرہ کہنا مسنون ہے۔ جیسا کہ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: "(وجھر الامام بالتکبیر) بقدر حاجتہ للاعلام بالدخول والانتقال، وکذا بالتسمیع والسلام۔" یعنی امام کا لوگوں کو بتانے کے لئے نماز میں داخل ہوتے وقت اور ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے وقت اللہ اکبر، اسی طرح سمع اللہ لمن حمدہ اور سلام بقدرِ حاجت بلند آواز سے کہنا (سنن نماز میں سے ہے)۔(رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج02، ص209-208، مطبوعہ کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے: "امام کا بلند آواز سے اللہ اکبر اور سمع اللہ لمن حمدہ اور سلام کہنا (سنن نماز میں سے ہے) جس قدر بلند آواز کی حاجت ہو اور بلا حاجت بہت زیادہ بلند آواز کرنا مکروہ ہے۔" (بہارِ شریعت، ج01، ص521، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا کہ "اگر مقتدی نے رکوع یا سجدہ امام کے ساتھ نہ کیا بلکہ امام کے فارغ ہونے کے بعد کیا تو نماز اس کی ہوئی یا نہیں؟" آپ علیہ الرحمۃ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: "(نماز) ہو گئی۔۔۔ متابعتِ امام جو مقتدی پر فرض ہے تین صورتوں کو شامل۔۔۔۔ دوسرے یہ کہ اس کا فعل، فعل امام کے

بعد بدیر (یعنی دیر کے ساتھ) واقع ہوا اگرچہ بعد فراغ امام، فرض یوں بھی ادا ہو جائے گا پھر یہ فصل بضرورت ہو اتو کچھ حرج نہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج07، ص275-274، رضافاؤنڈیشن لاہور، ملتقطاً)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

## مقتدی خود کو مسبوق سمجھ کر نماز ادا کرلے تو کیا حکم ہے؟

**مجیب:** ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-2072

**تاریخ اجراء:** 28 ربیع الاول 1445ھ /15 اکتوبر 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

## سوال

جو مقتدی امام کے ساتھ شروع نماز سے شامل ہو، ایسا مقتدی جب امام کے ساتھ قعدہ اخیرہ میں ہو تو امام کے ساتھ سلام پھیرنے کے وقت وہ بھول جائے اور اپنے آپ کو مسبوق سمجھتے ہوئے، بقیہ رکعت پڑھنے کھڑا ہو جائے اور اس اضافی رکعت کا سجدہ بھی کرلے، پھر اسے یاد آئے کہ وہ تو مسبوق نہیں تھا، اس نے تمام رکعتیں امام کے ساتھ ہی پڑھی تھیں۔ اب ایسی صورت میں وہ شخص کیا کرے؟ کیا سجدہ سہو کر لینے سے اس کی نماز درست ہو جائے گی یا دوبارہ پڑھنی ہوگی؟ نیز اس صورت میں مقتدی کے امام کے ساتھ سلام نہ پھیرنے کی وجہ سے اس کی نماز میں کچھ فرق پڑے گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جو مقتدی کسی نماز میں ابتدا ہی سے امام کے ساتھ شامل ہو اور اس کی کوئی رکعت بھی امام کے ساتھ فوت نہ ہوئی ہو، ایسا مقتدی اگر قعدہ اخیرہ کے بعد سلام پھیرتے وقت بھول جائے اور اپنے آپ کو مسبوق سمجھ کر بقیہ رکعت ادا کرنے کھڑا ہو جائے تو ایسی صورت میں اگر اضافی رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے اسے یاد آجائے کہ وہ مسبوق نہیں یعنی اس نے تو تمام رکعتیں امام کے ساتھ ہی ادا کی ہیں تو اب اس کیلئے حکم یہ ہے کہ وہ واپس لوٹ کر التحیات پڑھے بغیر، سجدہ سہو کر کے نماز مکمل کرلے، اُس کی نماز درست ہو جائے گی۔ اور اگر اس نے اضافی رکعت کا سجدہ کر لیا ہو، تو اب ایک رکعت اور ملالے یعنی ظہر، عصر اور عشاء کی نماز میں چھٹی، فجر میں چوتھی اور مغرب میں پانچویں رکعت مزید شامل کرلے اور آخر میں سجدہ سہو کرے، اس طرح وہ فرض نماز مکمل ہو جائے گی اور آخر کی دو رکعتیں نفل ہو جائیں گی۔

نیز جہاں تک اس صورت میں مقتدی کے امام کے ساتھ سلام نہ پھیرنے کی بات ہے تو اس کے متعلق حکم یہ ہے کہ شروع سے شامل رہنے والے مقتدی پر اگرچہ امام کے ساتھ سلام پھیرنا واجب ہوتا ہے اور بلا ضرورت شرعیہ اسے تاخیر کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ لیکن جو مقتدی اپنے آپ کو مسبوق سمجھتے ہوئے امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے، تو ظاہر ہے کہ اس نے امام کے ساتھ سلام نہ پھیر کر اس واجب کو جان بوجھ کر ترک نہیں کیا، بلکہ اُس سے بھول کے سبب یہ واجب ترک ہوا۔ اور جو واجب بھول کر چھوٹ جائے، اس کیلئے سجدہ سہو کافی ہوتا ہے۔ اور چونکہ یہاں دونوں ہی صورتوں میں اُس مقتدی پر ویسے ہی سجدہ سہو واجب ہے، لہٰذا وہ سجدہ سہو اِس چھوٹنے والے واجب کو بھی کفایت کرے گا اور نماز بہر حال درست ہو جائے گی۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام دورانِ قراءت بھولے سے پچھلی آیات پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی؟

**مجیب:** ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Nor-13154

**تاریخ اجراء:** 15 جمادی الاولیٰ 1445ھ / 30 نومبر 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نے نمازِ مغرب کی دوسری رکعت میں سورۃ الرحمٰن کی آیت نمبر 62 اور 63 "وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ(۶۲)" "فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ(۶۳)" پڑھی۔ پھر بھولے سے اس سے پہلی والی دو آیات 60 اور 61 "هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ(۶۰)" "فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ(۶۱)" پڑھ کر بغیر سجدہ سہو کے ہی نماز مکمل کی۔

آپ سے معلوم یہ کرنا ہے کیا اس صورت میں نمازِ مغرب درست ادا ہو گئی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

**حکم شرع یہ ہے کہ ترتیب کے ساتھ قرآن پاک پڑھنا واجب ہے اور جان بوجھ کر اُلٹا قرآن پاک پڑھنا مکروہ تحریمی، ناجائز و گناہ ہے، لیکن خلافِ ترتیب قرآن اگر بھولے سے پڑھا جائے تو اس صورت میں گناہ نہیں۔ نماز میں خلافِ ترتیب قرآن پڑھنا قصداً ہو یا سہواً، بہر صورت نمازی پر سجدہ سہو واجب نہیں ہو گا کہ قرآن پاک کو ترتیب کے ساتھ پڑھنا واجباتِ نماز میں سے نہیں ہے، اور نمازی پر سجدہ سہو اس وقت واجب ہوتا ہے جب نمازی بھولے سے واجباتِ نماز میں سے کسی واجب کو ترک کر دے۔**

**پوچھی گئی صورت میں امام نے نماز کے کسی واجب کو ترک نہیں کیا، لہذا بغیر سجدہ سہو کے اُن کی نماز درست ادا ہوئی ہے اور بھولے سے خلافِ ترتیب قرآن پڑھنے کی وجہ سے وہ گنہگار بھی نہیں ہوئے۔**

خلافِ ترتیب قراءت کرنے کے سبب سجدۂ سہو واجب نہ ہونے کے متعلق فتاوی شامی میں ہے: "یجب الترتیب في سور القرآن، فلو قرأ منكوسا أثم لكن لا يلزمه سجود السهو لأن ذلك من واجبات

القراءۃ لا من واجبات الصلاۃ کماذ کرہ فی البحر فی باب السھو۔ "یعنی سورتوں کے درمیان ترتیب رکھنا واجب ہے، لہٰذا اگر کسی نے اُلٹا قرآن پڑھا، تو گنہگار ہو گا، لیکن اس پر سجدہ سہو لازم نہیں ہو گا، کیونکہ یہ قراءت کے واجبات میں سے ہے، نماز کے واجبات سے نہیں، جیسا کہ اسے بحر الرائق میں سہو کے بیان میں ذکر کیا۔(ردالمحتار مع الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، ج01، ص457، مطبوعہ بیروت)

فتاوی رضویہ میں اس حوالے سے مذکور ہے: "نماز ہو یا تلاوت بطریق معہود ہو، دونوں میں لحاظِ ترتیب واجب ہے، اگر عکس کرے گا گنہگار ہو گا۔۔۔ سورتیں بے ترتیبی سے سہواً پڑھیں، تو کچھ حرج نہیں، قصداً پڑھیں تو گنہگار ہوا، نماز میں کچھ خلل نہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج06، ص239، رضافاؤنڈیشن، لاھور، ملتقطاً)

بہارِ شریعت میں ہے: "قرآن مجید اُلٹا پڑھنا کہ دوسری رکعت میں پہلی والی سے اوپر کی سورت پڑھے، یہ مکروہ تحریمی ہے، مثلاً پہلی میں "قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ" پڑھی اور دوسری میں "اَلَمْ تَرَ كَیْفَ"۔ اس کے لیے سخت وعید آئی، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "جو قرآن اُلٹ کر پڑھتا ہے، کیا خوف نہیں کرتا کہ اللہ اس کا دل اُلٹ دے۔" اور **بھول کر ہو تو نہ گناہ، نہ سجدۂ سہو۔**" (بہارشریعت، ج01، ص550-549، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# مقتدی قعدہ اولیٰ میں تشہد کے بعد قصداً درود پاک پڑھے تو کیا حکم ہے؟

**مجیب:** ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Nor-12471

**تاریخ اجراء:** 15 ربیع الاول 1444ھ /12 اکتوبر 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قعدہ اولی میں مقتدی اگر قصداً تشہد کے بعد درود شریف پڑھتا ہے، تو کیا اس مقتدی کی نماز بھی واجب الاعادہ ہو گی؟؟ حوالے کے ساتھ رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کے واجبات میں سے کسی بھی واجب کو قصداً ترک کرنے سے نماز واجب الاعادہ ہو جاتی ہے، اس مسئلے میں منفرد اور مقتدی کی کوئی تخصیص نہیں، قعدہ اولی میں تشہد کے بعد درود پاک نہ پڑھنا واجب ہے اور اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ تک پڑھنے پر ترک واجب ثابت ہو جاتا ہے، **لہذا پوچھی گئی صورت میں بلاشبہ اس مقتدی کی وہ نماز واجب الاعادہ ہو جائے گی۔**

نماز کے کسی واجب کو عمداً چھوڑ دینے کے حوالے سے فتاویٰ شامی میں مذکور ہے: "(ولھا واجبات لا تفسد بترکھا و **تعاد وجوبا فی العمد**) ای بترک ھذہ الواجبات او واحد منھا" یعنی نماز میں کچھ واجبات ہیں جن کے ترک کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، البتہ ان واجبات کو یا ان میں سے کسی ایک بھی واجب کو قصداً ترک کرنے کی صورت میں نماز کا اعادہ واجب ہو تا ہے۔ (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج 02، ص 181، مطبوعہ کوئٹہ، ملخصاً)

قعدہ اولیٰ میں درود پڑھنے کے حوالے سے بہارِ شریعت میں مذکور ہے: "**فرض و وتر و سنن رواتب کے قعدۂ اولیٰ میں اگر تشہد کے بعد اتنا کہہ لیا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ**، یا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا تو اگر سہواً ہو سجدۂ سہو کرے، **عمداً ہو تو اعادہ واجب ہے۔**" (بہارِ شریعت، ج 01، ص 520، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مقتدی بھی اگر جان بوجھ کر کسی واجب کو ترک کرے تو اس کی نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "**اگر مقتدی نے رکوع یا سجدہ امام کے ساتھ نہ کیا** بلکہ امام کے فارغ ہونے کے بعد کیا **تو نماز اس کی ہوئی یا نہیں؟**" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: "ہوگئی اگرچہ بلاضرورت ایسی تاخیر سے گنہگار ہوا اور **بوجہ ترک واجب اعادہ نماز کا حکم دیا جائے** تحقیق مقام یہ ہے کہ۔۔۔۔(مقتدی نے) اگر بلا ضرورت فصل کیا تو قلیل فصل میں جس کے سبب امام سے جاملنا فوت نہ ہو ترکِ سنت اور کثیر میں جس طرح صورت سوال ہے کہ **فعل امام ختم ہونے کے بعد اس نے کیا ترک واجب جس کا حکم اس نماز کو پورا کر کے اعادہ کرنا۔**" (فتاوی رضویہ، ج07، ص276-275، رضافاؤنڈیشن، لاہور، ملخصاً و ملتقطاً)

مفتی وقار الدین علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "**امام کے پیچھے اگر مقتدی سے** سہواً یا **قصداً کوئی واجب چھوٹ گیا مثلاً تشہد نہیں پڑھا تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟**" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: "**کسی واجب کو قصداً امام کے پیچھے چھوڑنے سے نماز دوبارہ پڑھنا ہوگی۔** اور اگر امام کے پیچھے سہواً کوئی واجب چھوٹ گیا تو پھر سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔" (وقار الفتاوی، ج02، ص210، بزم وقار الدین، کراچی، ملخصاً)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# فرضوں کی پہلی رکعت میں سورہ ناس پڑھ لی تو دوسری رکعت میں کیا پڑھیں؟

**مجیب:** ابوالفیضان عرفان احمد مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-1619

**تاریخ اجراء:** 17 شوال المکرم 1444ھ/08 مئی 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر فرض نماز کی امامت کروا رہے ہوں اور پہلی رکعت میں سورۃ الناس مکمل پڑھ لی، تو دوسری رکعت میں کیا کریں، کیا پچھلی سورت پڑھ سکتے ہیں؟ امام کا حکم بھی بتا دیجیے اور اکیلے شخص کا بھی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

امام و منفرد دونوں کے لیے یہی حکم ہے کہ قرآنِ پاک کو خلافِ ترتیب پڑھنا مکروہ تحریمی، ناجائز و گناہ ہے، البتہ اگر کسی نے فرضوں کی پہلی رکعت میں سورۃ الناس مکمل پڑھ لی، تو دوسری رکعت میں بھی اسی کو پڑھ لے کہ فرائض میں ایک سورت کا دونوں رکعتوں میں تکرار زیادہ سے زیادہ مکروہِ تنزیہی و ناپسندیدہ ہے، جو کہ گناہ نہیں لیکن خلافِ ترتیب پڑھنا گناہ ہے، لہٰذا پچھلی سورت پڑھنے کی اجازت نہیں، اسی سورت کو دوبارہ پڑھ لے۔

در مختار میں ہے"لا بأس أن يقرأ سورة ويعيدها في الثانية" ترجمہ: پہلی رکعت میں جو سورت پڑھی، دوسری میں اس کا اعادہ کرنے میں حرج نہیں۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے: (قوله: لا بأس أن يقرأ سورة إلخ) أفاد أنه يكره تنزيها، وعليه يحمل جزم القنية بالكراهة،۔۔۔۔ هذا إذا لم يضطر، فإن اضطر بأن قرأ في الأولى (قل أعوذ برب الناس) (الناس: 1) أعادها في الثانية إن لم يختم نهر لأن التكرار أهون من القراءة منكوسا، بزازية، وأما لو ختم القرآن في ركعة فيأتي قريبا أنه يقرأ من البقرة۔" ترجمہ: (مصنف کا قول کہ: پہلی رکعت میں جو سورت پڑھی ،دوسری میں اس کا اعادہ کرنے میں حرج نہیں۔) مصنف نے اس قول سے اس کا افادہ کیا کہ دوسری رکعت میں پہلی رکعت والی سورت کا اعادہ مکروہ تنزیہی ہے اور قنیہ کا اس صورت میں کراہت پر جزم کرنا،۔۔۔ یہ حکم اس صورت میں

ہے کہ وہ مجبور نہ ہو،اور اگر وہ مجبور ہو بایں صورت کہ پہلی رکعت میں "قل اعوذ برب الناس "کی تلاوت کر چکا،تو دوسری رکعت میں بھی اسی کو دوبارہ پڑھے،اگر پہلی رکعت میں ختم قرآن نہ کیا ہو۔نہر۔کیونکہ سورت کا تکرار،الٹا قرآن پڑھنے سے آسان تر ہے اور اگر ایک رکعت میں ختمِ قرآن کر چکا ہو تو عنقریب آئے گا کہ اس صورت میں وہ سورہ بقرہ سے تلاوت کرے۔(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاۃ،ج 1،ص 546،دار الفکر،بیروت)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرض خواہ نفل میں ہر رکعت میں ایک ہی سورت کے تکرار کے متعلق سوال ہو،اتو اس کے جواب میں آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

(فارسی عبارت کا ترجمہ)"بغیر ضرورت فرائض میں مکروہ تنزیہی ہے،پس پہلی رکعت میں سورۃ الناس عمداً نہیں پڑھنی چاہئے تاکہ تکرار کی ضرورت نہ پڑ جائے اگر سہواً یا عمدا پڑھ چکا تو اب دوسری رکعت میں وہی سورت یعنی سورۃ الناس دوبارہ پڑھے،کیونکہ ترتیب بدل کر پڑھنا تکرار سے بھی سخت ہے بخلاف ختم قرآن کی صورت کے کہ اس میں پہلی رکعت میں "سورۃ الناس "تک پڑھنا اور دوسری رکعت میں "الم "تا" مفلحون "پڑھنا جائز اور درست ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے:ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم !اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ عمل کیا ہے ؟حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:"منزل میں اُترنے والا اور کوچ کرنے والا(یعنی جو شخص قرآن شریف ختم کر کے فوراً شروع کرے اور یوں ہی کرتا رہے)جیسا کہ نہر اور ردالمحتار میں ہے۔میں کہتا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ ختم قرآن کی صورت میں یہ عکس اور ترتیب کا بدلنا نہیں بلکہ قران کو نئے سرے سے شروع کرنا ہے جیسا کہ لفظ حال ومرتحل (منزل میں اُترنے والا اور کوچ کرنے والا) بھی اسی پر دلیل ہے۔(فتاوی رضویہ،ج 6،ص 266،267،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

بہار شریعت میں ہے"دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کی تکرار مکروہ تنزیہی ہے،جب کہ کوئی مجبوری نہ ہو اور مجبوری ہو تو بالکل کراہت نہیں،مثلاً پہلی رکعت میں پوری قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھی،تو اب دوسری میں بھی یہی پڑھے یا دوسری میں بلا قصد وہی پہلی سورت شروع کر دی یا دوسری سورت یاد نہیں آتی،تو وہی پہلی پڑھے۔" (بہار شریعت،ج 1،حصہ 3،ص 548،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# مسبوق نے مغرب کی دوسری رکعت پر قعدہ نہ کیا تو

**مجیب:** ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-1934

**تاریخ اجراء:** 10 صفر المظفر 1445ھ / 28 اگست 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

میں نے مغرب کی نماز امام کے ساتھ پڑھی، لیکن مجھے امام کے ساتھ ایک رکعت ملی اور پھر میں نے جب اپنی دو رکعتیں پڑھیں، تو ان دو رکعتوں کے بیچ میں قعدہ کئے بغیر دو رکعتیں ادا کیں اور سلام پھیر دیا، کیا مجھے یہ نماز دوبارہ ادا کرنی ہوگی؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

مختار قول کے مطابق ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد جو پہلی رکعت آپ نے ادا کی، آپ اس پر قعدہ کرتے اور یہی قیاس کا تقاضا بھی ہے، اور قیاس کے مطابق قصداً اس قعدے کے ترک کرنے پر نماز واجب الاعادہ ہونی چاہیے لیکن استحساناً اس قعدے کے بغیر بھی نماز کے درست ہونے اور نماز واجب الاعادہ نہ ہونے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ من وجہ (یعنی قراءت کے اعتبار سے) مسبوق کی یہ رکعت پہلی بھی ہے اور پہلی رکعت پر قعدہ نہیں ہوتا۔

فتاوی رضویہ میں سوال ہوا "س کہتا ہے جس کو مغرب کی تیسری رکعت جماعت کے ساتھ ملے وہ جب اپنی نماز پوری کرنے کھڑا ہو تو اپنی دوسری رکعت میں قعدہ کرے کیونکہ قاعدہ مصرحہ ہے نماز مسبوق در حق قرأت حکم اول نماز دارد و در حق قعود حکم آخر نماز مسبوق کی باقی ماندہ نماز) قرأت کے لحاظ سے اول اور بیٹھنے میں آخر کا حکم رکھتی ہے۔ت) ع کہتا ہے مسبوق دوسری رکعت پر قعدہ نہ کرے کہ بعض کتب فقہ میں ایسا ہی لکھا ہے اور جو دوسری رکعت پر قعدہ کرے گا تو تینوں رکعات علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گی، پس سوال یہ ہے کہ قول س کا قابل عمل ہے یا ع کا۔"

اس کے جواب میں فرمایا:

"قول س کا صحیح ہے، ائمہ فتوٰی سے اسی کا اختیار مفید ترجیح ہے، کتب معتمدہ میں اس کی تصریح ہے، درمختار میں ہے: "یقضی اول صلاتہ فی حق قراءۃ واٰخرھا فی حق تشھد فمدرک رکعۃ من غیر فجریاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشھد بینھما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولا یقعد قبلھا" (قرأۃ کے حق میں وہ اپنی ابتدا نماز اور تشہد کے حق میں آخر نماز تصور کرکے ادا کرے فجر کے علاوہ ایک رکعت پانے والا دو رکعتوں کو فاتحہ اور سورت کے ساتھ ادا کرے اور ان کے درمیان قعدہ بھی کرے اور چار رکعتی نماز میں چوتھی رکعت کو صرف فاتحہ کے ساتھ ادا کرے اور اس سے پہلے قعدہ نہ کرے۔) خلاصہ وہندیہ میں ہے: "لوادرک رکعۃ من المغرب قضی رکعتین وفصل بقعدۃ فتکون بثلث قعدات" اگر کسی نے مغرب کی ایک رکعت پائی تو وہ باقی ماندہ دو بجالائے اور ان کے درمیان قعدہ کے ساتھ فاصلہ کرے تو یہاں تین قعدے ہوجائیں گے)

یہاں تک کہ غنیہ شرح منیہ میں فرمایا اگر ایک رکعت پڑھ کر قعدہ نہ کیا تو قیاس یہ ہے کہ نماز ناجائز ہو یعنی ترک واجب کے سبب ناقص و واجب الاعادہ البتہ استحساناً حکم جواز و عدم وجوب اعادہ دیا گیا کہ یہ رکعت من وجہ پہلی بھی ہے، ردالمحتار میں ہے: "قال فی شرح المنیۃ ولو لم یقعد جاز استحسانا لا قیاسا ولم یلزم سجود السھو لکون الرکعۃ اولی من وجہ" شرح المنیہ میں فرمایا ہے اگر اس نے ایک رکعت پڑھ کر قعدہ نہ کیا تو اگرچہ قیاساً نماز درست نہیں مگر استحساناً درست ہے اور اس پر سجدہ سہو لازم نہیں کیونکہ ایک لحاظ سے یہ پہلی رکعت ہے۔)" (فتاوی رضویہ، ج07، ص234،233، رضافاونڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# جن افراد کی جماعت نکل گئی ہو ان کا مسجد میں اپنی جماعت کروانا

**مجیب:** مولانا محمد ماجد رضا عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Web-1204

**تاریخ اجراء:** 07 جمادی الثانی 1445ھ / 21 دسمبر 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

ہم پانچ افراد کسی عذر کی وجہ سے جماعت سے لیٹ ہو گئے ہم میں ایک حافظ صاحب تھے انہوں نے جماعت کرالی مگر امام صاحب نے سختی سے منع کر دیا کہ جب ایک جماعت ہو جائے تو دوسری جماعت نہیں ہوتی جبکہ جماعت ہم نے مسجد کی ایک سائیڈ پہ کروائی تھی اس کا مسئلہ ارشاد فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جن لوگوں کی جماعت کسی سبب سے رہ جائے اور پھر ان میں اگر امامت کے لائق کوئی شخص موجود ہو تو وہ دوبارہ اذان دیئے بغیر محراب سے ہٹ کر اپنی نماز باجماعت ادا کریں، تو یہ بالکل جائز ہے، اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ البتہ یہ واضح رہے کہ جماعتِ ثانیہ کے بھروسے پر بلا عذرِ شرعی مسجد کی واجب جماعتِ اولیٰ ترک کرنا بے شک ناجائز و گناہ ہے۔

امامِ اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اس بارے میں عین تحقیق وحق وثیق وحاصلِ انیق و نظرِ دقیق واثرِ توفیق یہ ہے کہ اس صورت میں تکرارِ جماعت باعادۂ اذان ہمارے نزدیک ممنوع وبدعت ہے، یہی ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہبِ مہذب وظاہر الروایہ ہے، جس کا حاصل عند التحقیق کراہت اذانِ جدید کی طرف راجع نہ نفسِ جماعت کی طرف اور اگر بغیر اس کے تکرارِ جماعت کریں، تو قطعاً جائز وروا ہے اسی پر ہمارے علماء کا اجماع ہوا ہے۔ پھر یہ جواز مطلقاً محض وخالص ہے یا کہیں کراہت سے بھی مجامع اس میں صحیح یہ ہے کہ اگر محراب میں جماعتِ ثانیہ کریں، تو مکروہ اور محراب سے ہٹ کر تو اصلاً کراہت نہیں، خالص مباح وماذون فیہ ہے۔" (فتاوی رضویہ ملتقطاً، جلد 7، صفحہ 125 تا 128، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی فیض الرسول میں ہے: "یہ جماعتِ ثانیہ کا جواز صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو کبھی کسی عذر کے سبب جماعتِ اولیٰ کی حاضری سے محروم رہے نہ یہ کہ جماعتِ ثانیہ کے بھروسے پر بلا عذرِ شرعی قصداً جماعت ترک کرے یہ بلاشبہ ناجائز و گناہ ہے۔" (فتاوی فیض الرسول، جلد1، صفحہ340، شبیر برادرز، لاھور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# مسبوق اپنی نماز میں ثنا کب پڑھے گا؟

**مجیب:** محمد عرفان مدنی عطاری

**فتوی نمبر:** WAT-1683

**تاریخ اجراء:** 06ذوالقعدۃالحرام1444ھ /27مئی2023ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

مسبوق اپنی نماز میں ثنا کب پڑھے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسبوق کیلئے ثنا پڑھنے سے متعلق تفصیل درج ذیل ہے:

اگر وہ قیام میں شامل ہو تو پھر تفصیل یہ ہے کہ:

- مسبوق اگر جہری نماز کی اس رکعت میں شامل ہو جس میں امام جہر یعنی بلند آواز سے قراءت کر رہا ہو تو اب مسبوق کیلئے حکم یہ ہے کہ امام کے ساتھ شامل ہونے کے بعد ثنا نہ پڑھے، پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب اپنی بقیہ رکعتیں پڑھنے کھڑا ہو تو اس کی ابتدا میں ثنا پڑھ لے۔
- البتہ اگر مسبوق سری نماز کی کسی رکعت میں شامل ہو، چاہے وہ کوئی سی بھی رکعت ہو، یا جہری نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں، جس میں آہستہ تلاوت کی جاتی ہے، اس میں شامل ہو تو اب مسبوق، امام کے ساتھ شامل ہونے کے بعد ثنا پڑھے گا تاکہ ثنا اپنے محل میں دیگر ارکان کی ادائیگی سے پہلے ادا ہو جائے۔

**قیام کے علاوہ میں شامل ہو تو تفصیل یہ ہے کہ:**

- اگر رکوع میں آکر ملے اور اسے یہ گمان ہو کہ ثنا پڑھ کر امام کو رکوع میں پالے گا تو ثنا کہہ کر رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو جائے۔ اور اگر اندیشہ ہو کہ ثنا پڑھنے تک امام رکوع سے سر اٹھالے گا تو اب بغیر ثنا پڑھے رکوع میں شامل ہو جائے پھر جب اپنی بقیہ رکعتیں پڑھنے کھڑا ہو تو اس وقت ثنا پڑھے۔
- اگر امام کے پہلے سجدے میں جماعت کے ساتھ آکر ملا ہے تو اس صورت میں بھی ثنا پڑھ کر امام کے ساتھ مل ہو جائے۔

- اور اگر رکوع اور پہلے سجدے کے علاوہ کسی مقام جیسے دوسرے سجدے یا قعدے وغیرہ میں جماعت کے ساتھ آکر ملا ہے تو اب بغیر ثنا پڑھے، امام کے ساتھ شامل ہو جائے اور جب اپنی بقیہ رکعتیں پڑھنے کھڑا ہو تو اس وقت ثنا پڑھے۔

**نوٹ:**

جن صورتوں میں مسبوق پہلے ثنا پڑھ لے تو اب جب وہ اپنی چھوٹی رکعتیں ادا کرنے کے لیے کھڑا ہو گا، اس وقت اس کے لیے دوبارہ ثنا پڑھنے کا حکم نہیں کیونکہ فقہائے کرام نے مسبوق کو اپنی بقیہ رکعت کے شروع میں ثنا پڑھنے کا حکم اس وقت دیا ہے جب مسبوق شروع میں ثنا نہ پڑھ سکا ہو۔

البتہ! بعض کتب فقہ میں ہے کہ مسبوق اپنی بقیہ رکعت میں بھی ثنا پڑھے گا لیکن فقہائے کرام نے اسے خلافِ مشہور قرار دے کر لائق عمل نہیں ٹھہرایا۔ لہذا صحیح یہی ہے کہ ایسی صورت میں مسبوق دوبارہ ثنا نہیں پڑھے گا۔

فتاوی ہندیہ میں ہے "المسبوق من لم یدرک الرکعۃ الاولی مع الامام ولہ احکام کثیرۃ کذافی البحر الرائق: منھا انہ اذا ادرک الامام فی القراءۃ فی الرکعۃ التی یجھر فیھا لا یأتی بالثناء کذافی الخلاصۃ ھو الصحیح کذافی التجنیس وھو الاصح ...فاذا قام الی قضا ما سبق یأتی بالثناء ویتعوذ للقراءۃ کذافی فتاوی قاضیخان والخلاصۃ والظھیریۃ، وفی صلاۃ المخافتۃ یأتی بہ ھکذافی الخلاصۃ...... وإن أدرک الإمام في الرکوع أو السجود یتحری إن کان أکبر رأیہ أنہ لو أتی بہ أدرکہ في شيء من الرکوع أو السجود یأتي بہ قائما وألا یتابع الإمام ولا یأتي بہ وإذا لم یدرک الإمام في الرکوع أو السجود لا یأتي بھما وإن أدرک الإمام في القعدۃ لا یأتي بالثناء بل یکبر للافتتاح ثم للانحطاط ثم یقعد" ترجمہ: مسبوق وہ جس نے امام کے ساتھ پہلی رکعت نہ پائی اور اس مسبوق کے متعلق کثیر احکام ہیں اسی طرح بحر الرائق میں ہے۔ ان احکام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسبوق جب امام کو قراءت کرتے ہوئے پائے اس رکعت میں جس میں وہ جہر کے ساتھ قراءت کر رہا ہو تو وہ ثنا نہیں پڑھے اسی طرح خلاصہ میں ہے یہی صحیح ہے اسی طرح تجنیس میں ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے اور ایسی صورت میں جب وہ اپنی بقیہ رکعت پڑھنے کھڑا ہو گا تو ثنا پڑھے گا اور قراءت کیلئے تعوذ بھی پڑھے گا اسی طرح فتاوی قاضی خان، خلاصہ اور ظہیریہ میں ہے اور سری نمازوں میں مسبوق ثنا پڑھے گا، اسی طرح خلاصہ میں ہے۔ اور اگر امام کو رکوع یا سجدے میں پایا تو غور و فکر کرے اگر گمان غالب ہو کہ ثنا پڑھ کر رکوع یا سجدے میں امام کے ساتھ مل جائے گا تو کھڑے کھڑے ثناء پڑھ لے ورنہ امام کی اتباع

کرے اور ثنا نہ پڑھے۔ اور اگر امام کو رکوع یا سجدے میں نہ پایا تو ثنا نہ پڑھے، اور اگر امام کو قعدے میں پایا تو ثنا نہیں پڑھے گا بلکہ تکبیر تحریمہ کہے پھر (دوسری) تکبیر جھکنے کے لیے کہے اور بیٹھ جائے۔ (الفتاوی الھندیۃ، الباب الخامس، الفصل السابع، جلد1، صفحہ91,90، مطبوعہ کوئٹہ)

ردالمحتار میں ہے" قولہ: (او ساجدا) ای: السجدۃ الاولی کما فی المنیۃ، واشار بالتقیید براکعا او ساجدا الی انہ لو ادرکہ فی احدی القعدتین فالاولی ان لا یثنی لتحصیل فضیلۃ زیادۃ المشارکۃ فی القعود، وکذا لو ادرکہ فی السجدۃ الثانیۃ" ترجمہ: اور شارح علیہ الرحمہ کا قول (او ساجدا) اس کا مطلب ہے کہ پہلے سجدے میں پائے، جیسا کہ منیۃ المصلی میں ہے، اور" راکعا او ساجدا" کی قید سے اس طرف اشارہ کیا کہ اگر مقتدی امام کو دونوں قعدوں میں سے کسی ایک قعدے میں پائے تو بہتر یہ ہے کہ قعدے میں زیادہ مشارکت کے حصول کے لئے ثنا نہ پڑھے اور اسی طرح یہی حکم ہے اگر مقتدی امام کو دوسرے سجدے میں پائے۔ (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، ج02، ص232، کوئٹہ)

نور الایضاح مع مراقی الفلاح میں ہے:" (یأتی بہ المسبوق) فی ابتداء مایقضیہ بعد الثناء فانہ یثنی حال اقتدائہ" ترجمہ: مسبوق اپنی بقیہ رکعت کی ابتدا میں ثنا کے بعد تعوذ پڑھے گا کیونکہ وہ اقتدا کی حالت میں بھی ثنا پڑھے گا۔

اس کے تحت حاشیۃ الطحطاوی میں ہے:" لا وجہ لھذا التعلیل قال فی الشرح: ویثنی ایضاً حال اقتدائہ ...وکلامہ یقتضی ان المسبوق یثنی مرتین وھو خلاف المشھور" ترجمہ: اس علت کو بیان کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اور شرح میں فرمایا کہ مسبوق اقتدا کی حالت میں بھی ثنا پڑھے گا۔۔۔ اور ان کا کلام اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مسبوق دو مرتبہ ثنا پڑھے گا اور یہ خلاف مشہور ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، صفحہ282، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# کھانے کی وجہ سے جماعت چھوڑنا

**مجیب:** مولانا محمد سجاد عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-2352

**تاریخ اجراء:** 27 جمادی الثانی 1445ھ /10 جنوری 2024ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر اذان کے بعد دستر خوان لگا دیا جائے، تو اب پہلے کھانا کھائیں یا جماعت کیلئے جائیں، پہلے کھانا کھانے کی صورت میں ہم جماعت میں شامل نہیں ہو سکیں گے، تو کیا شرعاً ہمیں جماعت چھوڑنے کی اجازت ہو گی؟ براہ کرم رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اگر جماعت تیار ہے اور کھانا سامنے آیا اور کھانے کی طلب اور خواہش اتنی زیادہ ہے کہ اگر نماز پڑھنے جائے گا تو ذہن کھانے ہی کی طرف لگا رہے گا، اور نماز میں دل نہیں لگے گا یا اس کے دانت کمزور ہیں، روٹی ٹھنڈی ہو کر نہ چبائی جائے گی یا کھانا ٹھنڈا ہو کر بدمزہ ہو جائے گا اور اس کا تدارک نہ ہو سکے گا (یعنی دوبارہ گرم کرکے، پہلی والی صورت لوٹ آنے والی صورت نہ ہو) اور کھانا کھانے سے وقت تنگ نہ ہو جائے گا تو پھر جماعت میں تاخیر کرنے یا ترک کرنے کی گنجائش ہے کہ پہلے کھانا کھالے اور بعد میں اطمینان سے نماز ادا کرے، محض کھانے کا تیار ہو جانا یا کھانے کا وقت ہو جانا جماعت چھوڑنے کیلئے عذر نہیں۔

در مختار میں ہے" فلا تجب علی ۔۔۔ من حال بینہ وبینھا ۔۔۔ حضور طعام (تتوقہ) نفسہ "ترجمہ: جس شخص کے پاس کھانا حاضر ہو اور اس کا نفس اس کھانے کی طرف مائل ہو تو اس شخص پر جماعت واجب نہیں۔ (در مختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ، ج 1، ص 556، دار الفکر، بیروت)

جد الممتار میں ہے" جاز ترک الجماعۃ لحضور طعام یبرد وتذھب لذتہ "ترجمہ: کھانا حاضر ہے (اور جماعت میں شریک ہونے سے وہ ٹھنڈا ہو جائے گا اور اس کی لذت ختم ہو جائے گی) تو جماعت ترک کرنے کی اجازت ہے۔ (جد الممتار، ج 3، ص 420، مکتبۃ المدینہ)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضاخان رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے سوال ہوا کہ: "کھانا تیار ہے اور جماعت بھی تیار ہے تو اول کھانا کھائے یا نماز پڑھ لے؟"

تو آپ نے جوابًا ارشاد فرمایا: "جماعت تیار ہے اور کھانا سامنے آیا اور وقت تنگ نہ ہو جائے گا اور پہلے جماعت کو جائے تو بھوک کے سبب دل کھانے میں لگا رہے یا کھانا سرد ہو کر بے مزا ہو جائے گا یا اس کے دانت کمزور ہیں روٹی ٹھنڈی ہو کر نہ چبائی جائے گی تو اجازت ہے کہ پہلے کھانا کھالے اور اگر کھانے میں کوئی خرابی یا دقت نہ آئے گی نہ اسے ایسی بھوک ہے تو جماعت نہ کھوئے۔" (فتاوی رضویہ، ج 7، ص 230، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے "کھانا حاضر ہے اور نفس کو اس کی خواہش ہو، یہ ترک جماعت کے لیے عذر ہے۔ ملخصًا" (بہار شریعت، ج 1، حصہ 3، ص 584، مکتبۃ المدینہ)

وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

# سری نمازوں میں مقتدی کا قراءت کرنا کیسا؟

**مجیب:** مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

**فتوی نمبر:** Nor-12129

**تاریخ اجراء:** 21 رمضان المبارک 1443 ھ / 23 اپریل 2022 ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فجر، مغرب اور عشاء کی فرض نماز میں امام کے پیچھے مقتدی آخری دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ پڑھتا ہے۔ آپ سے معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا ظہر اور عصر کی چاروں ہی رکعتوں میں مقتدی کو سورۃ الفاتحہ پڑھنا ہوگی؟؟ رہنمائی فرمادیں۔ سائل: راجہ شعبان (via، میل)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فقہائے احناف کے نزدیک امام کے پیچھے مقتدی کا کسی بھی نماز کی کسی بھی رکعت میں قراءت کرنا، مکروہ تحریمی و ناجائز ہے۔ نیز احادیثِ مبارکہ میں بھی اس بات کی صراحت موجود ہے کہ امام کی قراءت ہی مقتدی کی بھی قراءت ہے۔

**صورتِ مسئولہ میں آپ کا یہ کہنا کہ مقتدی فجر، مغرب اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ پڑھتا ہے، شرعی طور پر درست نہیں۔ بلکہ درست مسئلہ یہ ہے کہ سری نماز ہو یا جہری نماز، بہر صورت امام کے پیچھے مقتدی خاموش رہے گا اصلاً قراءت نہیں کرے گا۔**

امام کی قراءت ہی مقتدی کی بھی قراءت ہے۔ جیسا کہ "سنن ابنِ ماجہ" اور "مسند امام احمد" کی احادیثِ مبارکہ میں ہے: "والنظم للاول" عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "من کان لہ إمام، فقراءۃ الامام لہ قراءۃ"۔ "یعنی روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت اس کی بھی قرأت ہے۔ (سنن ابن ماجۃ، باب إذا قرأ الإمام فأنصتوا، ج 01، ص 276، دار الفکر، بیروت)

مقتدی کا امام کے پیچھے قراءت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ جیسا کہ تنویر الابصار میں ہے: "والمؤتم لا یقرأ مطلقاً فان قرأ کرہ تحریماً" یعنی مقتدی اصلاً امام کے پیچھے قرأت نہیں کرے گا پس اگر مقتدی نے امام کے پیچھے قرأت کی تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار، ج02، ص327-326، مطبوعہ کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے: "**مقتدی کو کسی نماز میں قراءت جائز نہیں**، نہ فاتحہ، نہ آیت، نہ آہستہ کی نماز میں، نہ جہر کی میں۔" (بہار شریعت، ج01، ص512، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "**مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت سورہ فاتحہ** یا اور کسی سورت کی **جائز ہے یا نہیں؟**" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: "**مذہبِ حنفیہ درباره قرأت مقتدی عدم اباحت و کراہتِ تحریمیہ ہے۔**" (فتاویٰ رضویہ، ج06، ص240، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا

**مجیب:** مولانا ذاکر حسین عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-571

**تاریخ اجراء:** 19رجب المرجب1443ھ /21فروری2022ء

## دارالافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

## سوال

مفتی صاحب کی بارگاہ میں سوال ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مقتدی کو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ یا کسی دوسری سورت کی قراءت، ناجائز و گناہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالی قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔ (سورۃ الاعراف، پ09، آیت204)

اس آیت کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں ہے: "اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس وقت قرآنِ کریم پڑھا جائے خواہ نماز میں یا خارجِ نماز، اس وقت سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔ جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اس طرف ہیں کہ یہ آیت مقتدی کے سننے اور خاموش رہنے کے باب میں ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص317، مطبوعہ: اتفاق پبلیشرز)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "انما جعل الامام لیؤتم بہ، فاذا کبر فکبروا، واذا قرأ فأنصتوا" ترجمہ: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تم خاموش رہو۔ (سنن نسائی، باب تاویل قولہ عزوجل واذا قرئ القرآن، ج2، ص146، مکتبہ رحمانیہ)

مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ فرمان رسول علیہ الصلوۃ والسلام ہے "من کان لہ امام فقراءتہ لہ قراءۃ" ترجمہ: جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت، اس مقتدی کی قراءت ہے۔ (مسند احمد، ج07، ص234، افغانستان) (اتحاف الخیرۃ، ج02، ص343)

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: ”من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام“ ترجمہ: جس نے کسی رکعت میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو گویا اس نے نماز نہیں پڑھی مگر جبکہ وہ امام کے پیچھے ہو۔ (سنن ترمذی، باب ماجاء فی ترک القراءۃ خلف الامام، ص180، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# کیا صرف نابالغ بچوں کے ساتھ بھی جماعت ادا ہو سکتی ہے؟

**مجیب:** مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

**فتوی نمبر:** Nor-13132

**تاریخ اجراء:** 08جمادی الاولیٰ1445ھ / 23نومبر2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام صاحب بچوں کو مسجد میں قرآن پاک پڑھاتے ہیں، کبھی کبھار ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ نمازِ عصر میں ان بچوں کے علاوہ باہر سے کوئی مرد نمازی مسجد میں نہیں آتا، تو امام صاحب انہی بچوں کے ساتھ جماعت قائم کرلیتے ہیں، بچوں کی عمر 5 سے 12 سال کے درمیان ہے۔ آپ سے معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا ان بچوں کے ساتھ جماعت ادا ہو سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

**جمعہ اور عیدین کے علاوہ دیگر نمازوں کی جماعت منعقد ہونے کے لئے امام کے ساتھ کم از کم کسی ایک مقتدی کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ سمجھ دار بچہ ہی کیوں نہ ہو، لہذا پوچھی گئی صورت میں اُن سمجھدار بچوں کے ساتھ بھی جماعت ادا ہو جائے گی۔**

جماعت منعقد ہونے کے لئے کم سے کم تعداد کے حوالے سے بدائع الصنائع میں ہے: "**فاقل من تنعقد به الجماعة اثنان، وهو ان يكون مع الامام واحد،**۔۔۔سواء كان ذلك الواحد رجلاً، او امرأة، **او صبياً يعقل**؛۔۔۔ واما المجنون والصبي الذي لا يعقل فلا عبرة بهما؛ لانهما ليسا من اهل الصلاة فكانا ملحقين بالعدم۔" یعنی کم سے کم وہ تعداد جس سے جماعت منعقد ہو جاتی ہے دو افراد ہیں اور وہ امام کے ساتھ کسی بھی ایک فرد کا ہونا ہے۔۔۔ خواہ وہ ایک مرد ہو یا عورت ہو یا سمجھدار بچہ ہو۔۔۔ ہاں پاگل اور نا سمجھ بچہ کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ یہ نماز کے اہل ہی نہیں ہیں گویا یہ کالعدم ہیں۔ (بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، ج 01، ص 256، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، ملتقطاً)

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:"**(واقلھا اثنان) واحد مع الامام ولو ممیزاً**"یعنی جماعت کی کم سے کم تعداد دو افراد ہیں۔ امام کے ساتھ کسی ایک کا ہونا اگرچہ وہ سمجھ بوجھ رکھنے والا (نابالغ) ہو۔

"ولو ممیزاً" کے تحت فتاویٰ شامی میں ہے:"ای ولو کان الواحد المقتدی صبیاً ممیزاً۔قال فی السراج: لو حلف لا یصلی جماعۃ وام صبیاً یعقل حنث اھ۔ولا عبرۃ بغیر العاقل بحر۔"یعنی اگرچہ وہ ایک مقتدی سمجھ بوجھ رکھنے والا بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ سراج میں کہا: اگر کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ وہ جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھے گا پھر وہ کسی سمجھدار بچہ کا امام بن جائے تو وہ حانث ہو جائے گا۔ہاں ناسمجھ بچہ کا کوئی اعتبار نہیں جیسا کہ بحر میں مذکور ہے۔(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ،ج 01،ص 553، مطبوعہ بیروت)

مفتی جلال الدین علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ "ظہر کی جماعت کے لئے کم از کم کتنے مقتدی کا ہونا ضروری ہے؟" آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:"جمعہ اور عیدین کے علاوہ دیگر نمازوں کی جماعت کے لئے امام کے ساتھ کم از کم ایک مقتدی کا ہونا ضروری ہے۔ درِ مختار میں ہے:" واقلھا اثنان واحد مع الامام"۔"(فتاوی فیض الرسول،ج 01،ص 336، شبیر برادرز، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# فرض نماز تنہا پڑھنے کے بعد جماعت قائم ہونا

**مجیب:** مولانا محمد سعید عطاری مدنی

**فتوی نمبر:**WAT-2490

**تاریخ اجراء:** 06شعبان المعظم1445ھ /17فروری2024ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

ایک شخص نے جماعت سے پہلے ہی فرض نماز پڑھ لی پھر بعد میں جماعت شروع ہوئی تو اس کے لیے کیا حکم ہے کہ اس کی نماز ہو گئی یا دوبارہ جماعت سے نماز پڑھ سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اپنی تنہا فرض نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی مگر بلا عذر شرعی جماعت چھوڑنے کی وجہ سے گنہگار ہو گا۔ جو شخص مسجد میں اپنی فرض نماز تنہا پڑھ چکا اور مسجد میں ہی تھا کہ جماعت قائم ہو گئی تو اگر نماز ظہر یا عشاء ہے تو اب واجب ہے کہ نفل کی نیت سے اس جماعت میں شامل ہو جائے، اس صورت میں جماعت چھوڑ کر مسجد سے باہر جانا مکروہ تحریمی، ناجائز و گناہ ہو گا۔ اگر فجر، عصر اور مغرب کی نماز میں ایسا ہو اتو اب حکم یہ ہے کہ مسجد سے باہر چلا جائے، جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا۔

اگر مسجد میں ہے اور جماعت کے لیے اقامت شروع ہو جاتی ہے تو عشاء اور ظہر میں اس کا جماعت میں شامل نہ ہونا مکروہ ہے، جبکہ فجر، عصر اور مغرب میں مسجد میں رکنا مکروہ ہے۔ کنز الدقائق اور اس کے تحت نہر الفائق میں ہے: ”(وإن صلى) وحده (لا) أي: لا يكره له الخروج لأنه أجاب داعي الله تعالى ۔۔(إلا في الظهر والعشاء إن شرع) المؤذن (في الإقامة) فيكره له بالخروج وإن صلى وحده لأنه مخالف للجماعة عيانا والتنفل بعدهما غير مكروه ولذا قيد بالظهر والعشاء لأنه يكره في غيرهما الكراهة التنفل بعد الفجر والعصر ولزوم أحد المحذورين السابقين لو اقتدى في المغرب “ترجمہ: اور اگر اس نے تنہا نماز پڑھ لی تو اس کے لیے مسجد سے نکلنا مکروہ نہیں کیونکہ اس نے داعی الی اللہ کو جواب دے دیا الا یہ کہ ظہر یا عشاء کی جماعت ہو اور مؤذن اقامت کہنا شروع کر چکا ہو تو اب اس کے لیے مسجد سے خروج مکروہ ہے اگرچہ وہ تنہا نماز پڑھ چکا کہ وہ جماعت کا کھلا

مخالف ہے کہ ان دونوں کے بعد نفل پڑھنا مکروہ نہیں اس لیے ظہر اور عشاء کی قید لگائی کہ ان کے علاوہ میں فجر و عصر کے بعد نفل مکروہ ہے اور مغرب میں اگر وہ اقتدا کرے تو سابقہ دونوں محذور میں سے ایک لوٹ آئے گا۔(النهر الفائق شرح كنز الدقائق، ج1، ص310، دار الكتب العلمية)

درر شرح غرر کے حاشیہ میں علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:"(قوله لا يخرج أحد... إلخ) فإن خرج كره للنهي وهو يدل على كراهة التحريم" ترجمہ:(ان کا قول کوئی مسجد سے نہ نکلے۔۔الخ) تو اگر کوئی نکل جائے تو نہی کی وجہ سے مکروہ ہے اور یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے۔(درر الحكام شرح غرر الأحكام، ج1، ص121، دار إحياء الكتب العربية)

امام اہلسنت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:"جو شخص مسجد میں نماز تنہا پوری پڑھ چکا ہو اب جماعت قائم ہوئی ہے اگر ظہر یا عشا ہے تو شرعًا اس پر واجب ہے کہ جماعت میں شریک ہو کہ مخالفت جماعت کی تہمت سے بچے اور باقی تین نمازوں میں حکم ہے کہ مسجد سے باہر نکل جائے تا کہ مخالفت جماعت کی صورت نہ لازم آئے۔(فتاوی رضویہ، ج7، ص214، 215، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# جماعت کے دوران کوئی نمازی گر جائے تو اس کے لیے نماز توڑنا

**مجیب:** ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-2314

**تاریخ اجراء:** 16 جمادی الاول 1445ھ/01 دسمبر 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر باجماعت نماز کے دوران، ساتھ نماز پڑھنے والا کوئی شخص گر جائے تو اسے اٹھانے اور طبّی امداد دینے کیلئے قریبی کھڑا شخص اپنی نماز توڑ سکتا ہے یا نہیں؟ نیز اس صورت میں اگر کوئی شخص اپنی نماز توڑ دے، پھر کچھ دیر بعد امام کے ساتھ دوبارہ شامل ہو اور اس کی ایک یا زیادہ رکعتیں امام کے ساتھ نکل چکی ہوں، تو کیا امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ چھوٹ جانے والی رکعتیں اُسے ادا کرنی ہوں گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

باجماعت نماز کے دوران اگر کوئی نمازی، نماز پڑھتے پڑھتے گر جائے، اور اس کا یہ گرنا حادثاتی صورت کا ہو جیسے بعض لوگ بلڈ پریشر یا شوگر کے بڑھ جانے یا کم ہو جانے کی وجہ سے گر جاتے ہیں، یا کچھ لوگوں کو اچانک ہارٹ اٹیک ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ گر پڑتے ہیں، ایسے لوگوں کو اگر فوراً کوئی طبّی امداد فراہم نہ کی جائے تو بعض اوقات اُن کا مرض بگڑ جاتا ہے، بلکہ بعض دفعہ ایسے لوگ اپنی جان سے بھی چلے جاتے ہیں۔ یونہی عام طور پر مرگی کے مریض، دورہ پڑنے کی وجہ سے گر جاتے ہیں، ایسے مریضوں کو بھی اس حالت میں کسی شخص کی مدد کی حاجت ہوتی ہے جو اُنہیں کسی محفوظ جگہ پر لے جا کر کروٹ کے بل لٹا دے، اور ضرورت پڑنے پر اُنہیں بھی طبّی امداد دے سکے۔ اگر صورتحال ایسی ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور حادثاتی صورت پائی جائے تو اب وہاں سنبھالنے والا کوئی دوسرا شخص نہ ہو تو قریبی نمازی، کسی ایسے گرنے والے شخص کے مرض کو قابو میں کرنے اور اُن کی جان بچانے کی غرض سے اپنی نماز توڑ سکتا ہے بلکہ جہاں شدید نقصان سے بچانے کی صورت ہو وہاں اگر نمازی ایسے گرنے والے افراد کی مدد پر قادر ہو تو اس پر واجب ہے کہ اپنی نماز توڑ دے اور اُن کی مدد کرے۔

نیز نماز توڑنے کی صورت میں اگر نمازی دوبارہ جماعت میں شامل ہو اور اس کی ایک یا زیادہ رکعتیں امام کے ساتھ نکل چکی ہوں، تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد اُس نمازی کو اپنی چھوٹ جانے والی رکعتیں ادا کرنی ہوں گی، کیونکہ نماز توڑنے کے بعد دوبارہ شامل ہونے میں اس کی حیثیت ایک مسبوق مقتدی کی ہے، جو کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی چھوٹ جانے والی رکعتیں ادا کرتا ہے۔

درمختار مع ردالمحتار میں ہے: " (ويجب لإغاثة ملهوف) سواء استغاث بالمصلي أولم يعين أحدافي استغاثته إذاقدر على ذلك، ومثله خوف تردي أعمى في بئر مثلا إذا غلب على ظنه سقوط "ترجمہ: اور کسی مصیبت زدہ کی مدد کیلئے نماز کو توڑ دینا واجب ہے، چاہے وہ نمازی کو پکارتا ہو یا اس نے پکارنے میں کسی کو معین نہ کیا ہو (بلکہ مطلقاً کسی شخص کو پکارتا ہو، اور اس صورت میں نماز توڑنا اس وقت واجب ہے) جبکہ نمازی اس کی مدد پر قادر ہو۔ اور اس کی مثل اندھے کے مثلاً کنویں میں گرنے کا خوف ہے جبکہ اس کے گرنے کے متعلق ظن غالب ہو۔ (در مختار مع ردالمحتار، جلد 2، صفحہ 513، مطبوعہ: کوئٹہ)

ردالمحتار علی الدر المختار میں ہے: " جاز قطع الصلاة أو تأخيرها لخوفه على نفسه أو ماله أو نفس غيره أو ماله كخوف القابلة على الولد والخوف من تردي أعمى وخوف الراعي من الذئب وأمثال ذلك "ترجمہ: اپنی جان یا اپنے مال، یا کسی دوسرے کی جان یا مال پر خطرہ ہونے کی وجہ سے، نماز توڑ دینا یا اس میں تاخیر کرنا جائز ہے۔ جیسے دایہ کا بچے کی پیدائش کے وقت خوف، یا اندھے کے کنویں میں گرنے کا خوف یا چرواہے کا بھیڑیئے سے خوف اور اس قسم کے دوسرے مواقع۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، جلد 3، کتاب الحج، صفحہ 529، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی عالمگیری میں ہے: " ان قطع الصلاة لا يجوز الا لضرورة، وكذا الاجنبي اذا خاف أن يسقط من سطح أو تحرقه النار أو يغرق في الماء واستغاث بالمصلي وجب عليه قطع الصلاة " ملتقطاً۔ ترجمہ: بیشک نماز کو توڑنا جائز نہیں مگر ضرورت کی وجہ سے۔ اور اسی طرح اگر کسی اجنبی شخص کے متعلق خوف ہو کہ وہ بلندی سے گر جائے گا، یا آگ اسے جلا دے گی یا وہ پانی میں ڈوب جائے گا اور وہ نمازی سے فریاد کر رہا ہو تو نمازی پر نماز کو توڑ دینا واجب ہے۔ (الفتاوی الهندية، جلد 1، باب فيما يفسد الصلاة ويكره فيها، صفحہ 121، دار الكتب العلميه، بيروت)

بہار شریعت میں ہے: ”کوئی مصیبت زدہ فریاد کر رہا ہو، اسی نمازی کو پکار رہا ہو یا مطلقاً کسی شخص کو پکارتا ہو یا کوئی ڈوب رہا ہو یا آگ سے جل جائے گا یا اندھا راہ گیر کوئیں میں گرا چاہتا ہو، ان سب صورتوں میں (نماز) توڑ دینا واجب ہے، جبکہ یہ اس کے بچانے پر قادر ہو۔“ (بہار شریعت، جلد1، حصہ3، صفحہ 637-638، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

# باجماعت نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو صف سے کیسے نکلے؟

**مجیب:** محمد عرفان مدنی عطاری

**فتوی نمبر:** WAT-1760

**تاریخ اجراء:** 01ذوالحجۃالحرام1444ھ/20جون2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر کوئی شخص جماعت سے نماز پڑھ رہا ہو، اور اُس کا وضو ٹوٹ جائے تو وہ صف سے باہر کیسے نکلے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جس شخص کا نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو اُس کیلئے مستحب ہے کہ اپنی ناک پکڑے اور سر جھکائے، صف سے باہر ہو جائے، اب چاہے تو صفوں کے آگے سے گزرتا ہوا چلا جائے یا صفوں کو چیرتا ہوا پیچھے چلا جائے، اور اس صورت میں نمازی کے آگے سے گزرنا نہیں کہلائے گا کیونکہ امام کا سترہ، مقتدیوں کیلئے بھی سترہ ہوتا ہے۔ سنن ابو داؤد شریف کی حدیث مبارکہ ہے: "عن عائشة، قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: إذا أحدث أحدكم في صلاته فليأخذ بأنفه، ثم لينصرف" ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی شخص کو نماز میں حدث ہو جائے تو وہ اپنی ناک پکڑے پھر چلا جائے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب استئذان المحدث الامام، صفحہ 291، رقم الحدیث: 1114، مکتبہ عصریہ بیروت)

ردالمحتار میں ہے: "والسنة أن يفعله محدودب الظهر آخذا بأنفه يوهم أنه رعف" ترجمہ: (جب امام کا وضو ٹوٹ جائے تو) سنت یہ ہے کہ وہ پیٹھ جھکائے، اپنی ناک پکڑے، خلیفہ بناتا ہوا (صف سے باہر) چلا جائے، اس بات کا وہم دلاتے ہوئے کہ اس کی نکسیر بہہ گئی ہے۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، باب الاستخلاف، جلد 2، صفحہ 425، مطبوعہ: کوئٹہ)

فتاوی رضویہ میں سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ ایک جماعت میں چار صفیں ہیں، صف اول میں کسی مقتدی یا امام کا وضو جاتا رہا تب وہ مقتدی یا امام باہر کس طرح آسکتا ہے کیونکہ درمیان میں تین صفیں ہیں جو شانہ سے شانہ ملائے ہیں؟

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب ارشاد فرمایا: ''مقتدی جس طرف جگہ پائے چلا جائے، یونہی امام دوسرے کو خلیفہ بنا کر، اب صفوں کا سامنا، سامنا نہیں کہ امام کا سترہ سب کا سترہ ہے''۔ (فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 197، رضافاؤنڈیشن لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# مسبوق اگر دونوں طرف سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟

**مجیب:** ابوحفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-2417

**تاریخ اجراء:** 18رجب المرجب1445ھ /30جنوری2024ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

ایک شخص امام صاحب کے ایک رکعت پڑھانے کے بعد جماعت میں شامل ہوا، جب امام صاحب نے سلام پھیرا، تواس مسبوق مقتدی نے امام کے ساتھ بھول کر دونوں طرف سلام پھیر دیا اور سلام کے بعد آیۃ الکرسی بھی پڑھ لی، اس کے بعد اُسے یاد آیا کہ وہ تو مسبوق تھا اور اس کی تو ایک رکعت باقی تھی، اب اس صورت میں اس کیلئے کیا حکم شرع ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اگر اُس مسبوق مقتدی نے سلام پھیرنے کے بعد نماز کے خلاف کوئی عمل جیسے بات چیت، قہقہہ، جان بوجھ کر حدث طاری کرنا وغیرہ کوئی کام نہیں کیا، تو اب اگرچہ اس نے دونوں طرف سلام پھیر دیا اور آیۃ الکرسی پڑھ لی، اس کیلئے حکم شرع یہ ہے کہ وہ یاد آنے پر فوراً کھڑا ہو جائے اور تکبیر تحریمہ کہے بغیر بقیہ ایک رکعت اور ملالے، کیونکہ بھول کر سلام پھیرنے کی وجہ سے اس کی وہ نماز ختم نہیں ہوئی، لہذا مزید ایک رکعت اور ملا کر وہی نماز پوری کرلے۔

البتہ! اس صورت میں فرض قیام میں تاخیر کی وجہ سے اس مسبوق مقتدی پر سجدہ سہو لازم ہو گا، جو اُسے نماز کے آخر میں کرنا ہو گا۔

واضح رہے کہ! یہ مذکورہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ مسبوق نے سلام پھیرنے کے بعد نماز کے خلاف کوئی کام نہ کیا ہو، اگر نماز کے خلاف کوئی کام کر لیا ہو تو اب اسی نماز کو پورا کرنے کی گنجائش نہیں ہو گی، بلکہ نماز کو دوبارہ پڑھنا ہی لازم ہو گا۔

نور الایضاح مع مراقی الفلاح میں ہے:"(مصل رباعیة) فریضة (أو ثلاثیة) ولو وترا (أنه أتمها فسلم ثم علم) قبل إتیانه بمناف (أنه صلی رکعتین أتمها وسجد للسھو) لبقاء حرمة الصلاۃ"ترجمہ: چار رکعت فرض نماز، یا تین رکعت نماز پڑھنے والے نے اگرچہ وہ وتر ہو، اگر یہ گمان کیا کہ اس نے نماز پوری کرلی اور سلام پھیر دیا پھر نماز کے خلاف کوئی عمل کرنے سے پہلے اسے یاد آگیا کہ اس نے دو رکعتیں پڑھی ہیں تو اسے حکم ہے کہ وہ بقیہ رکعت پوری کرے اور سجدہ سہو کرے کیونکہ (بھول کر سلام پھیرنے اور منافی نماز کوئی کام نہ کرنے کی وجہ سے) نماز کی تحریمہ باقی ہے (لہذا اسی پر بنا کرنا درست ہے)۔ (نور الایضاح مع مراقی الفلاح، صفحہ473، دار الکتب العلمیہ بیروت)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# چار پانچ سال کے بچوں کو مسجد میں لانا

**مجیب:** مولانا عابد عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Web-1226

**تاریخ اجراء:** 15 جمادی الثانی 1445ھ / 29 دسمبر 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

چھوٹے بچے جیسے چار پانچ سال کے ہوں تو ان کو مسجد میں لانا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بچوں کو مسجد میں لانے یا نہ لانے کے حوالے سے شریعت مطہرہ کا یہ حکم ہے کہ ایسے نا سمجھ بچے جن سے نجاست کا گمان غالب ہو، انہیں مسجد میں لانا مکروہِ تحریمی یعنی ناجائز و گناہ ہے اور اگر نجاست کا محض احتمال اور شک ہو تو مکروہِ تنزیہی ہے یعنی گناہ تو نہیں مگر بچنا بہتر ہے۔ نیز ایسا بچہ جو مسجد کے آداب کا خیال نہیں رکھ سکتا، مسجد میں اچھل کود کرے گا، لوگوں کی نمازیں خراب کرے گا، اس کو بھی مسجد میں لانے کی اجازت نہیں۔ البتہ اگر بچہ ایسا ہے جس کے مسجد میں نجاست کرنے کا احتمال بھی نہیں اور وہ مسجد کے آداب کا بھی خیال رکھ سکتا ہے تو ایسے بچوں کو مسجد میں لانا، جائز ہے۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جنبوا مساجد کم صبیانکم ومجانینکم وشراء کم وبیعکم وخصوماتکم ورفع اصواتکم واقامة حدود کم وسل سیوفکم واتخذوا علی ابوابھا المطاھر وجمروھا فی الجمع “یعنی مساجد کو بچوں، پاگلوں، خرید و فروخت، جھگڑے، آوازیں بلند کرنے، حدود قائم کرنے، تلواریں کھینچنے سے بچاؤ اور ان کے دروازوں پر طہارت خانے بناؤ اور جمعہ کے دن مساجد کو دھونی دیا کرو۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث 750، صفحہ 117، مطبوعہ: ریاض)

درِ مختار میں ہے: ”یحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسھم والا فیکرہ “یعنی بچوں اور پاگلوں کو مسجد میں داخل کرنا حرام ہے جب نجاست کا غالب گمان ہو ورنہ مکروہ ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:" والمراد بالحرمۃ کراھۃ التحریم لظنیۃ الدلیل۔۔۔وعلیہ فقولہ: والا فیکرہ ای تنزیھا"یعنی مراد حرمت سے کراہتِ تحریم ہے دلیل کے ظنی ہونے کی وجہ سے اور اس کے مطابق مصنف کے قول "ورنہ مکروہ ہے "یعنی مکروہِ تنزیہی ہے۔(ردالمحتار علی الدر المختار، جلد2، صفحہ518، مطبوعہ :کوئٹہ)

ملفوظاتِ امیر اہلسنت پر مشتمل رسالے "مساجد کے آداب" میں ہے:"عموماً مشاہدہ یہی ہے کہ جب چھوٹے بچے مسجِد میں جمع ہوتے ہیں تو آپس میں شرارتیں شروع کر دیتے ہیں، نمازیوں کے آگے سے گزرتے اور خوب اودھم مچاتے ہیں نیز دورانِ نماز بسا اوقات رونا شروع کر دیتے ہیں جس سے نماز میں زبردست خَلَل آتا اور مسجد کا تقدس پامال ہوتا ہے اور کبھی کبھار تو مسجد میں پیشاب پاخانے تک کر دیتے ہیں تو ان ساری باتوں کا وبال بچوں کو مسجد میں لانے والے پر آتا ہے جبکہ وہ لانے والا بالغ ہو لہٰذا چھوٹے بچوں کو ہرگز مسجِد میں نہ لایا جائے۔

یاد رکھیے! ایسا بچّہ جس سے نَجاست (یعنی پیشاب وغیرہ کر دینے) کا خطرہ ہو اور پاگل کو مسجِد کے اندر لے جانا حرام ہے اور اگر نَجاست کا خطرہ نہ ہو تو مکرُوہ ہے۔ اسی طرح بچّے یا پاگل یا بے ہوش یا جس پر جن آیا ہوا ہو ان سب کو دَم کروانے کے لیے بھی مسجِد میں لے جانے کی شریعت میں اجازت نہیں۔ اگر کوئی پہلے یہ بھول کر چکا ہے تو اسے چاہیے کہ فوراً توبہ کر کے آئندہ انہیں نہ لانے کا عہد کر لے۔ ہاں فنائے مسجِد مثلاً امام صاحب کے حجرے میں انہیں دم کروانے کے لیے لے جانے میں حرج نہیں جبکہ مسجِد کے اَندر سے گزرنا نہ پڑے۔"(مساجد کے آداب، صفحہ10-12، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# مقتدی نے تشہد پڑھنے کے بعد امام سے پہلے سلام پھیر دیا تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

**مجیب:** ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Nor:12472

**تاریخ اجراء:** 16 ربیع الاول 1444ھ/13 اکتوبر 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نمازی (جس کی کوئی رکعت فوت نہیں ہوئی) نے تشہد پڑھنے کے بعد بلا عذرِ شرعی امام صاحب سے پہلے سلام پھیر دیا، تو کیا حکم ہے؟ کیا اس نماز کو دوبارہ پڑھنا ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مقتدی پر تمام فرائض وواجبات میں امام کی اتباع وپیروی واجب ہے۔ بلا ضرورتِ شرعیہ اس واجب کا ترک مکروہِ تحریمی، ناجائز وگناہ ہے۔ پوچھی گئی صورت میں مقتدی پر واجب تھا کہ امام کی اتباع کرتے ہوئے سلام پھیرے، لیکن اس نے بلا عذرِ شرعی امام کے سلام پھیرنے سے پہلے سلام پھیر دیا، تو اس کی نماز مکروہِ تحریمی ہوئی جس کو دوبارہ ادا کرنا واجب ہے اور بلا ضرورتِ شرعی امام سے پہلے سلام پھیرنے کی بنا پر گناہ گار بھی ہوا، اس سے توبہ بھی لازم ہے۔

فرائض وواجبات میں امام کی اتباع واجب ہے۔ اس کے متعلق علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ان متابعة الامام فی الفرائض والواجبات من غیر تاخیر واجبة" یعنی فرائض وواجبات میں بلا تاخیر امام کی متابعت واجب ہے۔ (رد المحتار، جلد 2، صفحہ 202، بیروت)

بلا عذرِ شرعی امام سے پہلے سلام پھیرنا مقتدی کے لئے مکروہ ہے۔ اس کے متعلق رد المحتار میں ہے: "لو اتم المؤتم التشهد بان اسرع فيه وفرغ منه قبل اتمام امامه فاتى بما يخرجه من الصلاة كسلام او كلام او قيام جاز ای صحت صلاته لحصوله بعد تمام الاركان لان الامام وان لم يكن اتم التشهد لكنه قعد قدره لان المفروض من القعدة قدر اسرع ما يكون من قراءة التشهد وقد حصل **وانما كره للمؤتم ذلك لتركه متابعة الامام بلا عذر**" یعنی اگر مقتدی نے تشہد پورا کر لیا اس طرح کہ اس نے تشہد میں جلدی کی

اور امام کے پورا کرنے سے پہلے فارغ ہو گیا، پھر جو عمل اس کو نماز سے نکال دے یعنی سلام، کلام یا قیام، اس کا ارتکاب کر لیا، تو اس کی نماز ہو گئی کیونکہ یہ عمل ارکان مکمل ہونے کے بعد حاصل ہوا۔ امام نے اگرچہ تشہد پورا نہیں کیا، لیکن مقتدی تشہد کی مقدار بیٹھ چکا، کیونکہ قعدہ میں فرض اتنی مقدار بیٹھنا ہے جس میں تشہد پڑھ سکے اور وہ تشہد پڑھ چکا ہے۔ **بلا عذر امام کی متابعت ترک کرنے کی وجہ سے مقتدی کے لئے یہ عمل مکروہ ہے۔** (ردالمحتار، جلد2، صفحہ292۔293، بیروت)

نور الایضاح و مراقی الفلاح میں ہے: "(کرہ سلام المقتدی بعد تشہد الامام قبل سلامہ) لترکہ المتابعۃ" **یعنی امام کے تشہد کے بعد اس کے سلام پھیرنے سے پہلے مقتدی کا سلام پھیرنا مکروہ ہے امام کی متابعت ترک کرنے کی وجہ سے** (ملتقطا)۔ (نورالایضاح مع المراقی، صفحہ 167، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

یہاں کراہت سے مراد کراہتِ تحریمیہ ہے۔ اس کے **متعلق** علامہ سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ "لترکہ المتابعۃ" کے تحت ارشاد فرماتے ہیں: "علۃ لقولہ: کرہ۔ وافاد بہ ان الکراھۃ تحریمیۃ" **یعنی یہ جملہ (لترکہ المتابعۃ) ماتن کے قول "کرہ" کی علت ہے اور اس سے مصنف نے یہ افادہ فرمایا کہ کراہت تحریمیہ ہے۔** (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، صفحہ 311، مطبوعہ: بیروت)

ردالمحتار میں ہے: "(کرہ تحریما) ای قیامہ بعد قعود امامہ قدر التشہد لوجوب متابعتہ فی السلام" **یعنی امام کے بقدرِ تشہد بیٹھنے کے بعد مقتدی کا کھڑا ہو جانا مکروہِ تحریمی ہے سلام میں امام کی متابعت کے واجب ہونے کی وجہ سے۔** (ردالمحتار، جلد2، صفحہ420، بیروت)

**مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "مقتدی کو امام سے پہلے سلام پھیرنا، جائز نہیں"** (بہار شریعت، جلد1، صفحہ536، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

**بلا ضرورت امام کی متابعت ترک کرنا گناہ اور نماز بھی واجب الاعادہ ہو گی۔** اس کے **متعلق** امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: "اگر مقتدی نے رکوع یا سجدہ امام کے ساتھ نہ کیا بلکہ امام کے فارغ ہونے کے بعد کیا، تو نماز اس کی ہوئی یا نہیں؟" تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً ارشاد فرمایا: **"ہو گئی اگرچہ بلا ضرورت ایسی تاخیر سے گناہ گار ہوا اور بوجہِ ترکِ واجب اعادۂ نماز کا حکم دیا جائے"** (فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ274، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# سیاہ خضاب لگانے والے کی امامت کا حکم

**مجیب:** ابوحفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-2704

**تاریخ اجراء:** 27شوال المکرم1445ھ /06مئی2024ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

جو امام اپنی داڑھی پر بلیک کلر لگائے، اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ کیا اُس کے پیچھے نماز ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بالوں میں کالا کلر یا ایسا کلر جو کالے کی طرح ہو یا کالی مہندی لگانا، الغرض کسی بھی چیز سے بالوں کو کالا کرنا، حالتِ جہاد کے علاوہ مطلقاً ناجائز و حرام اور گناہ ہے۔ یہ ممانعت مرد و عورت دونوں کیلئے ہے، لہذا چاہے عورت اپنے سر کے بالوں میں لگائے یا مرد اپنے سر یا داڑھی کے بالوں میں لگائے، شرعاً یہ عمل جائز نہیں، احادیث مبارکہ میں اس کی سخت وعیدیں آئی ہے۔ جو امام اپنے سر یا داڑھی میں بلیک کلر لگانے کا عادی ہو، تو ایسا امام فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے، یعنی اُسے امام بنا کر اس کے پیچھے نماز پڑھنا، ناجائز و گناہ ہے، اگر پڑھ لی ہو تو ایسی نماز کو دوبارہ سے پڑھنا واجب ہو گا۔

**سیاہ خضاب لگانے کی ممانعت سے متعلق،** سنن ابی داؤد اور سنن نسائی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے مروی حدیث مبارکہ ہے: واللفظ للاول: ”قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یکون قوم یخضبون فی آخر الزمان بالسواد کحواصل الحمام لا یریحون رائحة الجنة“ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخری زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے جو سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتروں کے پوٹے، وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھ پائیں گے۔ (سنن ابی داؤد، باب ما جاء فی خضاب السواد، رقم الحدیث: 4212، صفحہ 877، مؤسسة الرسالة، بیروت)

مرآۃ المناجیح میں حدیث کی شرح کرتے ہوئے، مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، فرماتے ہیں: "اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ سیاہ خضاب حرام ہے خواہ سر میں لگائے یا داڑھی میں، مرد لگائے یا عورت، سب اِسی ممانعت میں داخل ہیں"۔ (مرآۃ المناجیح، جلد 6، صفحہ 140، قادری پبلشرز، لاہور)

شارح تنویر الابصار، علامہ علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ در مختار میں ارشاد فرماتے ہیں: "یکرہ بالسواد"

ترجمہ: سیاہ خضاب لگانا مکروہِ (تحریمی) ہے۔ (در مختار، جلد 9، کتاب الحظر والاباحۃ، صفحہ 696، مطبوعہ کوئٹہ)

امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: "سیاہ خضاب سوا مجاہدین کے سب کو مطلقاً حرام ہے، حدیث میں ہے: الصفرۃ خضاب المؤمن والحمرۃ خضاب المسلم، والسواد خضاب الکافر (زرد خضاب ایمان والوں کا ہے، سرخ خضاب اسلام والوں کا ہے اور سیاہ خضاب کافروں کا ہے)۔ (فتاوی رضویہ، ج 23، ص 484، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**سیاہ خضاب لگانے والے شخص کی امامت کے حکم سے متعلق**، صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سے فتاوی امجدیہ میں سوال ہوا کہ جو شخص سیاہ خضاب کر کے امامت کرے، تو کیا اس کی امامت ناجائز ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا: "سیاہ خضاب کی احادیث میں ممانعت آئی ہے، فرمایا: غیروا الشیب واجتنبوا السواد۔ اگر سیاہ خضاب کا عادی ہو تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔" (فتاوی امجدیہ، جلد 1، صفحہ 160، مکتبہ رضویہ، کراچی)

مفتی خلیل خان برکاتی رحمۃ اللہ علیہ سے فتاوی خلیلیہ میں سوال ہوا کہ از روئے شریعت کالا خضاب لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور کالے خضاب سے داڑھی رنگنے والے کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

آپ نے جواب ارشاد فرمایا: "صحیح مذہب میں سیاہ خضاب حالتِ جہاد کے سوا مطلقاً حرام ہے، جس کی حرمت پر احادیث صحیحہ معتبرہ گواہ ہیں۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ زرد خضاب ایمان والوں کا اور سرخ اسلام والوں کا اور سیاہ خضاب کافروں کا۔ اور شک نہیں کہ جو اس کا عادی ہو وہ بے شک گناہ کا مرتکب ہے اور گناہ صغیرہ بھی ہو تو اس پر اصرار، اسے کبیرہ بنا دیتا ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن ہے۔ علی الاعلان بیباکی سے گناہ کا ارتکاب کرنے والا۔ اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، جس کا اعادہ واجب۔ (فتاوی خلیلیہ، جلد 1، صفحہ 329، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام سے پہلے سلام پھیر کر دوبارہ امام کے ساتھ سلام پھیرنے پر نماز کا حکم

**مجیب:** ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Nor-13255

**تاریخ اجراء:** 17 رجب المرجب 1445ھ / 29 جنوری 2024ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جماعت میں شروع سے شامل مقتدی اگر بھولے سے امام کے سلام پھیرنے سے پہلے ہی ایک طرف سلام پھیرے، پھر یاد آنے پر فوراً لوٹ آئے اور امام کے ساتھ سلام پھیر کر نماز مکمل کرے، تو اُس کی نماز کا کیا حکم ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

**پوچھی گئی صورت میں اُس مقتدی کی نماز درست ادا ہوئی ہے، اسے دہرانے کی کوئی حاجت نہیں، نہ ہی مقتدی پر سجدہ سہو لازم ہوا۔**

**بیان کردہ حکم کی ایک نظیر یہ ہے کہ مسبوق مقتدی اگر بھولے سے امام سے پہلے ہی سلام پھیر لے تو اس صورت میں اُس مسبوق مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی اُس پر سجدہ سہو لازم ہوتا ہے کہ امام کے سلام پھیرنے سے پہلے وہ مقتدی ہے، اُس سے یہ غلطی حالتِ اقتداء میں واقع ہوئی ہے اور مقتدی کا سہو معتبر نہیں۔**

**بالفرض اگر مقتدی پوچھی گئی صورت میں قصداً امام سے پہلے ہی سلام پھیر کر نماز مکمل کر لیتا تو اُس مقتدی کی نماز مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی کہ مقتدی پر تمام فرائض و واجبات میں امام کی اتباع و پیروی واجب ہے اور بلا ضرورتِ شرعیہ اس واجب کا ترک مکروہِ تحریمی، ناجائز و گناہ ہے۔ اب جبکہ صورتِ مسئولہ میں مقتدی نے سہواً امام سے پہلے سلام پھیرا لیکن پھر نماز میں لوٹ کر امام کی اتباع میں بھی سلام پھیر کر اپنی اُس نماز کو مکمل کیا تو یہاں امام کی متابعت پائی جانے کی وجہ سے اس مقتدی کی نماز بغیر کسی کراہت کے درست ادا ہوئی ہے۔**

فرائض وواجبات میں بغیر تاخیر کے امام کی اتباع واجب ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ شامی، غنیۃ المستملی وغیرہ کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے:"والنظم للاول "ان متابعة الامام فی الفرائض والواجبات من غیر تاخیر واجبة "یعنی فرائض و واجبات میں بلا تاخیر امام کی متابعت واجب ہے۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج02، ص202، مطبوعہ کوئٹہ)

سلام میں بھی امام کی متابعت ضروری ہے۔ جیسا کہ ردالمحتار میں متابعت کی ایک قسم کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: "ان یقارن احرامہ لاحرام امامہ ورکوعہ لرکوعہ **وسلامہ لسلامہ** "یعنی متابعت کی ایک قسم یہ ہے کہ مقتدی کی تحریمہ، رکوع، سلام، امام کی تحریمہ، رکوع اور سلام سے ملے ہوئے ہوں۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج02، ص204، مطبوعہ کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے: "جو چیزیں فرض وواجب ہیں مقتدی پر واجب ہے کہ امام کے ساتھ انھیں ادا کرے۔" (بہارِ شریعت، ج01، ص519، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مسبوق مقتدی بھولے سے امام سے پہلے سلام پھیر لے تو اس کی نماز نہ تو فاسد ہو گی اور نہ ہی اُس پر سجدہ سہو لازم ہو گا۔ جیسا کہ فتاویٰ شامی وغیرہ کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے: "وان سلم معہ او قبلہ لا یلزمہ؛ لانہ مقتد فی ھاتین الحالتین ح۔ "یعنی اگر مسبوق مقتدی امام کے ساتھ یا اُس سے پہلے سلام پھیر لے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں ہو گا کہ وہ ان دونوں حالتوں میں مقتدی ہے، جیسا کہ علامہ حلبی علیہ الرحمہ نے اسے ذکر فرمایا ہے۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج02، ص422، مطبوعہ کوئٹہ)

بحر الرائق میں ہے: "**لوسلم** مع الامام **ساھیا أو قبلہ** لا یلزمہ سجود السھو لانہ مقتد۔ "یعنی اگر مسبوق مقتدی امام کے ساتھ یا امام سے پہلے سلام پھیر دے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں ہو گا کہ وہ مقتدی ہے۔ (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، ج01، ص401، دار الکتاب الإسلامي)

مقتدی کے سہو کا اعتبار نہیں۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے: "سہو مقتدی اصلاً معتبر وملحوظ ہی نہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج08، ص207، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مقتدی امام سے پہلے کوئی فعل ادا کرے پھر امام کی مشارکت میں بھی وہ فعل ادا کر لے تو اُس کی نماز درست ادا ہو جائے گی۔ جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ متابعت کی اقسام اور اس کے احکام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "متابعت امام جو مقتدی پر فرض ہے فرض میں **تین صورتوں کو شامل**۔۔۔۔۔۔ **تیسرے یہ کہ اس کا فعل، فعل امام سے پہلے واقع ہو مگر امام اسی فعل میں اس سے آملے** مثلاً اس نے رکوع امام سے پہلے (بلا عذرِ شرعی) رکوع کر دیا لیکن یہ ابھی رکوع ہی میں تھا کہ امام رکوع میں آگیا اور دونوں کی شرکت ہو گئی یہ صورت اگرچہ سخت ناجائز وممنوع ہے اور

حدیث میں اس پر وعید شدید وارد، مگر **<u>نماز، یوں بھی صحیح ہو جائے گی جبکہ امام سے مشارکت ہولے</u>**۔" (فتاوی رضویہ، ج 07، ص 274-275، رضافاؤنڈیشن، لاہور، ملتقطا)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام کو رکوع یا سجدہ میں پایا تو کس طرح نماز میں شامل ہو

**مجیب:** ابو مصطفیٰ محمد ماجد رضا عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Web-317

**تاریخ اجراء:** 09 ذیقعدۃ الحرام 1443ھ / 09 جون 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

جماعت کی دوسری یا تیسری رکعت میں شامل ہو اور امام صاحب رکوع یا سجدے میں ہوں تو اس حالت میں اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ قیام کے لیے باندھنے ہوں گے یا ہاتھ باندھے بغیر دوبارہ اللہ اکبر کہہ کر رکوع یا سجدے میں چلا جانا ہے؟ اس کے متعلق رہنمائی فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

امام رکوع یا پہلے سجدے میں ہو، تو آنے والا شخص اس طرح کھڑے کھڑے تکبیرِ تحریمہ کہے کہ ہاتھ گھٹنوں تک نہ پہنچیں، پھر اگر وہ جانتا ہو کہ امام صاحب رکوع میں اتنا وقت لگاتے ہیں کہ وہ ثنا یعنی سبحانک اللھم آخر تک پڑھ کر امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو سکتا ہے، تو تکبیرِ تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھ کر ثنا پڑھے، کیونکہ ثنا پڑھنا سنت ہے، اس کے بعد دوسری تکبیر کہتا ہوا رکوع میں جائے اور اگر یہ گمان ہو کہ ثنا پڑھنے کی صورت میں امام صاحب رکوع سے اٹھ جائیں گے، تو تکبیرِ تحریمہ کے بعد ہاتھ نہ باندھے، بلکہ فوراً دوسری تکبیر کہتا ہوا رکوع میں چلا جائے، کیونکہ ہاتھ باندھنا اس قیام کی سنت ہے، جس میں ٹھہر کر کچھ پڑھنا سنت ہو اور جس قیام میں ٹھہرنا اور پڑھنا نہیں ہوتا، اس میں ہاتھ چھوڑنا سنت ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس سوال "جماعت رکوع میں ہو، تو مسبوق نمازی کو نیت کر کے اور تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھنا چاہئے، یا بے باندھے دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں جانا چاہئے یا ایک ہی تکبیر اس کے واسطے کافی ہے یا کیا حکم ہے؟" کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "ہاتھ باندھنے کی تو اصلاً حاجت نہیں اور فقط تکبیرِ تحریمہ کہہ کر رکوع میں مل جائے گا، تو نماز ہو جائے گی، مگر سنت یعنی تکبیرِ رکوع فوت ہوئی، لہٰذا یہ چاہئے کہ سیدھا کھڑا ہونے کی حالت میں تکبیرِ تحریمہ کہے اور سبحنک اللّٰھم پڑھنے کی فرصت نہ ہو یعنی احتمال ہو کہ امام

جب تک سر اٹھالے گا، تو معاً دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور امام کا حال معلوم ہو کہ رکوع میں دیر کرتا ہے ،سبحٰنک اللّٰھم پڑھ کر بھی شامل ہو جاؤں گا، تو پڑھ کر رکوع کی تکبیر کہتا ہوا شامل ہو، یہ سنت ہے اور تکبیرِ تحریمہ کھڑے ہونے کی حالت میں کہنی تو فرض ہے، بعض ناواقف جو یہ کرتے ہیں کہ امام رکوع میں ہے، تکبیرِ تحریمہ جھکتے ہوئے کہی اور شامل ہو گئے، اگر اتنا جھکنے سے پہلے کہ ہاتھ پھیلائیں تو گھٹنے تک پہنچ جائیں، اللہ اکبر ختم نہ کر لیا، تو نماز نہ ہو گی، اس کا خیال لازم ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج7، ص234۔235، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

بہار شریعت میں ہے: "امام نے بالجہر قرأت شروع کر دی تو مقتدی ثناء نہ پڑھے، امام آہستہ پڑھتا ہو تو پڑھ لے "، مزید فرمایا "امام کو رکوع یا پہلے سجدے پایا تو اگر غالب گمان ہے کہ ثناء پڑھ کر پالے گا تو پڑھے اور قعدہ یا دوسرے سجدے میں پایا تو بہتر یہ ہے کہ بغیر ثناء پڑھے شامل ہو جائے" (بہار شریعت، جلد:1، حصہ:3، صفحہ:523، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# کیا نابالغ بچہ تراویح میں امامت کرواسکتا ہے؟

**مجیب:** مفتی فضیل رضا عطاری

**فتوی نمبر:** Mul-281

**تاریخ اجراء:** 21شعبان المعظم1443ھ25مارچ2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نابالغ بچہ کسی نماز کی امامت کرواسکتا ہے؟ بالخصوص نماز تراویح کی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قوانین شریعت کے مطابق بالغ مقتدیوں کی امامت کے لیے امام کا بالغ ہونا ضروری ہے، چاہے نماز فرض ہو یا نفل، تراویح کا بھی یہی حکم ہے۔ لہذا نابالغ بچہ، بالغ مقتدیوں کی امامت نہیں کرواسکتا، ہاں نابالغ بچہ نابالغوں کی امامت کرواسکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

تنویرالابصارودر مختار میں ہے:"(ولا یصح اقتداء رجل بامراۃ وصبی مطلقا) ولو فی جنازۃ و نفل علی الاصح "مرد(بالغ) کا عورت اور نابالغ بچے کی اقتدا کرنا مطلقا درست نہیں، اگرچہ جنازہ اور نفل میں ہو، اصح قول کے مطابق۔ (تنویر الابصار و در مختار مع رد المحتار، جلد2، صفحہ387، مطبوعہ کوئٹہ)

ردالمحتار میں ہے:"قولہ (ولا یصح اقتداء) فالذکر البالغ تصح امامتہ للکل ولا یصح اقتداءہ الا بمثلہ واما غیر البالغ فان کان ذکرا تصح امامتہ لمثلہ"قولہ (ونفل علی الاصح) قال فی الھدایۃ: وفی التراویح والسنن المطلقۃ جوزہ مشائخ بلخ ولم یجوزہ مشائخنا ومنھم من حقق الخلاف فی النفل المطلق بین ابی یوسف ومحمد **والمختار انہ لا یجوز فی الصلوات کلھا** والمراد بالسنن المطلقۃ: السنن الرواتب والعید فی احدی الروایتین وکذا الوتر والکسوفان والاستسقاء عندھما" ترجمہ: بالغ مرد کی امامت ہر ایک کے لیے درست ہے، جبکہ اس کا اقتدا کرنا جبھی درست ہوگا کہ جب اپنے مثل کی کرے، رہا نابالغ تو اگر وہ مذکر ہے، تو اپنے جیسے (نابالغوں) کے لیے اس کی اقتدا درست ہے، ہدایہ میں فرمایا:

""تراویح اور مطلق سنتوں میں نابالغ کی امامت کو مشائخ بلخ نے جائز قرار دیا ہے جبکہ ہمارے مشائخ نے اسے ناجائز ہی قرار دیا، بعض مشائخ نے امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے درمیان نفل مطلق میں اختلاف ثابت کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ تمام نمازوں میں ناجائز ہے اور سنن مطلقہ سے مراد سنن مؤکدہ اور ایک روایت کے مطابق عید ہے، صاحبین کے نزدیک وتر، نماز کسوف و خسوف اور استسقاء کا بھی یہی حکم ہے۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، جلد2، صفحہ387، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے نابالغ کی امامت کے متعلق سوال ہوا تو آپ علیہ الرحمۃ نے جواباً ارشاد فرمایا: "(نابالغ) نابالغوں کی امامت تراویح تو درکنار، فرائض میں بھی کرسکتا ہے۔۔۔ مگر بالغوں کی امامت مذہب اصح میں مطلقاً نہیں کرسکتا، **حتی کہ تراویح و نافلہ میں بھی۔** ملخصاً" (فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ478،477، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# رمضان میں وتر کی جماعت کون کرواسکتا ہے؟

**مجیب:** ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-1466

**تاریخ اجراء:** 15 رمضان المبارک 1444ھ/11 اپریل 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

رمضان المبارک میں وتر کی جماعت کروائی جاتی ہے تو جس نے فرض جماعت کے ساتھ پڑھائے ہوں وتر کی جماعت بھی وہی کرائے یا کوئی اور بھی کرا سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جس نے فرض پڑھائے اس کے علاوہ دوسرا شخص وتر پڑھا سکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ فتاوی ہندیہ میں ہے " جاز أن يصلي الفريضة أحدهما ويصلي التراويح الآخر وقد كان عمر - رضي الله تعالى عنه - يؤمهم في الفريضة والوتر وكان أبي يؤمهم في التراويح، كذا في السراج الوهاج " ترجمہ: یہ جائز ہے کہ ایک شخص عشا کے فرض پڑھائے دوسرا تراویح۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ عشا کے فرض کی امامت کرتے تھے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ تراویح کی۔ اسی طرح سراج الوہاج میں ہے۔ (فتاوی ہندیہ، کتاب الصلاۃ، فصل فی التراویح، ج 1، ص 116، دار الفکر، بیروت)

نوٹ: ہاں اگر کسی نے عشاء کی نماز ہی جماعت سے نہ پڑھی ہو تو وہ وتر کی جماعت میں شامل نہ ہو، بلکہ تنہا پڑھے، لہذا یہ شخص وتروں کی امامت بھی نہ کروائے۔

رد المحتار میں ہے "ثم رایت القهستاني ----- قال لکنه اذا لم یصل الفرض معه لا یتبعه فی الوتر اھ" ترجمہ: پھر میں نے قہستانی میں دیکھا کہ اس نے کہا: لیکن جب عشاء کے فرض امام کے ساتھ نہ پڑھے ہوں تو وتر بھی امام کے ساتھ نہ پڑھے۔ (رد المحتار، کتاب الصلاۃ، ج 02، ص 603، دار المعرفۃ، بیروت)

رد المحتار کی اس عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے امام اہلسنت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "اقول معلوم ان الضمیر فی قوله لا یتبعه للامام مطلقا لا لخصوص هذا الامام فان من صلی الفریضة منفردا لیس له ان یدخل

فی جماعۃ الوتر لا مع ھذا الامام ولا مع غیرہ فکذلک فی قولہ معہ" ترجمہ: میں کہتا ہوں یہ بات واضح ہے کہ "لایتبعہ" میں ضمیر کا مرجع خاص امام نہیں بلکہ مطلق امام ہے کہ کسی بھی امام کے ساتھ وتر نہیں پڑھے گا، کیونکہ جس نے فرض اکیلے پڑھے ہوں وہ کسی امام کے ساتھ وتر باجماعت نہیں پڑھ سکتا خواہ یہ امام ہو یا کوئی اور ہو، اور اسی طرح اس کے قول "معہ" میں بھی ضمیر کا مرجع عام ہے۔ (یعنی عشاء کے فرض کسی بھی امام کے پیچھے نہیں پڑھے۔) (فتاوی رضویہ، ج07، ص557,558، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام کے لئے امامت کی نیت کرنے کا حکم

**مجیب:** مولانا احمد سلیم عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-2553

**تاریخ اجراء:** 02 رمضان المبارک 1445ھ / 13 مارچ 2024ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر کوئی شخص امامت کے لیے کھڑا ہو تو اسے کیا نیت کرنی چاہیے اور کیا نماز کی نیت کر سکتا ہے یا اس کے لیے امامت کی نیت کرنا ضروری ہے، اس حوالے سے رہنمائی فرما دیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مقتدیوں کی نماز صحیح ہونے کے لئے امام کا امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے، ہاں امامت کا ثواب لینے کے لئے امامت کی نیت کرنا ضروری ہے، لہذا اگر امام نے امامت کی نیت نہ کی تو اگرچہ یہ امام بن جائے گا اور مقتدیوں کی نماز ہو جائے گی مگر یہ جماعت کا ثواب نہ پائے گا۔

لہذا امام دل میں یہ ارادہ کرے کہ میں فلاں نماز کی امامت کر رہا ہوں کیونکہ نیت دل کے ارادے ہی کا نام ہے اور امامت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے زبان سے کہنا ضروری نہیں، ہاں دل میں ارادہ ہوتے ہوئے زبان سے بھی الفاظ ادا کر لئے جائیں تو بہتر ہے۔

در مختار میں ہے "(والإمام ينوي صلاته فقط) و (لا) يشترط لصحة الاقتداء نية (إمامة المقتدي) بل لنيل الثواب عند اقتداء أحد به" ترجمہ: اور امام صرف اپنی نماز کی نیت کرے گا اور اقتداء کے صحیح ہونے کے لئے مقتدی کی امامت کی نیت شرط نہیں بلکہ ثواب حاصل کرنے کے لئے (مقتدی کی امامت کی نیت کرنا شرط ہے) اس وقت جب کوئی اس امام کی اقتداء کر رہا ہو۔ (در مختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ، ج 1، ص 424، دار الفکر، بیروت)

بہار شریعت میں ہے "مقتدی کو اقتدا کی نیت بھی ضروری ہے اور امام کو نیت اِمامت مقتدی کی نماز صحیح ہونے کے لیے ضروری نہیں، یہاں تک کہ اگر امام نے یہ قصد کر لیا کہ میں فلاں کا امام نہیں ہوں اور اس نے اس کی اقتدا کی نماز ہو گئی، مگر امام نے اِمامت کی نیت نہ کی تو ثواب جماعت نہ پائے گا اور ثواب جماعت حاصل ہونے کے لیے مقتدی کی

شرکت سے پیشتر نیت کرلینا ضروری نہیں، بلکہ وقت شرکت بھی نیت کرسکتا ہے۔(بہار شریعت،ج 1،حصہ 3،ص 495، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام صاحب کا فرض کی تیسری رکعت میں بلند آواز سے تعوذ و تسمیہ پڑھنا کیسا؟

**مجیب:** مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

**فتوی نمبر:** Nor-12119

**تاریخ اجراء:** 18 رمضان المبارک 1443ھ /20 اپریل 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نے فرض کی تیسری رکعت میں بلند آواز سے تعوذ و تسمیہ پڑھ لیا، تو کیا اس صورت میں سجدہ سہو کرنا واجب ہو گا؟؟ رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

**پوچھی گئی صورت میں امام صاحب پر سجدہ سہو واجب نہیں ہو گا۔**

مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ نماز میں تعوذ و تسمیہ آہستہ آواز سے پڑھنا سنت ہے اور سنت کے ترک پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ پوچھی گئی صورت میں تیسری رکعت کی ابتداء میں تعوذ پڑھنے کا خاص موقع تو نہیں تھا لیکن یہ محل ثناء کا ضرور ہے جس کی بنا پر تعوذ پڑھنے پر بھی کوئی قابل گرفت حکم نہیں ہو گا۔ نیز فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق اگر نمازی فرضوں کی آخری دو رکعتوں میں یا پھر مغرب کی تیسری رکعت میں تشہد پڑھ لے تو مطلقاً اس پر سجدہ سہو واجب نہیں ہو گا کہ ان رکعات میں نمازی کو تسبیح پڑھنے، خاموش رہنے اور قراءت کا اختیار ہے۔ پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ صورتِ مسئولہ میں امام سے کسی ایسی غلطی کا ارتکاب نہیں ہوا کہ جس کی بنا پر اس پر سجدہ سہو واجب ہو جائے۔

**تفصیلی جزئیات درج ذیل ہیں:**

تعوذ و تسمیہ آہستہ آواز سے پڑھنا سنت ہے۔ جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری میں ہے: "(سننها) رفع اليدين للتحريمة، ونشر أصابعه، وجهر الإمام بالتكبير، **والثناء، والتعوذ، والتسمية، والتأمين سرا**" یعنی نمازی کا تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھانا، اپنی انگلیوں کو کشادہ رکھنا، امام کا بلند آواز سے تکبیر کہنا، ثناء، تعوذ، تسمیہ اور آمین آہستہ آواز سے کہنا نماز کی سنتوں میں سے ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الصوم، ج 01، ص 207، مطبوعہ پشاور)

بہارِ شریعت میں ہے:"ثناو تعوذ و تسمیہ و آمین کہنااور ان سب کا آہستہ ہونا(سنن نماز میں سے ہے)۔"(بہارِ شریعت،ج 01،ص 523-522،مکتبۃ المدینہ، کراچی،ملخصاً)

سنن و مستحبات کے ترک پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے:"سنن و مستحبات مثلاً تعوذ، تسمیہ، ثنا، آمین، تکبیراتِ انتقالات، تسبیحات کے ترک سے بھی سجدۂ سہو نہیں بلکہ نماز ہوگئی۔"(بہار شریعت ،ج 01،ص 709،مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فرضوں کی آخری رکعات میں تشہد پڑھنے کے حوالے سے فتاوی عالمگیری میں مذکور ہے:"ولو تشھد فی الاخریین لا یلزمہ السھو"یعنی فرضوں کی دوسری دو رکعتوں میں تشہد پڑھنے کی صورت میں مطلقاً سجدہ سہو لازم نہیں آئے گا۔(فتاوی عالمگیری، کتاب الصلوۃ،ج 01،ص 127،مطبوعہ پشاور)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اس حوالے سے جد الممتار میں فرماتے ہیں:"ان تشھد فی قیام الاخریین من مکتوبۃ رباعیۃ او ثالثۃ المغرب لا سھو علیہ مطلقاً لانہ مخیر بین التسبیح والسکوت والقراءۃ وھذا من التسبیح"یعنی اگر چار رکعتی فرضوں کی دوسری دو رکعتوں میں یا مغرب کی تیسری رکعت میں التحیات پڑھ لی، تو مطلقاً سجدہ سہو لازم نہیں آئے گا، کیونکہ نمازی کو ان رکعات میں کوئی بھی تسبیح کے کلمات پڑھنے، خاموش رہنے اور قراءت کا اختیار ہے اور یہ (تشہد) بھی تسبیح ہے۔(جد الممتار،ج 03،ص 527،مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام سجدۂ سہو کے لئے سلام پھیرے تو کیا مقتدی کو بھی سلام پھیرنا ہوگا؟

**مجیب:** مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Web-1139

**تاریخ اجراء:** 07 ربیع الثانی 1445ھ / 23 اکتوبر 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر امام سجدہ سہو کرنے کے لیے سلام پھیرے گا، تو کیا مقتدی بھی سلام پھیرے گا یا صرف سجدہ کرے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سجدہ سہو کیلئے سلام پھیرنے میں بھی مقتدی امام کی متابعت کرے گا، اگر بغیر سلام پھیرے سجدے کر لیے، تو اگرچہ نماز درست ہو جائے گی مگر ایسا کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

بہارِ شریعت میں ہے: "اگر بغیر سلام پھیرے سجدے کر لیے کافی ہیں مگر ایسا کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔" (بہارِ شریعت، حصہ4، صفحہ708، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

خیال رہے کہ مسبوق (وہ مقتدی جو امام کی بعض رکعتیں پڑھنے کے بعد شامل ہوا اور آخر تک شامل رہا) کیلئے یہ حکم نہیں ہے، مسبوق کیلئے امام کے ساتھ سجدہ سہو کرنے کے حوالے سے حکم یہ ہے کہ وہ سجدہ سہو تو کرے گا، لیکن سجدہ سہو کے لئے کیے جانے والے سلام میں امام کی پیروی نہیں کرے گا یعنی سلام نہیں پھیرے گا۔ اگر مسبوق نے قصداً امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اس کو دوبارہ نماز پڑھنی ہو گی، اور اگر بھولے سے امام کے ساتھ سلام پھیرا، تو اس صورت میں چاہے بالکل امام کے سلام سے متصل سلام پھیرا ہو یا امام کے سلام سے پہلے یا بعد میں سلام پھیرا ہو، بہر صورت اس کی نماز ہو جائے گی اور کسی صورت میں سجدہ سہو لازم نہیں ہو گا۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "مسبوق سلام سے مطلقاً ممنوع و عاجز ہے، جب تک فوت شدہ رکعات ادا نہ کر لے، امام سجدہ سہو سے قبل یا بعد جو سلام پھیرتا ہے، اس میں اگر قصداً اس نے شرکت کی، تو اس کی نماز جاتی رہے گی کہ یہ سلام عمدی اس کے خلال نماز میں واقع ہوا، ہاں اگر سہواً پھیرا، تو نماز نہ جائے گی "لکونہ ذکرا من وجہ، فلا یجعل کلاما من غیر قصد وان کان العمد والخطا والسہو کل ذلک فی الکلام سواء، کما حققہ علماء نا

رحمهم اللہ تعالیٰ "بلکہ وہ سلام جو امام نے سجدہ سہو سے پہلے کیا اگر مسبوق نے سہواً امام سے پہلے خواہ ساتھ خواہ بعد پھیرا یا وہ سلام جو امام نے سجدہ سہو کے بعد یا بلا سجدہ سہو غرض بالکل ختم نماز پر کیا اگر مسبوق نے سہواً امام سے پہلے یا معاًبلاوقفہ اس کے ساتھ پھیرا، توان صورتوں میں مسبوق پر سہو بھی لازم نہ ہوا کہ وہ ہنوز مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کے سہو کے سبب سجدہ لازم نہیں۔ہاں یہ سلام اخیر اگر امام کے بعد پھیرا، تواس پر سجدہ اگرچہ کرچکا ہو دوبارہ لازم آیا کہ اپنی آخرِ نماز میں کرے گا،اس لیے کہ اب یہ منفرد ہو چکا تھا۔" (فتاوی رضویہ، جلد8، صفحہ186، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# بلند آواز سے تکبیر کہنے کے لیے لقمہ دینا

**مجیب:** مولانا محمد سعید عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-1836

**تاریخ اجراء:** 01 محرم الحرام 1445ھ/20 جولائی 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

ظہر کی نماز میں امام صاحب نے تکبیر رکوع بلند آواز سے نہیں کہی اور امام صاحب رکوع میں چلے گئے اور مقتدی کھڑے رہے، 3 بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار برابر وقت گزر جانے کے بعد لقمہ دیا گیا پھر امام صاحب نے لقمہ دینے کی وجہ سے رکوع ہی میں بلند آواز سے اللہ اکبر کہا، تب سب رکوع میں گئے اور آخر میں امام صاحب نے سجدہ سہو کیا تو کیا نماز ہو گئی یا اعادہ کرے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

رکوع میں جاتے وقت امام کا بلند آواز سے تکبیر پڑھنا سنت ہے، واجب نہیں کہ اس کے ترک سے نماز میں ایسا خلل واقع ہو، جس کی درستگی کے لیے لقمہ کی ضرورت ہو، لہذا یہاں بے محل لقمہ دینے کی وجہ سے لقمہ دینے والے کی اور اس کا لقمہ لینے کی وجہ سے امام صاحب اور تمام مقتدیوں کی نماز فاسد ہو گئی، سجدہ سہو سے اس کا تدارک نہیں ہو سکتا لہٰذا اس نماز میں شامل تمام افراد امام و مقتدی، سبھی کو اس نماز کو ازسرے نو پڑھنا فرض ہے۔

امام کے بلند آواز سے تکبیر کہنے کے متعلق مراقی الفلاح میں ہے: "ویسن جھر الامام بالتکبیر" ترجمہ: امام کا جہر سے تکبیر کہنا سنت ہے۔ (مراقی الفلاح، صفحہ 143، مکتبۃ المدینہ)

اور بے محل لقمہ دینے پر امام اہل سنت فرماتے ہیں: "غور کیجئے تو اس صورت میں بھی اس بتانے کا محض لغو و بے حاجت واقع ہونا اور اصلاح نماز سے اصلاً تعلق نہ رکھنا ثابت کہ جب امام قعدہ اولیٰ میں اتنی تاخیر کر چکا جس سے مقتدی اس کے سہو پر مطلع ہوا تو لاجرم یہ تاخیر بقدر کثیر ہوئی اور جو کچھ ہونا تھا یعنی ترک واجب و لزوم سجدہ سہو وہ ہو چکا اب اس کے بتانے سے مرتفع نہیں ہو سکتا اور اس سے زیادہ کسی دوسرے خلل کا اندیشہ نہیں جس سے بچنے کو یہ فعل کیا جائے کہ غایت درجہ وہ بھول کر سلام پھیر دے گا پھر اس سے نماز تو نہیں جاتی وہی سہو کا سہو رہے گا، ہاں جس وقت سلام

شروع کرتا اس وقت حاجت متحقق ہوتی اور مقتدی کو بتانا چاہئے تھا کہ اب نہ بتانے میں خلل وفساد نماز کا اندیشہ ہے کہ یہ تو اپنے گمان میں نماز تمام کر چکا، عجب نہیں کہ کلام وغیرہ کوئی قاطع نماز اس سے واقع ہو جائے، اس سے پہلے نہ خلل واقع کا ازالہ تھا نہ خلل آئندہ کا اندیشہ، تو سوا فضول و بے فائدہ کے کیا باقی رہا، لہٰذا مقتضائے نظر فقہی پر اس صورت میں بھی فساد نماز ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 264، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# رات میں امام صلاۃ التوبہ کی نماز میں جہری قراءت نہ کرے، تو نماز کا کیا حکم ہے؟

**مجیب:** ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Nor-12972

**تاریخ اجراء:** 10 صفر المظفر 1445ھ /28اگست 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشاء کی نماز کے بعد صلاۃ التوبہ کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جائے، لیکن اس نماز میں امام جہری قراءت نہ کرے۔ تو کیا نماز درست ادا ہو جائے گی یا مکروہِ تحریمی ہو گی؟ کیا اس نماز میں جہری قراءت کرنا واجب ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

**رات میں نوافل کی ادائیگی اگر جماعت کے ساتھ ہو تو امام پر جہر یعنی بلند آواز سے قراءت کرنا واجب ہے، لہذا پوچھی گئی صورت میں امام نے قصداً واجب کو ترک کیا ہو تو نماز مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ ہو گی۔ اور اگر امام نے بھول کر اس واجب کو ترک کیا ہو پھر سجدہ سہو بھی نہ کیا ہو تو بھی نماز واجب الاعادہ ہو گی۔**

رات کے نوافل جماعت سے ادا کیے جائیں تو امام پر جہر واجب ہے۔ جیسا کہ بحر الرائق میں ہے: "**والمتنفل بالليل** مخير بين الجهر والاخفاء إن كان منفردا، **أما إن كان إماما فالجهر واجب۔**" یعنی رات میں نفل پڑھنے والے منفرد نمازی کو جہری اور سری قراءت کرنے کا اختیار ہے، اگر وہ نمازی امام ہے تو (رات کے نوافل میں اس پر) جہری قراءت واجب ہے۔ (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، ج 01، ص 355، دار الکتاب الإسلامي)

درِ مختار میں اس حوالے سے مذکور ہے: "فلو ام جهر لتبعية النفل للفرض، "زيلعي "" یعنی اگر امام ہو تو فرض کے تابع ہونے کی وجہ سے نفل میں بھی جہر کرے۔

(فلوام) کے تحت فتاوی شامی میں ہے:"ای فلو صلی المتنفل باللیل اماماً جھر۔"ترجمہ:"یعنی اگر رات میں **نفل پڑھنے والا امام ہو تو جہری قراءت کرے۔**"(ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج01، ص533، مطبوعہ بیروت)

بہارِ شریعت میں ہے:"دن کے نوافل میں آہستہ پڑھنا واجب ہے اور رات کے نوافل میں اختیار ہے اگر تنہا پڑھے اور **جماعت سے رات کے نفل پڑھے تو جہر واجب ہے۔**"(بہار شریعت، ج01، ص545، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:"**اگر امام اُن رکعتوں میں جن میں آہستہ پڑھنا واجب ہے۔** جیسے ظہر و عصر کی سب رکعات اور عشاء کی پچھلی دو اور مغرب کی تیسری، اتنا قرآن عظیم جس سے فرض قراءت ادا ہو سکے (اور وُہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں ایک آیت ہے) **بھول کر بآواز پڑھ جائیگا تو بلاشبہ سجدہ سہو واجب ہو گا، اگر بلا عذرِ شرعی سجدہ نہ کیا یا اس قدر قصداً بآواز پڑھا تو نماز کا پھیرنا واجب ہے** ۔۔۔بحر الرائق و عالمگیری میں ہے: لایجب السجود فی العمد وانما یجب الاعادۃ جبر النقصانہ (یعنی عمداً (ترک واجب سے) سجدہ سہو واجب نہیں، سجدہ سہو تو کمی کو ختم کرنے کے لئے واجب ہوتا ہے۔"(فتاوی رضویہ، ج06، ص251-252، رضا فاؤنڈیشن، لاھور، ملتقطاً)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# صاحب ترتیب جماعت میں شامل ہونے سے پہلے قضا پڑھے

**مجیب:** ابو صدیق محمد ابوبکر عطاری

**فتوی نمبر:** WAT-917

**تاریخ اجراء:** 18 ذیقعدۃ الحرام 1443ھ / 18 جون 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

میں صاحب ترتیب ہوں اور میری دو وقت کی نماز کسی جاب کی وجہ سے رہ گئی۔ اب تیسرے وقت میں جماعت کے ساتھ نماز مل رہی ہے تو کیا میں جماعت کے ساتھ شامل ہو جاؤں یا پہلے دو قضا نمازیں پڑھ کے وقتی نماز پڑھوں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صاحب ترتیب پر ترتیب فرض رہتی ہے خواہ اس کی جماعت چھوٹ رہی ہو، اعتبار وقت کا ہے۔ اگر وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ قضا نمازیں ادا کرنے کے بعد وقتی نماز وقت میں ادا کر سکتے ہیں تو لازم ہے کہ پہلے قضا نمازیں ادا کریں پھر وقتی نماز پڑھیں۔ اور اگر وقت تنگ ہو کہ تمام قضا نمازیں نہیں پڑھ سکتے بلکہ بعض پڑھ سکتے ہیں تو جتنی قضا نمازیں پڑھنا ممکن ہے، وہ پڑھ کر وقتی پڑھے۔ اور اگر اتنا وقت بھی نہیں کہ کوئی قضا نماز پڑھ کر وقتی نماز پڑھ سکیں یعنی اگر قضا نماز پڑھیں گے تو وقتی نماز کا وقت نکل جائے گا تو اس صورت میں پہلے وقتی نماز پڑھیں۔ بعد میں اگلی نماز سے پہلے پہلے قضا نمازیں ترتیب سے ادا کر لیں کہ اگلی نماز کے لئے ترتیب کا لحاظ رکھنا اس پر پھر فرض ہے جبکہ ترتیب ساقط کرنے والا کوئی عذر نہ پایا جائے۔ بہار شریعت میں ہے "جمعہ کے دن فجر کی نماز قضا ہو گئی اگر فجر پڑھ کر جمعہ میں شریک ہو سکتا ہے تو فرض ہے کہ پہلے فجر پڑھے اگرچہ خطبہ ہوتا ہو اور اگر جمعہ نہ ملے گا مگر ظہر کا وقت باقی رہے گا جب بھی فجر پڑھ کر ظہر پڑھے اور اگر ایسا ہے کہ فجر پڑھنے میں جمعہ بھی جاتا رہے گا اور جمعہ کے ساتھ وقت بھی ختم ہو جائے گا تو جمعہ پڑھ لے پھر فجر پڑھے اس صورت میں ترتیب ساقط ہے۔" (بہار شریعت، ج 1، حصہ 4، ص 704، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ردالمحتار میں ہے:"لو سقط بین فائتۃ و وقتیۃ لضیق وقت او نسیان یبقی فیما بعد تلک الوقتیۃ"ترجمہ: اگر فوت شدہ اور وقتی نماز کے درمیان وقت کی تنگی یا بھول جانے کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو جائے تو اس وقتی نماز کے بعد والی نمازوں میں ترتیب باقی رہے گی۔ (ردالمحتار، ج2، ص641، کوئٹہ)

نیز یہ بھی یاد رہے کہ بلا عذر شرعی ایک نماز بھی چھوڑ دینا ناجائز و حرام ہے۔ اور جاب کی وجہ سے نماز چھوڑنا عذر شرعی نہیں۔ لہذا آپ اپنے اس گناہ سے توبہ بھی کریں، اور آئندہ نماز نہ چھوڑنے کا پختہ ارادہ کریں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے آمین کہنا بھول گئے تو کیا حکم ہے؟

**مجیب:** ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Nor-13035

**تاریخ اجراء:** 24ربیع الاول1445ھ/11اکتوبر2023ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقتدی امام کے پیچھے آمین نہیں کہہ سکا، بھول گیا، تو کیا اس کی نماز ہو گئی یا سجدۂ سہو لازم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مقتدی سے اقتداء کی حالت میں کوئی واجب بھی بھولے سے رہ جائے، تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا، جبکہ آمین کہنا تو مسنون ہے، یہ اگر بھولے سے رہ جائے، تو اس کی وجہ سے اصلاً سجدۂ سہو لازم نہیں ہو گا۔ لہٰذا پوچھی گئی صورت میں جو مقتدی بھول جانے کی وجہ سے آمین نہ کہہ سکا، تو سجدۂ سہو لازم ہوئے بغیر اس کی نماز ہو جائے گی۔

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے: "وسھو المؤتم لا یوجب السجدۃ" یعنی مقتدی کا بھول کر واجب ترک کر دینا، سجدہ سہو واجب نہیں کرتا۔ (فتاوی تاتارخانیہ، جلد2، صفحہ404، مطبوعہ: کوئٹہ)

امام اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لیس علی من خلف الامام سھو فان سھا الامام فعلیہ وعلی من خلفہ (جو امام کے پیچھے ہے، اس پر سجدہ سہو لازم نہیں، اگر امام بھول جائے تو امام اور مقتدیوں پر سجدہ سہو لازم ہے)، مقتدی پر سہو کی نفی فرمائی، اور وہ نفی وقوع نہیں، لاجرم نفی حکم ہے، کما دلت علیہ کلمۃ علی (جیسا کہ اس پر کلمہ علیٰ دلالت کرتا ہے)، تو ثابت ہوا سہوِ مقتدی کوئی حکم نہیں رکھتا" (فتاوی رضویہ، جلد8، صفحہ 204،203، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مراقی الفلاح میں ہے: "یسن التامین للامام والماموم والمنفرد" یعنی آمین کہنا امام، مقتدی اور تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے مسنون ہے۔ (مراقی الفلاح، صفحہ97، المکتبۃ العصریۃ)

حلبی کبیری میں ہے: "لا یجب بترک السنن والمستحبات کالتعوذ والتسمیۃ والثناء والتامین" یعنی سنن و مستحبات جیسے تعوذ، تسمیہ، ثنااور آمین کے چھوڑ دینے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔ (حلبی کبیری، صفحہ 455، سہیل اکیڈمی، لاہور)

بہارِ شریعت میں ہے: "سنن و مستحبات مثلاً: تعوذ، تسمیہ، ثنا، آمین، تکبیراتِ انتقال کے ترک سے بھی سجدۂ سہو نہیں، بلکہ نماز ہو گئی" (بہارِ شریعت، جلد1، صفحہ 709، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# اکیلے نماز پڑھنے والے کے پیچھے کسی کا اقتداء کرنا کیسا؟

**مجیب:** مولانا محمد سعید عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-2407

**تاریخ اجراء:** 15 رجب المرجب 1445ھ / 27 جنوری 2024ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

میں ملائیشیا میں ہوں، یہاں مسجد میں ہم بسا اوقات اپنی تنہا فرض نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں، اور پیچھے سے کوئی شخص آکر ہمیں کسی طرح اطلاع دے کر ہماری اقتدا کرنے لگ جاتا ہے، سوال یہ تھا کہ اس طرح کرنا درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب کوئی شخص تنہا فرض نماز پڑھ رہا ہو، اور وہ سنی صحیح العقیدہ، صحیح القراءت، صحیح الطہارۃ، غیر فاسق، قابل امامت ہو، اور دوسرا شخص آکر اسے اطلاع دے کر اس کی اقتدا کرنے لگ جائے، تو اس طرح سے اقتدا کرنا درست ہو جائے گا، فی نفسہ اس میں کوئی خرابی نہیں، اور اس صورت میں پہلے شخص کو چاہئے کہ وہ امامت کی نیت بھی کر لے تاکہ جماعت کا ثواب بھی حاصل ہو جائے، ورنہ اگر نیت نہ بھی کرے، تو جماعت بہر حال ہو جائے گی، بس جماعت کا ثواب نہیں ملے گا۔

ہاں اس میں یہ خیال رہے کہ اگر نماز جہری قراءت والی ہو اور جس رکعت میں شامل ہوا، وہ پہلی دو میں سے کوئی ہو، تو جتنی قراءت باقی ہے، وہ جہری کرنا ضروری ہو گا۔

نیز اسی طرح اگر حنفی، شافعی کے پیچھے یا شافعی، حنفی کے پیچھے پڑھے تو اس حوالے سے جو ضروری مسائل ہیں، ان کا لحاظ بھی ضروری ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: ”والإمام لا يحتاج إلى نية الإمامة حتى لو نوى أن لا يؤم فلانا فجاء فلان واقتدى به جاز. هكذا في فتاوى قاضي خان ولا يصير إماما للنساء إلا بالنية. هكذا في المحيط“ امام کو نیت امامت کی حاجت نہیں یہاں تک کہ اگر اس نے نیت کی کہ وہ فلاں کی امامت نہیں کرے گا اور وہ فلاں شخص آکر اس کی اقتدا

کرنے لگا، تو یہ جائز ہے۔ اسی طرح فتاوی قاضی خان میں ہے لیکن عورتوں کی امامت کی نیت ضروری ہے اسی طرح محیط میں ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، ج01، ص66، دار الفکر)

اشباہ والنظائر مع غمز العیون والبصائر میں ہے، وعبارۃ الاشباہ بین القوسین: "(ولم أر وقت نية الإمامة للثواب) أي لا للصحة؛ لأنها ليست شرطا لصحة الاقتداء في غير النساء، فنيتها تتمحض لنيل الثواب (وينبغي أن تكون وقت اقتداء أحد به لا قبله)" حصول ثواب کے لئے امامت کی نیت کب کی جائے اس حوالے سے میں نے جزئیہ نہیں دیکھا، یہاں بات ثواب کی ہو رہی ہے، نہ کہ امامت کی صحت کے لئے نیت کی، کیونکہ عورتوں کی اقتداء کی صورت کے علاوہ صحت امامت کے لئے نیت شرط نہیں ہے، لہٰذا امامت کی نیت محض ثواب کے لئے ہو گی، ہونا یہ چاہئے کہ نیت اس وقت کی جائے جبکہ کوئی اس کی اقتدا کر رہا ہو۔ (غمز العیون والبصائر، ج01، ص155، دار الکتب العلمیۃ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# اگر مقتدی امام کی تکبیر تحریمہ سے پہلے اپنی تکبیر مکمل کرلے تو نماز کا حکم

**مجیب:** ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Nor-12614

**تاریخ اجراء:** 26 جمادی الاولی 1444ھ/21 دسمبر 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب ''اللہ اکبر'' میں لفظِ ''اللہ'' کو تھوڑا طویل کرتے ہیں، تو اگر کسی مقتدی نے تکبیرِ تحریمہ میں امام کے ساتھ تکبیر شروع کی، لیکن امام صاحب کے ''اکبر'' کہنے سے پہلے ہی مقتدی نے پوری تکبیر (اللہ اکبر) ختم کردی، تو نماز کا کیا حکم ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اگرچہ لفظِ ''اللہ'' مقتدی نے درست مقام پر کہا، لیکن امام کے تکبیر مکمل کرنے سے پہلے مقتدی لفظِ ''اکبر'' بھی کہہ چکا تھا، اس لئے اس صورت میں مقتدی امام کی نماز میں داخل ہی نہ ہوا اور نہ ہی اس کی اپنی نماز شروع ہوئی، اب اس کے لئے حکم یہ ہے کہ دوبارہ سے تکبیرِ تحریمہ کہہ کر امام کے ساتھ نماز میں شامل ہوجائے۔

درمختار میں ہے: ''فلو قال: اللہ مع الامام واکبر قبلہ او ادرک الامام راکعا فقال: اللہ قائما واکبر راکعا لم یصح فی الاصح'' یعنی اگر کسی نے لفظِ اللہ امام کے ساتھ کہا اور لفظِ اکبر امام سے پہلے کہہ دیا یا امام کو رکوع کی حالت میں پایا، تو لفظِ اللہ کھڑے ہو کر کہا اور لفظِ اکبر رکوع کی حالت میں تو اصح قول کے مطابق نماز صحیح نہ ہوگی۔

(الدر المختار، جلد 2، صفحہ 218، مطبوعہ: کوئٹہ)

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ ''فی الاصح'' کے تحت ارشاد فرماتے ہیں: ''ای بناء علی ظاھر الروایۃ، وافادانہ کما لا یصح اقتداؤہ لا یصیر شارعا فی صلاۃ نفسہ ایضا وھو الاصح کما فی النھر عن السراج'' یعنی (نماز صحیح نہ ہوگی) ظاہر الروایۃ پر بنا کرتے ہوئے اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کا افادہ فرمایا کہ

جس طرح اس کی اقتدا درست نہ ہو گی، تو وہ اپنی نماز میں بھی شروع نہ ہو گا اور یہی اصح ہے جیسا کہ نہر میں سراج سے منقول ہے۔(ردالمحتار علی الدر المختار، جلد2، صفحہ218، مطبوعہ: کوئٹہ)

فتاوی ھندیہ میں ہے:" فإن قال المقتدي الله أكبر ووقع قوله الله مع الإمام وقوله أكبر وقع قبل قول الإمام ذلك قال الفقيه أبو جعفر الأصح أنه لا يكون شارعا عندهم "یعنی اگر مقتدی نے اللہ اکبر کہا اور اس کا اللہ کہنا امام کے ساتھ واقع ہوا اور اکبر کہنا امام کے اکبر کہنے سے پہلے واقع ہوا، تو فقیہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ ان کے نزدیک نماز میں شروع کرنے والا قرار نہ پائے گا۔(فتاوی ھندیہ، جلد1، صفحہ68-69، مطبوعہ: مصر)

مجمع الانھر میں ہے:"واجمعوا علی انہ لو فرغ من قولہ اکبر قبل فراغ الامام لا یکون شارعا کما فی الدرر"یعنی فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر مقتدی امام کے تکبیر سے فارغ ہونے سے پہلے ہی اکبر کہہ کر فارغ ہو گیا، تو نماز میں شروع ہونے والا نہیں ہو گا جیسا کہ درر میں ہے۔(مجمع الانھر، جلد1، صفحہ139، مطبوعہ: کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے:"مقتدی نے لفظِ اللہ امام کے ساتھ کہا مگر اکبر کو امام سے پہلے ختم کر چکا، نماز نہ ہوئی"(بہارِ شریعت، جلد1، حصہ3، صفحہ508، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# فرض نماز تنہا پڑھنے والے کے ساتھ نماز میں شامل ہونے کا طریقہ

**مجیب:** فرحان احمد عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Web-430

**تاریخ اجراء:** 19 ذوالحجۃ الحرام 1443ھ / 19 جولائی 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت
(دعوت اسلامی)

## سوال

ہمارے یہاں چھوٹی مسجد ہے اور اس طرح کی صورت حال پیش آتی رہتی ہے کہ نمازی نہیں ہوتے اور امام صاحب تنہا نماز پڑھتے ہیں۔ امام صاحب کے نماز شروع کرنے کے بعد اگر کوئی شخص آتا ہے، تو وہ کس طرح امام صاحب کے ساتھ نماز میں شامل ہو اور اگر نمازی شامل ہو، تو پھر امام صاحب وہیں سے بقیہ قراءت اور باقی نماز کی تمام تکبیرات بلند آواز سے کہیں گے یا کیا صورت اختیار کریں گے؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر امام صاحب اکیلے نماز پڑھ رہے ہیں اور ایک مقتدی آجائے، تو اسے چاہئے کہ امام صاحب کے ساتھ ان کی سیدھی جانب اس طرح کھڑا ہو کہ اس کا قدم امام سے آگے نہ ہو یعنی مقتدی کے ٹخنے امام کے ٹخنوں سے پیچھے ہوں، اور اس مقتدی کے شامل ہونے کے بعد امام تکبیر وغیرہ بلند آواز سے کہے اور جہری نماز ہو، تو قراءت بھی جہری کریں گے۔

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”اکیلا مقتدی مرد اگرچہ لڑکا ہو امام کی برابر دہنی جانب کھڑا ہو، بائیں طرف یا پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

امام کی برابر کھڑے ہونے کے یہ معنی ہیں کہ مقتدی کا قدم امام سے آگے نہ ہو یعنی اس کے پاؤں کا گٹا اُس کے گٹے سے آگے نہ ہو، سر کے آگے پیچھے ہونے کا کچھ اعتبار نہیں، تو اگر امام کی برابر کھڑا ہوا اور چونکہ مقتدی امام سے دراز قد ہے لہٰذا سجدے میں مقتدی کا سر امام سے آگے ہوتا ہے، مگر پاؤں کا گٹا گٹے سے آگے نہ ہو تو حرج نہیں۔ یوہیں اگر مقتدی کے پاؤں بڑے ہوں کہ اُنگلیاں امام سے آگے ہیں جب بھی حرج نہیں، جب کہ گٹا آگے نہ ہو۔ (بہار شریعت، جلد1، صفحہ 585۔586، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ایک اور مقام پر ہے: ”آہستہ پڑھ رہا تھا کہ دوسرا شخص شامل ہو گیا تو جو باقی ہے اُسے جہر سے پڑھے اور جو پڑھ چکا ہے اس کا اعادہ نہیں۔“ (بہار شریعت، جلد1، صفحہ544، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# قعدہ یا سجدہ میں امام کے ساتھ شامل ہونے کا طریقہ

**مجیب:** ابوحفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-2111

**تاریخ اجراء:** 07ربیع الثانی1445ھ /23اکتوبر2023ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر کوئی شخص جماعت میں امام کے ساتھ قعدہ یا سجدہ کی حالت میں شرکت کرنا چاہتا ہو تو کیا وہ تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ ناف کے نیچے باندھے پھر قعدہ یا سجدہ میں جائے یا پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر سیدھا قعدہ یا سجدہ میں چلا جائے۔اس کا درست طریقہ کیا ہے؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب کوئی شخص جماعت میں امام کے ساتھ قعدہ یا سجدہ کی حالت میں شریک ہو رہا ہو تو سب سے پہلے تو وہ سیدھا کھڑے ہو کر تکبیرِ تحریمہ کہے۔ پھر امام اگر پہلے سجدے میں ہو تو اگر اسے غالب گمان ہو کہ وہ ثنا (یعنی سبحانک اللھم) پڑھ کر امام کے ساتھ پہلے سجدے میں شامل ہو جائے گا، تو اب تکبیرِ تحریمہ کہنے کے بعد ہاتھ باندھ کر ثنا پڑھے، اس کے بعد دوسری تکبیر کہتا ہوا سجدہ میں چلا جائے اور اگر یہ گمان ہو کہ ثنا پڑھنے کی صورت میں امام صاحب پہلے سجدے سے اٹھ جائیں گے تو اب ثنا نہ پڑھے اور اس صورت میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ نہ باندھے بلکہ دوسری تکبیر کہہ کر سجدے میں چلا جائے۔

یونہی اگر امام دوسرے سجدے میں ہو یا قعدہ کی حالت میں ہو تو جماعت میں شامل ہونے والے شخص کیلئے بہتر یہ ہے کہ وہ ثنا پڑھے بغیر امام کے ساتھ شامل ہو جائے، لہٰذا اس صورت میں بھی مقتدی تکبیرِ تحریمہ کے بعد ہاتھ نہ باندھے بلکہ فوراً دوسری تکبیر کہتا ہوا سجدے یا قعدے میں چلا جائے، کیونکہ ہاتھ باندھنا اُس قیام کی سنت ہے جس میں ٹھہر کر کچھ پڑھنا ہو اور جس قیام میں ٹھہرنا اور پڑھنا نہیں، اس میں ہاتھ نہ باندھنا سنت ہے۔

درمختار میں ہے: ”ولو ادركه راكعا أو ساجدا، ان أكبر رأيه أنه يدركه أتى به“ ترجمہ: اگر امام کو رکوع یا سجدے کی حالت میں پائے تو اگر غالب گمان یہ ہو کہ وہ اسے (ثنا پڑھ کر) پالے گا تو ثنا پڑھے۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے:"قولہ:(أوساجدا)أی:السجدۃالاولی کمافی المنیۃ،واشاربالتقیید براکعاأوساجداالی انہ لوادرکہ فی احدی القعدتین فالاولی ان لا یثنی۔۔۔وکذالوادرکہ فی السجدۃالثانیۃ"ترجمہ:اور شارح رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ امام کو سجدہ کی حالت میں پائے۔یعنی پہلے سجدے کی حالت میں جیساکہ منیہ میں ہے۔اور رکوع اور سجدے کے ساتھ مقید کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ اگر امام کو دو قعدوں میں سے کسی ایک میں پائے تو بہتر یہ ہے کہ ثنا نہ پڑھے۔۔۔اسی طرح جب امام کو دوسرے سجدے میں پائے (تو بھی بغیر ثنا پڑھے شامل ہو جائے)۔(درمختار مع ردالمحتار،جلد2،صفحہ232،مطبوعہ کوئٹہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام چھٹی پر ہو، تو داڑھی منڈے لوگ نماز کیسے ادا کریں؟

**مجیب:** ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Nor-12550

**تاریخ اجراء:** 25ربیع الآخر1444ھ/21نومبر2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر جماعت کے انتظار میں موجود افراد خشخشی داڑھی والے ہوں، کسی ایک کی بھی پوری ایک مٹھی داڑھی نہ ہو اور امام صاحب کسی وجہ سے چھٹی پر ہوں۔ تو ایسی صورت میں نماز کیسے ادا کی جائے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

شرعی مسئلہ ذہن نشین رہے کہ مرد کے لیے پوری ایک مُشت داڑھی رکھنا واجب ہے لہذا داڑھی منڈانا یا ایک مٹھی سے کم کروانا دونوں حرام و گناہ ہیں اور ایسا کرنے والا فاسقِ مُعلِن ہے اور فاسقِ معلن کو امام بنانا گناہ ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر فاسقِ معلن کے پیچھے نماز پڑھ لی تو اس نماز کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

**لہذا پوچھی گئی صورت میں جبکہ قابلِ امامت کوئی شخص بھی نہیں ہے تو حکمِ شرع یہ ہے کہ سب افراد تنہا تنہا اپنی نماز پڑھیں۔**

فاسق معلن کو امام بنانا گناہ ہے۔ جیسا کہ غنیۃ المستملی میں ہے: "لو قدموا فاسقا یاثمون، بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم "یعنی اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا، تو وہ گناہ گار ہوں گے کیونکہ اس کو مقدم کرنا مکروہ تحریمی ہے

-(غنیہ المستملی شرح منیۃ المصلی، ج01، ص442، مطبوعہ کوئٹہ)

داڑھی منڈانے یا ایک مٹھی سے گھٹانے والا شخص فاسق معلن ہے اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے: "داڑھی منڈانا اور کترواکر حدِ شرع سے کم کرانا دونوں حرام و فسق ہیں اور اس کا فسق بالِاعلان ہونا ظاہر کہ ایسوں کے منہ پر جلی قلم سے فاسق لکھا ہوتا ہے اور فاسقِ مُعلِن کی امامت ممنوع و گناہ ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج06، ص505، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ایک دوسرے مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''داڑھی ترشوانے والے کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔'' (فتاوی رضویہ، ج06، ص603، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

فاسقِ معلن کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نماز پڑھانے والا نہ ہو تو اس صورت میں تنہا تنہا نماز پڑھیں۔ جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ ''فاسق فاجر کے پیچھے، جب کوئی نماز پڑھانے والا نہ ہو، نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔'' آپ علیہ الرحمہ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ''اگر علانیہ فسق وفجور کرتا ہے اور دوسرا کوئی امامت کے قابل نہ مل سکے تو تنہا نماز پڑھیں۔ فان تقدیم الفاسق اثم والصلاۃ خلفہ مکروہۃ تحریما والجماعۃ واجبۃ فھما فی درجۃ واحدۃ ودرء المفاسد اھم من جلب المصالح۔ کیونکہ تقدیمِ فاسق گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور جماعت واجب ہے، پس دونوں کا درجہ ایک ہے، لیکن مصالح کے حصول سے مفاسد کو ختم کرنا اہم اور ضروری ہوتا ہے۔'' (فتاوی رضویہ، ج06، ص600، رضافاؤنڈیشن، لاہور، ملخصا)

مفتی خلیل خان برکاتی علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ''یہاں تک کہ علماء نے فرمایا کہ جب فاسقِ معلن کے علاوہ کوئی امام نہ مل سکے تو لوگ نماز تنہا پڑھیں کہ جماعت واجب ہے اور فاسقِ معلن کو امام بنانا مکروہِ تحریمی، اور واجب اور مکروہِ تحریمی کا درجہ برابر، جبکہ فساد کا دور کرنا اہم و مقدم ہے۔'' (فتاوی خلیلیہ، ج01، ص294، ضیاء القرآن، پبلی کیشنز، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# کیا نمازِ تراویح میں بھی مقتدی کے لیے اقتداء کی نیت کرنا ضروری ہے؟

**مجیب:** ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Nor-12792

**تاریخ اجراء:** 17 رمضان المبارک 1444ھ / 08 اپریل 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص تراویح کی نماز امام کے پیچھے پڑھ رہا ہے تو کیا اس میں بھی اقتداء کی نیت کرنا ضروری ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

**جی ہاں! امام کے پیچھے نمازِ تراویح کی درست ادائیگی کے لیے امام کی اقتداء کی نیت کرنا ضروری ہے، کیونکہ فرض واجب ہر کسی قسم کی نماز میں اقتداء درست ہونے کی شرائط میں سے پہلی شرط ہی یہ ہے کہ مقتدی اقتداء کی نیت کرے۔**

چنانچہ درِ مختار میں ہے: "الصغری ربط صلاۃ المؤتم بالإمام بشروط عشرۃ: نیۃ المؤتم الاقتداء۔" یعنی امامتِ صغریٰ سے مراد مقتدی کا دس شرائط کے ساتھ اپنی نماز کو امام کی نماز کے ساتھ ملانا ہے (اقتداء کی شرائط میں سے پہلی شرط) مقتدی کا اقتداء کی نیت کرنا ہے۔

(نیۃ المؤتم) کے تحت فتاویٰ شامی میں ہے: "أي الاقتداء بالإمام، أو الاقتداء به في صلاته أو الشروع فيها أو الدخول فيها بخلاف نیۃ صلاۃ الإمام. وشرط النیۃ أن تکون مقارنۃ للتحریمۃ أو متقدمۃ علیها بشرط أن لا یفصل بینها وبین التحریمۃ فاصل أجنبي کما تقدم في النیۃ ح" یعنی مقتدی امام کی اقتداء کی نیت کرے یا اس کی نماز میں اقتداء کی نیت کرے یا امام کی نماز شروع کرنے یا امام میں کی نماز میں داخل ہونے کی نیت کرے برخلاف امام کے نماز پڑھانے کی نیت کرنے کے۔ نیت میں شرط یہ ہے کہ وہ تحریمہ سے ملی ہوئی ہو یا اس سے پہلے کی ہو بشرطیکہ نیت اور تحریمہ کے مابین اجنبی فاصلہ نہ پایا جائے، جیسا کہ ماقبل نیت کے باب میں یہ بات گزر چکی

ہے، علامہ حلبی علیہ الرحمہ نے اسے ذکر کیا ہے۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج02، ص338-337، مطبوعہ کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے: "اقتدا کی تیرہ (۱۳) شرطیں ہیں: **(۱) نیت اقتدا۔**" (بہارِ شریعت، ج01، ص562، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

**مزید ایک دوسرے مقام پر صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اس حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں: "مقتدی کو اقتدا کی نیت بھی ضروری ہے۔"** (بہار شریعت، ج01، ص495، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# جو شخص امام کو پہلی رکعت کے دوسرے سجدے میں پائے تو نماز میں کیسے شامل ہو؟

**مجیب:** مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

**تاریخ اجراء:** ماہنامہ فیضانِ مدینہ اگست 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص مسجد میں آئے اور امام صاحب پہلی رکعت کے دوسرے سجدے میں ہوں تو اس شخص کو پہلی رکعت تو نہیں ملی، جس کی وہ قضا امام کے سلام کے بعد کرے گا، سوال یہ ہے کہ کیا دوسرے سجدے میں امام کے ساتھ شامل ہو سکتا ہے، اگر شامل ہو گیا تو جو ایک سجدہ رہ گیا ہے وہ سجدہ بھی اس کو کرنا ہو گا یا ایک سجدہ کر کے امام صاحب کے ساتھ کھڑا ہو جائے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب کوئی شخص امام کو دوسرے سجدہ میں پائے تو نماز میں ملنے کا طریقہ یہ ہے کہ قیام کی حالت میں تکبیرِ تحریمہ کہے پھر سجدہ میں جانے کے لئے تکبیر کہے اور سجدہ میں امام کے ساتھ شامل ہو جائے۔ اس صورت میں مقتدی پر اس سجدہ کی قضاء لازم نہیں ہو گی جو امام پہلے کر چکا ہے، بلکہ رہ جانے والی رکعت کو جب وہ ادا کرے گا تو اس رکعت کے سجدے بھی ادا ہو جائیں گے۔

اگر کوئی شخص اس موقع پر امام کے کھڑے ہونے کا انتظار کرے پھر نماز میں شامل ہو تو ایسا کرنا گناہ نہیں البتہ مستحب یہ ہے کہ امام جس حالت میں بھی ہو اس کے ساتھ شریک ہو جائے، انتظار نہ کیا جائے۔

ترمذی شریف میں ہے: "قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذا اتی احدکم الصلاۃ والامام علی حال فلیصنع کما یصنع الامام" یعنی جب تم میں سے کوئی نماز کے لئے آئے اور امام کسی حالت میں ہو تو وہ شخص بھی وہی کرے جو امام کر رہا ہے۔ (ترمذی، 103/2، حدیث: 591)

بخاری شریف میں وارد حدیثِ پاک کا جز ہے:"فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا"یعنی امام کی نماز سے جو تم پالو وہ پڑھ لو اور جو تم سے فوت ہو جائے اس کو بعد میں مکمل کرو۔(بخاری،230/1،حدیث:636)

مذکورہ حدیثِ پاک کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:"فیہ استحباب الدخول مع الامام فی ای حالۃ وجدہ علیہا"یعنی اس حدیثِ پاک سے پتا چلا کہ امام کو جس حالت میں بندہ پائے اس حالت میں شریک ہو جائے، یہ مستحب ہے۔(عمدۃ القاری 213/4،تحت الحدیث:636)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# کیاتراویح کی جماعت میں عشاء کے فرض کی نیت سے شامل ہوسکتے ہیں؟

**مجیب:** مفتی ابومحمد علی اصغر عطاری

**فتوی نمبر:** Nor-12100

**تاریخ اجراء:** 11رمضان المبارک1443ھ/13اپریل2022ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تراویح کی جماعت ہورہی ہو، توکیااس میں عشاء کے فرض کی نیت سے شامل ہوسکتے ہیں؟رہنمائی فرمادیں۔سائل: محمد فیصل(via، میل)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

**جی نہیں! پوچھی گئی صورت میں تراویح پڑھانے والے کے پیچھے عشاء کے فرض کی نیت سے شامل نہیں ہوسکتے اس صورت میں عشاء کے فرض ادانہیں ہوں گے۔** فرض نماز نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے نہیں ہوسکتی اس صورت میں اقتداء باطل ہوگی۔

چنانچہ تنویرالابصار مع الدرالمختار میں ہے:"(و) لا (مفترض بمتنفل وبمفترض فرضا آخر) لان اتحاد الصلاتين شرط عندنا"یعنی فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتداء نہیں کرسکتا،اسی طرح مختلف فرض پڑھنے والے ایک دوسرے کی اقتداء نہیں کرسکتے کہ ہمارے نزدیک امام اور مقتدی دونوں کی نمازوں کا متحد ہونا شرط ہے۔(تنویرالابصارمع الدرالمختار، کتاب الصلاۃ،ج02،ص392-391،مطبوعہ کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے:"**فرض نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے** اور ایک فرض والے کی دوسرے فرض پڑھنے والے کے پیچھے **نہیں ہوسکتی۔**"(بہارشریعت،ج01،ص572،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

مفتی وقارالدین علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں ارشادفرماتے ہیں:"**اقتداء صحیح ہونے کے لیے ایک شرط یہ بھی** ہے کہ امام ومقتدی کی نمازایک ہو **یاامام کی نماز مقتدی کی نماز سے اعلیٰ ہو۔۔۔۔۔اگر مقتدی کی نمازامام کی نماز سے اعلیٰ ہوتواقتداء باطل ہوتی ہے۔یعنی امام نفل پڑھے اور مقتدی فرض یاواجب نماز پڑھنے کے لیے اس کا مقتدی بنے یہ نماز**

**باطل ہے۔** علامہ علاؤالدین حصکفی نے درِ مختار میں لکھا: "ولا مفترض بمتنفل وبمفترض فرضا آخر"۔" (وقار الفتاوی، ج02، ص206، مطبوعہ بزم وقار الدین)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جو قراءت میں "ح" کی بجائے "ہ" پڑھتا ہو

مجیب: مولانا محمد فراز عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1291

تاریخ اجراء: 06 رجب المرجب 1445ھ / 18 جنوری 2024ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر کوئی امام قراءت کرتے ہوئے "ح" کی بجائے "ھ" پڑھے جیسے سورۃ الفاتحہ میں "الحمد" کے بجائے "الھمد" پڑھے، تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جو امام قراءت میں "ح" کی بجائے "ھ" پڑھتا ہو، اس کے پیچھے نماز نہیں ہوگی کہ کئی جگہ پر معنی کا فساد لازم آئے گا۔

امام اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: "کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جسے لوگوں نے مسجد جامع کا امام معین کیا جمعہ و جماعات میں گروہ مسلمین کی امامت کرتا ہے اور سورہ فاتحہ شریف میں بجائے الحمد و الرحمن و الرحیم کے الھمد و الرھمن و الرھیم بہ ہائے ہوز پڑھتا ہے، ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟"

اس کے جواب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: "اُسے امام بنانا ہرگز جائز نہیں اور نماز اس کے پیچھے نادرست ہے کہ اگر وہ شخص ح کے ادا پر بالفعل قادر ہے اور باوجود اس کے اپنی بے خیالی یا بے پروائی سے کلمات مذکورہ میں ھ پڑھتا ہے، تو خود اس کی نماز فاسد و باطل، اوروں کی اس کے پیچھے کیا ہو سکے اور اگر بالفعل ح پر قادر نہیں اور سیکھنے پر جان لڑا کر کوشش نہ کی، تو بھی خود اس کی نماز محض اکارت اور اس کے پیچھے ہر شخص کی باطل۔ اور اگر ایک ناکافی زمانہ تک کوشش کر چکا پھر چھوڑ دی جب بھی خود اس کی نماز پڑھی بے پڑھی سب ایک سی اور اُس کے صدقے میں سب کی گئی اور برابر حد درجہ کی کوشش کئے جاتا ہے مگر کسی طرح نہیں نکلتی، تو اُس کا حکم مثل اُمّی کے ہے کہ اگر کسی صحیح

پڑھنے والے کے پیچھے نماز مل سکے اور اقتداء نہ کرے بلکہ تنہا پڑھے تو بھی اس کی نماز باطل، پھر امام ہونا تو دوسرا درجہ ہے۔۔۔ بہر حال ثابت ہوا کہ نہ اس شخص کی اپنی نماز ہوتی ہے، نہ اس کے پیچھے کسی اور کی، تو ایسے کو امام بنانا حرام اور ان سب مسلمانوں کی نماز کا وبال اپنے سر لیتا ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ 253۔254، رضافاؤنڈیشن، لاهور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# بلاضرورت مکبر بننا کیسا؟

**مجیب:** مولانا محمد علی عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-2424

**تاریخ اجراء:** 20 رجب المرجب 1445ھ / 01 فروری 2024ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر ضرورت نہ ہو، مثلاً امام صاحب کی آواز سارے مقتدیوں تک پہنچ جاتی ہے، پھر بھی اگر کوئی مکبر تکبیر کہے، تو کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر امام کی تکبیر کی آواز تمام مقتدیوں کو نہیں پہنچتی، تو بہتر ہے کہ کوئی بھی مقتدی بلند آواز سے تکبیر کہے کہ نماز شروع ہونے اور انتقالات کا حال سب کو معلوم ہو جائے اور اگر امام کی آواز مقتدیوں تک پہنچ جائے، تو بلاضرورت مکبر بننا مکروہ و بدعت ہے، لیکن اگر کوئی بن گیا، تو اس سے نماز فاسد نہیں ہو گی۔

رد المحتار میں ہے "وفي حاشية أبي السعود: واعلم أن التبليغ عند عدم الحاجة إليه بأن بلغهم صوت الإمام مكروه. وفي السيرة الحلبية: اتفق الأئمة الأربعة على أن التبليغ حينئذ بدعة منكرة أي مكروهة وأما عند الاحتياج إليه فمستحب، وما نقل عن الطحاوي: إذا بلغ القوم صوت الإمام فبلغ المؤذن فسدت صلاته لعدم الاحتياج إليه فلا وجه له إذ غايته أنه رفع صوته بما هو ذكر بصيغته. وقال الحموي: وأظن أن هذا النقل مكذوب على الطحاوي فإنه مخالف للقواعد اھ" ترجمہ: حاشیہ ابو السعود میں ہے "جان لو کہ جب امام کی آواز مقتدیوں تک پہنچانے کی حاجت نہ ہو بایں صورت کہ مقتدیوں تک امام کی آواز خود ہی پہنچ جائے تو اس وقت (کسی مقتدی کا مکبر بن کر) امام کی آواز مقتدیوں تک پہنچانا مکروہ ہے، اور سیرت حلبیہ میں ہے کہ ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ ایسی صورت میں مکبر کا، امام کی آواز مقتدیوں تک پہنچانا بُری بدعت یعنی مکروہ ہے اور جب حاجت ہو تو مستحب ہے اور وہ جو امام طحاوی سے منقول ہے کہ جب امام کی آواز مقتدیوں تک پہنچ جائے، پھر بھی کوئی مقتدی مکبر بن کر امام کی آواز مقتدیوں تک پہنچائے تو اس کی حاجت نہ ہونے کے سبب اس مقتدی کی نماز

فاسد ہو جائے گی، اس منقول مسئلے کی درستی کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ غایت یہ ہے کہ اس مقتدی نے تکبیر کے جو صیغے کہنے تھے وہ اس نے بلند آواز میں کہہ دئے، اور حموی نے فرمایا: میں گمان کرتا ہوں کہ مذکورہ منقول مسئلہ امام طحاوی پر جھوٹ باندھا گیا ہے کیونکہ یہ مسئلہ، قواعد کے مخالف ہے۔(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج 1، ص 475، دار الفکر، بیروت)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہوتے وقت تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ نہ اٹھانا

**مجیب:** مولانا محمد نوید چشتی عطاری

**فتوی نمبر:** WAT-2465

**تاریخ اجراء:** 26رجب المرجب1445ھ /07فروری2024ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

اگر فرض نماز کی جماعت ہو رہی ہے۔ امام صاحب رکوع میں ہیں، رکوع کا وقت کم ہوتا ہے، تو کیا مقتدی بغیر کانوں تک ہاتھ اٹھائے تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے سیدھا ہاتھ باندھ لے اور پھر فوراً تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے۔ تو کیا یہ عمل ٹھیک ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اگر کسی نے کانوں تک ہاتھ اٹھائے بغیر صرف تکبیر تحریمہ کہی اور پھر رکوع میں شامل ہو گیا، تو اس کی نماز تو ہو جائے گی، لیکن ایسا نہیں کرنا چاہیے، اس وجہ سے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں کے برابر تک ہاتھ اٹھانا سنت مؤکدہ ہے، جسے بلا عذر ترک نہیں کرنا چاہیے اور اگر کوئی بلا عذر ترک کرنے کی عادت بنا لے تو وہ گنہگار ہوتا ہے اور آپ نے جو عذر بیان کیا کہ رکوع کا وقت کم ہوتا ہے، تو عرض ہے کہ ہاتھ کان تک اٹھانے میں بھی کوئی زیادہ دیر نہیں لگتی، جتنی دیر میں تکبیر تحریمہ کہی جائے گی، تقریباً اتنی ہی دیر میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے میں لگیں گے، لہٰذا سنت کے مطابق ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھا کر تکبیر کہی جائے۔ نیز پہلے ہی کوشش کی جائے کہ جلدی حاضر ہوں تاکہ ابتداءً ہی نماز میں امام کے ساتھ شامل ہو جائیں۔

تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھانا سنتِ مؤکدہ ہے، جیسا کہ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: "(ولا یسن مؤکداً (رفع یدیہ الا فی) سبعۃ مواطن ۔۔۔۔ ثلاثۃ فی الصلوۃ (تکبیرۃ افتتاح وقنوت وعید و خمسۃ فی الحج (استلام) الحجر (والصفا، والمروۃ وعرفات، الجمرات)" ترجمہ: سات مقامات پر ہاتھ اٹھانا سنت مؤکدہ ہے، تین نماز میں ہیں، تکبیر تحریمہ، تکبیر قنوت، عید کی تکبیر اور پانچ حج میں، استلام حجر، صفا، مروہ،

**عرفات اور جمرات کے وقت۔** (تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلوۃ، ج02، ص263-262، مطبوعہ: کوئٹہ)

**جد الممتار میں ہے: "لا یترک رفع الیدین عند التکبیر لانہ سنۃ مؤکدۃ ولو اعتاد ترکہ یاثم "ترجمہ: تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھانا ترک نہ کرے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے اور اس کی عادت بنائی تو گنہگار ہو گا۔** (جد الممتار، باب صفۃ الصلوۃ، ج03، ص177، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# اگر مسبوق نے امام کے پیچھے ثنا پڑھ لی تو کیا امام کے سلام کے بعد دوبارہ پڑھے گا؟

**مجیب:** ابوحفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** WAT-1952

**تاریخ اجراء:** 14 صفر المظفر 1445ھ / 01 ستمبر 2023ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

ایک شخص جماعت کے ساتھ عصر کی نماز پڑھنے گیا، اوراس کی ایک رکعت نکل چکی تھی، وہ امام صاحب کے ساتھ دوسری رکعت کے قیام میں شامل ہو گیا، اور اس کے بعد اس نے ثنا (سبحنک اللھم) پڑھ لیا، اب جب وہ امام صاحب کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی بقیہ ایک رکعت پڑھنے کھڑا ہو گا، تو کیا اس کی ابتدا میں بھی ثنا پڑھے گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مذکورہ صورت میں ایسا شخص امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی بقیہ رکعت کے شروع میں دوبارہ ثنا نہیں پڑھے گا۔

مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ مسبوق کیلئے ثنا پڑھنے سے متعلق حکم شرعی یہ ہے کہ مسبوق اگر جہری نماز کی اس رکعت میں شامل ہو جس میں امام جہر یعنی بلند آواز سے قراءت کر رہا ہو تو اب مسبوق کیلئے حکم یہ ہے کہ امام کے ساتھ شامل ہونے کے بعد ثنا نہ پڑھے، پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب اپنی بقیہ رکعتیں پڑھنے کھڑا ہو تو اس کی ابتدا میں ثنا پڑھ لے۔ البتہ اگر مسبوق سری نماز کی کسی رکعت میں شامل ہو چاہے وہ کوئی سی بھی رکعت ہو، یا جہری نماز کی آخری رکعتوں میں شامل ہو تو اب مسبوق، امام کے ساتھ شامل ہونے کے بعد ثنا پڑھے گا تاکہ ثنا اپنے محل میں دیگر ارکان کی ادائیگی سے پہلے ادا ہو جائے، اور جن صورتوں میں مسبوق پہلے ثنا پڑھ لے تو اب اس کیلئے دوبارہ ثنا پڑھنے کا حکم نہیں کیونکہ فقہائے کرام نے مسبوق کو اپنی بقیہ رکعت کے شروع میں ثنا پڑھنے کا حکم اس وقت دیا ہے جب مسبوق شروع میں ثنا نہ پڑھ سکا ہو، البتہ بعض کتب فقہ میں ہے کہ مسبوق اپنی بقیہ رکعت میں بھی ثنا پڑھے گا لیکن فقہائے کرام نے اسے خلافِ مشہور قرار دے کر لائق عمل نہیں ٹھہرایا۔ لہذا صحیح یہی ہے کہ ایسی صورت میں مسبوق دوبارہ ثنا نہیں

پڑھے گا۔حاشیۃ الطحطاوی میں ہے:"قال فی الشرح :ویثنی ایضاً حال اقتدائہ...و کلامہ یقتضی ان المسبوق یثنی مرتین وھو خلاف المشھور"ترجمہ:اور شرح میں فرمایا کہ مسبوق اقتدا کی حالت میں بھی ثنا پڑھے گا۔۔۔اور ان کا کلام اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مسبوق دو مرتبہ ثنا پڑھے گا اور یہ خلاف مشہور ہے۔(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح،صفحہ282،دار الکتب العلمیۃ،بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# دورانِ نماز اگر امام کا انتقال ہوجائے، تو اُس نماز کو کیسے مکمل کیا جائے گا؟

**مجیب:** ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Nor-13216

**تاریخ اجراء:** 25 جمادی الثانی 1445ھ / 08 جنوری 2024ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حال ہی میں ایک امام کی ویڈیو آئی ہے کہ جماعت کراتے ہوئے سجدہ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اس تناظر میں سوال یہ ہے کہ اگر امام کا رکوع یا سجدے میں انتقال ہو جائے، تو اُس نماز کو کیسے مکمل کیا جائے گا؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

**فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق دورانِ نماز اگر امام کا انتقال ہو جائے تو اس صورت میں مقتدیوں کی نماز باطل ہو جائے گی، لہذا اُس نماز کو دوبارہ شروع سے ادا کرنا مقتدیوں پر لازم ہے۔**

درِ مختار میں مفسداتِ نماز سے متعلق مذکور ہے: "بقي من المفسدات ارتداد بقلبه وموت وجنون وإغماء۔" یعنی نماز کے بقیہ مفسدات میں سے نمازی کا دل میں مرتد ہونے کا ارادہ کرنا، نمازی پر موت، جنون اور بیہوشی کا طاری ہونا ہے۔

(وموت) کے تحت رد المحتار میں ہے: "أقول: تظهر ثمرته في الإمام لو مات بعد القعدة الأخيرة بطلت صلاة المقتدين به، فيلزمهم استئنافها، وبطلان الصلاة بالموت بعد القعدة قد ذكره الشرنبلالي۔" ترجمہ: "میں کہتا ہوں کہ اس کا ثمرہ امام کی موت میں ظاہر ہو گا کہ امام اگر قعدہ اخیرہ کے بعد فوت ہو جائے تو امام کے انتقال کے سبب مقتدیوں کی نماز باطل ہو جائے گی۔ پس ان پر لازم ہو گا کہ وہ اُس نماز کو نئے سرے سے ادا کریں، امام کی قعدہ اخیرہ کے بعد موت کے سبب نماز باطل ہونے کو علامہ شرنبلالی علیہ الرحمہ نے ذکر فرمایا ہے۔" (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج 02، ص 472-471، مطبوعہ کوئٹہ)

بدائع الصنائع میں ہے: "ومنها الموت في الصلاة والجنون والإغماء فيها أما الموت فظاهر؛ لأنه معجز عن المضي فيها۔" یعنی مفسداتِ نماز میں سے ایک سبب دورانِ نماز نمازی کا انتقال ہو جانا یا جنون اور بے ہوشی کا طاری ہونا بھی ہے۔ موت کی وجہ سے نماز کا فاسد ہونا تو ظاہر ہے کہ فوت ہونے والا نماز کو جاری رکھنے سے عاجز ہے۔ (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب الصلاة، ج 01، ص 241، دار الكتب العلمية، بيروت)

بہارِ شریعت میں ہے: "نماز میں امام کا انتقال ہو گیا، اگرچہ قعدۂ اخیرہ میں تو مقتدیوں کی نماز باطل ہو گئی، سرے سے پڑھنا ضروری ہے۔" (بہارِ شریعت، ج 01، ص 603، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# جسے پیشاب کے بعد کچھ دیر قطرے آتے ہوں، اس کا امامت کروانا کیسا؟

**مجیب:** ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

**فتوی نمبر:**Nor-12110

**تاریخ اجراء:** 16 رمضان المبارک 1443ھ/18 اپریل 2022ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید میں امامت کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں، مگر اسے پیشاب کے بعد کچھ دیر کے لیے ایک دو قطرے آتے ہیں اس کے بعد اسے قطرے نہیں آتے۔ تو کیا اس صورت میں زید شرعی معذور ہو گا؟ کیا وہ لوگوں کی امامت کرواسکتا ہے؟؟ رہنمائی فرمادیں۔

سائل: علی رضا(via، میل)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اولاً تو یہ یاد رہے کہ امامت کی شرائط میں سے ایک بنیادی شرط امام کا شرعی معذور نہ ہونا بھی ہے، لہذا شرعی معذور تندرست لوگوں کی امامت نہیں کرواسکتا۔ البتہ شرعی معذور ہونا اس وقت ثابت ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کو وضو توڑ دینے والا کوئی مرض اس طرح لاحق ہو جائے کہ حقیقی طور پر یا پھر حکمی طور پر ایک نماز کا پورا وقت اس طرح گزر جائے کہ اسے وضو کر کے فرض نماز کی ادائیگی کا موقع بھی نہ مل سکے، اس کی مکمل تفصیل کتبِ فقہ میں مذکور ہے۔

اس تمہید سے یہ بات واضح ہوئی کہ **صورتِ مسئولہ میں ایک دو قطرے آنے کے بعد دوبارہ قطرے نہ آنے کی صورت میں زید شرعی معذور نہیں، لہذا صورتِ مسئولہ میں دوبارہ قطرے آنے سے بلاشبہ زید کا وضو ٹوٹ جائے گا** نیز جس جگہ یہ نجس قطرے لگیں گے وہ جگہ بھی ناپاک ہو گی، اس صورت میں ناپاک جگہ کو پاک کر کے **نئے سرے سے وضو کر کے زید لوگوں کی امامت کرواسکتا ہے**، شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں۔

عذرِ شرعی کب ثابت ہوتا ہے؟ اس حوالے سے فتاوی عالمگیری میں مذکور ہے: "شرط ثبوت العذر ابتداء أن يستوعب استمراره وقت الصلاة كاملا وهو الأظهر كالانقطاع لا يثبت ما لم يستوعب الوقت كله" یعنی پہلی مرتبہ عذر ثابت ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ ایک نماز کے پورے وقت میں وہ عذر باقی رہے اور یہی

بات زیادہ ظاہر ہے، جیسا کہ عذر کا منقطع ہونا بھی اسی وقت ثابت ہوتا ہے جب نماز کے ایک پورے وقت میں وہ عذر منقطع رہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الطهارة، ج01، ص41-40، مطبوعه پشاور)

بہار شریعت میں ہے: ''ہر وہ شخص جس کو کوئی ایسی بیماری ہے کہ ایک وقت پورا ایسا گزر گیا کہ وُضو کے ساتھ نمازِ فرض ادا نہ کر سکا وہ معذور ہے۔'' (بہار شریعت، ج01، ص385، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ملتقطاً)

قطرے آنا بند ہو جائیں تو شرعی معذور نہیں، ایسا شخص ہر حدث کے بعد وضو کرکے ہر ایک کی امامت کروا سکتا ہے۔ جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ''الحمدللہ وحدہ **اذا کان احتشاؤہ یردمابہ کماوصف فی السؤال فقدخرج عن حدالعذر والتحق بالاصحاء** یتوضأ لکل حدث ویغسل کل نجس **ویؤم کل نفس** ولا یعذر فی ترک الاحتشاء بل ھو فریضۃ علیہ کفریضۃ الصلاۃ۔ یعنی: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو یکتا ہے۔ **اگر روئی رکھنے سے اس کے قطرے ٹپکنے بند ہو جاتے ہیں جیسا کہ سوال میں بیان کیا تو وہ معذور کی حد سے نکل گیا اور صحیح افراد کے ساتھ شامل ہو گیا۔** ہر حدث (اصغر) کے بعد وضو کرے گا اور جہاں نجاست لگی ہو اسے دھوئے گا اور **ہر ایک کی امامت کرا سکتا ہے** اس سے رُوئی نہ رکھنے کا عذر قبول نہ ہو گا بلکہ نماز کی طرح روئی رکھنا بھی اس پر ضروری ہے۔'' (فتاوی رضویہ، ج04، ص368، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# مقتدی کی دعائے قنوت پوری ہونے سے پہلے امام رکوع میں چلا جائے تو

**مجیب:** مولانا محمد نوید چشتی عطاری

**فتوی نمبر:** WAT-2709

**تاریخ اجراء:** 29 شوال المکرم 1445ھ / 08 مئی 2024ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

رمضان میں وتر تراویح کے ساتھ ادا کیے جاتے ہیں، وتر کی نماز میں اگر امام صاحب دعائے قنوت پڑھ کر رکوع میں جا چکے ہوں اور مقتدی کی دعائے قنوت مکمل نہ ہوئی ہو اور مقتدی کو معلوم ہو کہ اگر دعائے قنوت مکمل کرے گا تو امام صاحب رکوع سے کھڑے ہو جائیں گے تو ایسی صورت میں مقتدی کیا کرے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر مقتدی قنوت سے فارغ نہ ہوا تھا کہ امام قنوت مکمل کر کے رکوع میں چلا گیا تو مقتدی بھی امام کا ساتھ دیتے ہوئے رکوع میں چلا جائے، قنوت مکمل نہ کرے۔

خلاصۃ الفتاوی میں ہے "المقتدي يتابع الإمام في القنوت في الوتر فلو ركع الإمام في الوتر قبل أن يفرغ المقتدي من القنوت فإنه يتابع الإمام ولو ركع الإمام ولم يقرأ القنوت ولم يقرأ المقتدي من القنوت شيئا إن خاف فوت الركوع فإنه يركع وإن كان لا يخاف يقنت ثم يركع" ترجمہ: وتر کے قنوت میں مقتدی امام کی متابعت کرے، اگر مقتدی قنوت سے فارغ نہ ہوا تھا کہ امام رکوع میں چلا گیا تو مقتدی بھی امام کا ساتھ دے اور اگر امام نے بے قنوت پڑھے رکوع کر دیا اور مقتدی نے ابھی کچھ نہ پڑھا، تو مقتدی کو اگر رکوع فوت ہونے کا اندیشہ ہو جب تو رکوع کر دے، ورنہ قنوت پڑھ کر رکوع میں جائے۔ (خلاصۃ الفتاوی، کتاب الصوم، الفصل الثالث، ج 1، ص 160، مطبوعہ کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے " قنوت وتر میں مقتدی امام کی متابعت کرے، اگر مقتدی قنوت سے فارغ نہ ہوا تھا کہ امام رکوع میں چلا گیا تو مقتدی بھی امام کا ساتھ دے اور اگر امام نے بے قنوت پڑھے رکوع کر دیا اور مقتدی نے ابھی کچھ نہ پڑھا، تو مقتدی کو اگر رکوع فوت ہونے کا اندیشہ ہو جب تو رکوع کر دے، ورنہ قنوت پڑھ کر رکوع میں جائے اور اُس

خاص دعا کی حاجت نہیں جو دعائے قنوت کے نام سے مشہور ہے، بلکہ مطلقاً کوئی دُعا جسے قنوت کہہ سکیں پڑھ لے۔"

(بہار شریعت، ج 1، حصہ 4، ص 656، مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# امام کون بن سکتا ہے؟

**مجیب:** ابومحمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی

**فتوی نمبر:** Nor-12144

**تاریخ اجراء:** 08شوال المکرم1443ھ/10مئی 2022ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص نماز کے ضروری و بنیادی مسائل بھی نہ جانتا ہو، ایسے شخص کو امام بنانا کیسا؟؟ رہنمائی فرمادیں۔

سائل: محمد نعمان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

امامت کروانے کا اہل ہر وہ مسلمان مرد ہے جو عاقل، بالغ، صحیح القراءۃ، مسائل نماز و طہارت کا عالم، غیر فاسق، شرعی اعذار مثلاً ریح و قطرہ وغیرہ کے امراض سے سلامت ہو۔ لہذا جس کے اندر یہ تمام تر شرائط پائی جائیں وہ ہی بالغ مردوں کی امامت کروانے کا اہل ہے، اس کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو ہرگز امامت کے مصلے پر کھڑا نہ کیا جائے۔

چنانچہ نورالایضاح میں ہے: "شروط صحۃ الامامۃ للرجال الاصحاء ستۃ اشیاء الاسلام والبلوغ والعقل والذکورۃ والقراءۃ والسلامۃ من الاعذار" صحیح مردوں کی امامت کے صحیح ہونے کی چھ شرطیں ہیں: اسلام، بلوغ، عقل، مرد ہونا، قراءت کا صحیح ہونا اور اعذار سے سلامت ہونا۔ (نورالایضاح مع الطحطاوی، ص287، مطبوعہ کراچی)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ امام کی شرائط بیان کرتے ہوئے فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: "امام اُسے کیا جائے جو سنّی العقیدہ صحیح الطہارۃ صحیح القرأۃ مسائل نماز و طہارت کا عالم غیر فاسق ہو نہ اُس میں کوئی ایسا جسمانی یا روحانی عیب ہو جس سے لوگوں کو تنفر ہو۔ " (فتاوی رضویہ، ج10، ص626، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے: " مرد غیر معذور کے امام کے لیے چھ شرطیں ہیں: (۱) اسلام۔ (۲) بلوغ۔ (۳) عاقل ہونا۔ (۴) مرد ہونا۔ (۵) قراءت۔ (۶) معذور نہ ہونا۔ " (بہار شریعت، ج01، ص561-560، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مفتی خلیل خان برکاتی علیہ الرحمہ اس حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں: ''امامت ایک منصبِ دینی ہے اور اس کا اہل ہر کس و ناکس نہیں کہ جسے چاہیں امام بنالیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہارے امام، تمہارے رب اور تمہارے درمیان، سفیر ہیں تو چاہیے کہ تمہارے بہتر امامت کریں اور دوسری بات حدیث شریف کا مضمون ہے جو یہ چاہتا ہے کہ اس کی نماز، بارگاہِ الٰہی میں قبول ہو، وہ اپنے سے بہتر کو امام بنائے۔ غرض یہ لازم ہے کہ وہ نماز کے فرائض وواجبات، وسنن ومستحبات سے واقف ہو۔ مفسدات ومکروہات نماز پر مطلع ہو۔ ورنہ کسی قول وفعل سے نماز فاسد وناقص ہو گی اور اسے علم بھی نہ ہو گا۔ خود بھی تارکِ نماز ہو گا دوسروں کی نماز بھی برباد ہو گی۔'' (فتاوی خلیلیہ، ج 03، ص 351، ضیاء القرآن)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

# سمع اللہ لمن حمدہ مقتدی بھی امام کے ساتھ کہے گا یا نہیں؟

مجیب: مفتی علی اصغر صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Nor:11152

تاریخ اجراء: 17 ربیع الثانی 1442ھ / 03 دسمبر 2020ء

## دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ مقتدی بھی امام کے ساتھ رکوع سے اٹھتے ہوئے سمع اللہ لمن حمدہ کہے گا۔ یہ بات کہاں تک درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ظاہر الروایہ مذہب کے مطابق امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد علیہم الرحمہ سب کے نزدیک بغیر کسی اختلاف کے مقتدی کے لیے صرف اللھم ربّنا و لک الحمد کہنا سنت ہے، مقتدی سمع اللہ لمن حمدہ نہیں کہے گا۔ البتہ امام کے لیے صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہنا اور منفرد کو دونوں کہنا سنت ہے۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا: اللھم ربنا لک الحمد فانہ من وافق قولہ قول الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ" ترجمہ: جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے، تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو کہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے مطابق ہوا، اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(الجامع الصحیح للامام البخاری، جلد 1، صفحہ 109، مطبوعہ کراچی)

اس کی شرح عمدۃ القاری میں ہے: "انہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم التسمیع والتحمید فجعل التسمیع للامام والتحمید للماموم فالقسمۃ تنافی الشرکۃ" یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تسمیع و تحمید کی تقسیم کی کہ امام کے لیے تسمیع رکھی اور مقتدی کے لیے تحمید، لہذا تقسیم شراکت کے منافی ہے (یعنی نہ امام تحمید کہے گا اور نہ مقتدی تسمیع)۔

(عمدۃ القاری، جلد 4، صفحہ 530، مطبوعہ ملتان)

فقہائے احناف کے ہاں بغیر کسی اختلاف کے مقتدی صرف تحمید کہے گا، تسمیع نہیں، جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے: "ان کان مقتدیاً یاتی بالتحمید ولا یاتی بالتسمیع بلا خلاف" یعنی ائمہ کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مقتدی

صرف اللھم ربنالک الحمد کہے گا، سمع اللہ لمن حمدہ نہیں کہے گا۔

(الفتاوی الھندیۃ، جلد1، صفحہ74، مطبوعہ پشاور)

فتح القدیر میں ہے:"واتفقوا ان المؤتم لا یذکر التسمیع" یعنی فقہائے احناف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مقتدی سمع اللہ لمن حمدہ نہیں کہے گا۔

(فتح القدیر، جلد1، صفحہ460، مطبوعہ کوئٹہ)

نہر الفائق میں ہے:"اما اکتفاء المؤتم فبالاجماع ای: بین الامام وصاحبیہ علی الظاھر"یعنی ظاہر الروایہ کے مطابق امام اعظم اور صاحبین علیہم الرحمۃ کے نزدیک بالاجماع مقتدی صرف تحمید یعنی اللھمّ ربّنا ولک الحمد ہی کہے گا۔

(النھر الفائق شرح کنز الدقائق، جلد1، صفحہ215، مطبوعہ کراچی)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں:"رکوع سے اٹھنے میں امام کے لیے سمع اللہ لمن حمدہ کہنا اور مقتدی کے لیے اللھمّ ربّنا ولک الحمد کہنا اور منفرد کو دونوں کہنا سنت ہے۔"

(بہار شریعت، جلد1، حصہ3، صفحہ527، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

# سنتِ غیر مؤکدہ پڑھتے ہوئے جماعت قائم ہو جائے، تو حکم

ریفرنس نمبر:SAR-7939 تاریخ:19-07-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص مسجد میں سنت غیر مؤکدہ جیسے عصر یا عشاء کی پہلی چار سنتیں پڑھ رہا ہو اور وہاں عصر یا عشاء کی جماعت قائم ہو جائے، تو یہ چار کی بجائے دو سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو سکتا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اگر کوئی شخص سنت غیر مؤکدہ یعنی عصر یا عشاء کی سنن قَبلیہ ادا کر رہا ہو اور پہلی یا دوسری رکعت میں ہی ہو اور جماعت قائم ہو جائے، تو ضروری ہے کہ یہ شخص چار کی بجائے دو سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جائے، کیونکہ سنت غیر مؤکدہ نفل کے حکم میں ہیں اور نفل میں ہر دو رَکعتیں جداگانہ شمار کی جاتی ہیں، البتہ اگر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا تھا، تو پھر چار رکعتیں پوری کرلے اور جماعت میں شامل ہو۔

امامِ اہلسنت، امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1340ھ / 1921ء) سے سوال ہوا کہ "ایک شخص نے چار رکعت نماز سنت یا نفل کی نیت کر کے شروع کی۔ ابھی دوسری رکعت کی طرف اٹھا تھا کہ نماز فرض کی جماعت کے لیے تکبیر ہوگئی، نفل و سنت ادا کرنے والا چار رکعت پوری کرے یا دو پر اکتفاء کرلے، باقی دو رکعات ادا کرے یا نہ؟"

آپ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے جواب دیا: "نفل ادا کرنے والا نمازی ثنا سے تشہد کے آخر تک جو پہلی دو

رَکعت میں ہے، ابھی تیسری رکعت کی طرف اس نے قیام نہیں کیا تھا کہ جماعت فرض کھڑی ہو گئی، تو ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ اُن ہی دو رکعات پر اکتفا کرے اور جماعت میں شریک ہو جائے۔فی الدرالمختار:" الشارع فی نفل لایقطع مطلقا ویتمه رکعتین "ترجمہ: درمختار میں ہے: نوافل شروع کرنے والا انہیں مطلقاً قطع نہیں کر سکتا، بلکہ دو رکعتیں پوری کرے۔ (درمختار کا کلام مکمل ہوا۔) اور جو دو رَکعات باقی تھیں، اُن کی قضا اُس کے ذمہ نہیں، کیونکہ نوافل کی ہر دو رکعت الگ نماز ہے، جب تک دوسرے شُفع کا آغاز نہیں کیا جاتا وہ لازم نہیں ہو گا۔۔۔ **اور غیر مؤکدہ سنن کا حکم بھی یہی ہے، مثلاً عصر اور عشاء کی پہلی سنتیں، ان کا درجہ بھی نوافل کا ہے۔**"

(فتاویٰ رضویہ، جلد8، صفحہ129، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1367ھ/1947ء) لکھتے ہیں: "نفل شروع کیے تھے اور جماعت قائم ہوئی تو قطع نہ کرے، بلکہ دو رکعت پوری کر لے، اگرچہ پہلی کا سجدہ بھی نہ کیا ہو اور تیسری پڑھتا ہو، تو چار پوری کر لے۔"

(بہار شریعت، جلد1، حصہ4، صفحہ696، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

19ذوالحجۃ الحرام1443ھ/19جولائی2022ء

دارالافتاء اہلسنت
Darul Ifta AhleSunnat

# امام کے ساتھ ایک رکعت ملی، تو باقی تین رکعتیں کیسے پڑھے؟

1

ریفرنس نمبر: Sar7340

تاریخ: 14-06-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ جس شخص کو چار رکعت والی نماز میں ایک رکعت ملی اور بقیہ تین رکعتیں نکل گئیں، تو وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی بقیہ نماز کس طرح ادا کرے؟ کیا وہ تینوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملا کر پڑھے گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جو شخص جماعت کے ساتھ چار رکعت والی نماز میں آخری رکعت میں شامل ہوا، تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر پہلی رکعت میں ثنا، تعوذ و تسمیہ پڑھے اور سورۂ فاتحہ یعنی اَلْحَمْد شریف کے ساتھ سورت ملائے، پھر رکوع و سجود کے بعد قعدہ کرے اور اس میں تشہد پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور اس دوسری رکعت میں بھی اَلْحَمْد شریف کے ساتھ سورت ملائے اور اس میں قعدہ کیے بغیر کھڑا ہو جائے اور پھر ایک رکعت مزید پڑھے، اس میں صرف اَلْحَمْد شریف پڑھے اور رکوع و سجود کے بعد تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے۔ یہ طریقہ زیادہ راجح قول کے مطابق ہے، ورنہ ایک اور طریقہ بھی ہے جو نیچے جزئیات میں مذکور ہے۔

اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

مسبوق (جس کی امام کے ساتھ ایک یا چند رکعتیں رہ گئیں) کے بقیہ رکعتوں کو ادا کرنے کے متعلق اصول یہ ہے کہ یہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد بقیہ رکعتیں ادا کرتے وقت قراءت کے حق میں پہلی اور تشہد کے حق میں دوسری رکعت پڑھے گا، لہٰذا اس صورت میں پہلی رکعت کی طرح ثنا، تعوذ و تسمیہ اور فاتحہ کے بعد سورت بھی ملائے اور یہ ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھ چکا ہے، لہٰذا تشہد کے اعتبار سے یہ اس کی دوسری رکعت ہوگی، اس لیے قعدہ میں بیٹھ کر تشہد پڑھنے کا حکم ہے، اس کے بعد کھڑا ہوگا، تو قراءت کے اعتبار سے یہ اس کی دوسری رکعت ہوگی، لہٰذا اس میں فاتحہ کے ساتھ سورت ملانے کا حکم ہے اور تشہد کے اعتبار سے یہ اس کی تیسری رکعت ہوگی، اس لیے قعدہ میں نہیں بیٹھے گا اور آخری رکعت میں قیام کے لیے کھڑا ہوگا، تو قراءت کے اعتبار سے یہ اس کی تیسری رکعت ہوگی، لہٰذا اس میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھ کر رکوع میں چلا جائے گا۔

البتہ اگر مسبوق امام کے بعد والی رکعت میں قعدہ نہ کرے، بلکہ سلام کے بعد دو رکعت پڑھنے کے بعد قعدہ کرے، تو اس طرح بھی نماز ہو جائے گی کہ ایک اعتبار سے یہ پہلی رکعت ہے اور پہلی رکعت میں قعدہ نہیں ہوتا، لیکن بہتر طریقہ وہی ہے جو اوپر بیان ہوا یعنی سلام کے بعد پہلی رکعت مکمل کر کے قعدۂ اولی کرے۔

ایک رکعت پانے والے مسبوق کے بقیہ نماز ادا کرنے کے طریقہ کے متعلق مصنف عبد الرزاق میں ہے:"عن الشعبي، أن جندبا، ومسروقا، أدركا ركعة من المغرب فقرأ جندب، ولم يقرأ مسروق خلف الامام، فلما سلم الامام قاما يقضيان، فجلس مسروق في الثانية والثالثة، وقام جندب في الثانية فلم يجلس، فلما انصرفا تذاكرا ذلک فأتيا ابن مسعود فقال: كل قد أصاب أو قال: كل قد أحسن ونفعل كما فعل مسروق" ترجمہ: امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت جندب اور امام مسروق علیہما الرحمۃ نے مغرب کی ایک رکعت (امام کے ساتھ) پائی، تو حضرت جندب نے قراءت کی اور امام مسروق نے امام کے پیچھے قراءت نہیں کی، پھر جب امام نے سلام پھیرا، تو دونوں نے بقیہ رکعتیں ادا کیں، تو امام مسروق دوسری اور تیسری رکعت میں بیٹھے اور حضرت جندب دوسری رکعت میں قعدہ کیے بغیر کھڑے ہوئے، پھر جب دونوں اس معاملہ پر بات کرتے ہوئے واپس پلٹے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے (قعدہ کرنے کے متعلق) ارشاد فرمایا: دونوں نے درست کیا یا فرمایا اچھا کیا **اور (فرمایا) ہم اسی طرح کرتے ہیں جیسے مسروق نے کیا۔**

**(مصنف عبد الرزاق، باب ما يقرأ فيما يقضي، جلد2، صفحہ148، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)**

اور بدائع الصنائع، حلبی کبیر، فتاوی عالمگیری، رد المحتار وغیرہ کتب فقہ میں ہے والفظ للاول:" ولو أدرک مع الامام ركعة في ذوات الأربع فقام إلى القضاء، قضى ركعة يقرأ فيها بفاتحة الكتاب وسورة ويتشهد ثم يقوم فيقضي ركعة أخرى يقرأ فيها بفاتحة الكتاب وسورة" ترجمہ: اور اگر کسی نے چار رکعت والی نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت پائی، تو جب بقیہ رکعات پڑھنے کے لیے کھڑا ہو، تو ایک رکعت یوں ادا کرے کہ اس میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے اور تشہد پڑھے پھر کھڑا ہو اور دوسری رکعت ادا کرے اور اس میں بھی سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھے۔

**(بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، فصل فی حکم فساد ھذہ الصلوات، جلد2، صفحہ165، مطبوعہ کوئٹہ)**

مسبوق کے بقیہ رکعتیں ادا کرنے کے اصول کے متعلق تنویر الابصار و در مختار میں ہے:"(والمسبوق من سبقه الامام بها أو ببعضها وهو منفرد فيما يقضيه) حتى يثني ويتعوذ ويقرأ . . . **ويقضي اول صلاته في حق قراءة و آخرها في حق تشهد**، فمدرك ركعة من غير فجر يأتي بركعتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما، وبرابعة الرباعي بفاتحة فقط ولا يقعد قبلها" ترجمہ: اور مسبوق کہ جس کی امام کے ساتھ تمام یا بعض رکعتیں رہ جائیں وہ اپنی بقیہ

رکعتیں ادا کرنے میں منفرد ہے، حتی کہ وہ ثنا اور تعوذ پڑھے گا اور قراءت بھی کرے گا۔ **اور مسبوق قراءت کے حق میں پہلی رکعت اور تشہد کے حق میں دوسری رکعت پڑھے گا**، لہٰذا فجر کے علاوہ کی نمازوں میں ایک رکعت پانے والا، دو رکعتوں کو سورۂ فاتحہ اور سورت کے ساتھ ادا کرے اور ان کے درمیان تشہد بھی پڑھے اور چار رکعت والی نماز کی چوتھی رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھے اور اس سے پہلے قعدہ نہ کرے۔

ایک رکعت پانے والا مسبوق اگر اپنی دوسری رکعت کے بعد قعدہ کرے، تب بھی نماز ہو جانے کے متعلق در مختار کی عبارت (وتشهد بينهما) کے تحت ردالمحتار میں ہے: "قال في شرح المنية: ولو لم يقعد جاز استحسانا لا قياسا ولم يلزمه سجود السهو لكون الركعة اولى من وجه "ترجمہ: شرح منیہ میں فرمایا کہ اگر وہ ان دو رکعتوں کے درمیان نہ بیٹھے، تو بھی استحساناً، جائز ہے، قیاساً (جائز) نہیں اور اس پر سجدہ سہو بھی لازم نہیں ہو گا، کیونکہ ایک اعتبار سے یہ اس کی پہلی رکعت ہی ہے۔ **(الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، جلد2، صفحہ 418،417، مطبوعہ کوئٹہ)**

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سال وفات: 1340ھ / 1921ء) لکھتے ہیں: "قولِ ارجح میں اُسے (مسبوق کو) یہی چاہیے کہ سلام امام کے بعد ایک ہی رکعت پڑھ کر قعدہ اولیٰ کرے، پھر دوسری بلا قعدہ پڑھ کر تیسری پر قعدہ اخیرہ کرے۔۔۔ مگر اس کا عکس بھی کیا کہ دو[2] پڑھ کر بیٹھا پہلی پر قعدہ نہ کیا، پھر تیسری پر قعدہ اخیرہ کیا، تو یوں بھی نماز جائز ہو گی، سجدہ سہو لازم نہ آئے گا۔۔۔ اقول: (میں کہتا ہوں) یہ فیصلہ بعینہا فتویٰ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔" **(فتاوی رضویہ، باب الامامۃ، جلد 6، صفحہ 381،380، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)**

**واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

**کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــــہ**

**مفتی محمد قاسم عطاری**

**03 ذو القعدۃ الحرام 1442ھ / 14 جون 2021ء**

دارالافتاء اہلسنت
Darul Ifta AhleSunnat

# غیر موکدہ سنتیں پڑھتے ہوئے جماعت کھڑی ہوجائے، تو کیا حکم ہے؟

1

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر مسجد میں سنت غیر موکدہ جیسے عصر یا عشا کی قبلیہ چار رکعت سنتیں پڑھ رہے ہوں اور وہاں پر عصر یا عشا کی جماعت قائم ہو جائے، تو یہ سنتیں چار کی بجائے دو پڑھ کر جماعت میں شامل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب**

مذکورہ صورت میں عصر یا عشا کی سنت غیر موکدہ کی دو رکعتیں پوری کر کے جماعت میں شامل ہو جائے گا، جبکہ تیسری رکعت کے لیے کھڑا نہ ہوا ہو، کیونکہ سنت غیر مؤکدہ نفل کے حکم میں ہیں اور نفل میں ہر دو رکعتیں جداگانہ شمار کی جاتی ہیں۔ اگر تیسری کے لیے کھڑا ہو گیا تو پھر چار رکعتیں پوری کر لے۔

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے: ”لو کان فی النفل لا یقطع مطلقا وإنما یتمہ رکعتین“ ترجمہ: اگر نفل نماز پڑھتا ہو، تو ان کو مطلقاً نہیں توڑ سکتا اور اس کی دو رکعتیں پوری کرے گا۔

**(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، جلد2، صفحہ76، دار الکتاب الإسلامی، بیروت)**

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے ایک سوال ہوا: ”علماء شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے چار رکعت نماز سنت یا نفل کی نیت کر کے شروع کی، ابھی دوسری رکعت کی طرف اٹھا تھا کہ نماز فرض کی جماعت کے لیے تکبیر ہوگئی، نفل و سنت ادا کرنے والا چار رکعت پوری کرے یا دو پر اکتفاء کر لے باقی دو رکعات ادا کرے یا نہ؟ بینوا توجروا“

اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: ”مصلی نفل از آغاز ثنا تا انجام تشہد در ہر چہ کہ باشد چوں ہنوز در شفع اول ست وبہر شفع دوم یعنی رکعت ثالثہ قیام نکردہ کہ جماعت فرض قائم شد لاجرم بر ہمیں دو رکعات پیشیں اکتفا نماید و بجماعت در آید“ ترجمہ: نفل ادا کرنے والا نمازی ثنا سے تشہد کے آخر تک جو پہلی دو رکعت میں ہے، ابھی تیسری رکعت کی طرف اس نے قیام نہیں کیا تھا کہ جماعت فرض کھڑی ہوگئی، تو ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ انہیں دو رکعات پر اکتفا کرے اور جماعت میں شریک ہو جائے۔ فی الدر المختار: ”الشارع فی

نفل لا یقطع مطلقا ویتمہ رکعتین "ترجمہ: در مختار میں ہے: نوافل میں شروع ہونے والا انہیں مطلقاً قطع نہیں کر سکتا، بلکہ دو رکعات پوری کرے۔

و دو رکعت کہ باقی ماند قضائے آنہا برزمہ اش نیست زیرا کہ ہر شفع نفل نماز جدا گانہ است تا در شفع دوم آغاز تکرد واجب نشد و چوں واجب نشد قضا نیامد۔ ترجمہ: اور جو دو رکعات باقی تھیں ان کی قضا اس کے ذمہ نہیں، کیونکہ نوافل کی ہر دو رکعت الگ نماز ہے، جب تک دوسرے شفع کا آغاز نہیں کیا جاتا، وہ لازم نہیں ہوگا۔۔۔۔ وہمیں سب حکم سنن غیر راتبہ مانند چار رکعت قبلیہ عصر و عشاء کہ آنہم نافلہ بیش نیست "ترجمہ: اور غیر مؤکدہ سنن کا حکم بھی یہی ہے، مثلاً: عصر اور عشا کی پہلی سنتیں، ان کا درجہ بھی نوافل کا ہے۔" **(فتاوی رضویہ، جلد8، صفحہ 129، 130، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)**

در مختار باب ادراک الفریضۃ میں ہے: "والشارع فی نفل لا یقطع مطلقا ویتمہ رکعتین "ترجمہ: نفل نماز میں شروع ہونے والا مطلقا نماز نہیں توڑے گا اور دو رکعتیں پوری کرے گا۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے: "من النوافل کل شفع صلاۃ فالقیام الی الثالثۃ کالتحریمۃ المبتداۃ، واذا کان اول ما تحرم یتم شفعا فکذا ھنا "ترجمہ: نوافل کا ہر شفع مکمل نماز ہے، پس تیسری رکعت میں کھڑا ہو جانا ابتدائی تحریمہ کی طرح ہے، جب پہلی تحریمہ کی صورت میں پورا شفع کرنا ہے، تو تیسری کی صورت میں بھی شفع پورا کرنا ہوگا۔ **(ردالمحتار مع الدرالمختار، کتاب الصلوۃ، جلد2، صفحہ 612، 611، دارالفکر، بیروت)**

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "نفل شروع کیے تھے اور جماعت قائم ہوئی، تو قطع نہ کرے، بلکہ دو رکعت پوری کرلے، اگرچہ پہلی کا سجدہ بھی نہ کیا ہو اور تیسری پڑھتا ہو تو چار پوری کرلے۔"
**(بہار شریعت، جلد4، صفحہ 696، مکتبۃ المدینہ، کراچی)**

**واللہ اعلم** عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

**کتبـــــــــــہ**

**مفتی ابو الحسن محمد ہاشم خان عطاری**

**24 رمضان المبارک 1441ھ/18 مئی 2020ء**

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

# رمضان میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے یا گھر میں تہجد کے وقت؟

1

ریفرنس نمبر:Gul-2206 تاریخ:27-04-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں وتر کی جماعت ہوتی ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ عشاء کی نماز باجماعت پڑھنے والے شخص کے لیے وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے یا تہجد کے وقت پڑھنا افضل ہے۔ شرعی رہنمائی فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

رمضان المبارک میں وتر کس وقت پڑھنا افضل ہے اور جماعت سے یا تنہا گھر پر؟ اس تعلق سے فتوی اس پر ہے کہ رمضان المبارک میں مسجد میں ہونے والی جماعت کے ساتھ وتر پڑھنا افضل ہے۔

رمضان المبارک میں وتر پڑھنے کے تعلق سے ایک قول یہ ہے کہ گھر پر تنہا اور تہجد کے وقت پڑھے، بعض علمائے احناف نے مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنے ہی کو افضل قرار دیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بھی یہ بات ثابت ہے۔ دونوں ہی قول راجح ہیں جس پر چاہے عمل کیا جاسکتا ہے، البتہ عامۃ المسلمین کا عمل یہی ہے کہ وتر جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرتے ہیں، اسی طریقے پر عمل کرنا اولی ہے۔

رمضان میں وتر باجماعت پڑھنے کے متعلق در مختار مع رد المحتار میں ہے:" (فی وتر رمضان مستحبۃ علی قول) وغیر مستحبۃ علی قول آخر بل یصلیھا وحدہ فی بیتہ وھما قولان مصححان "ترجمہ: ایک قول کے مطابق رمضان میں وتر کی جماعت مستحب ہے۔ دوسرے قول کے مطابق مستحب نہیں ہے، بلکہ انہیں گھر میں تنہا ادا کرے اور یہ دونوں اقوال صحیح قرار دیئے گئے ہیں۔

(در مختار مع رد المحتار، جلد2، صفحہ342، مطبوعہ کوئٹہ)

نور الایضاح مع مراقی الفلاح میں ہے:" (صلاتہ مع الجماعۃ فی رمضان افضل من ادائہ منفردا

آخر الليل فی اختيار قاضيخان قال هو الصحيح) لانه لما جازت الجماعة کانت افضل و لان عمر رضی اللہ عنہ کان یومهم فی الوتر۔۔۔فی "الفتح" و"البرهان" مايفيدان قول قاضيخان ارجح لانه صلی اللہ علیه وسلم اوتر بهم فيه "ترجمہ: رمضان میں وتر کی نماز کو جماعت سے پڑھنا، رات کے آخری حصہ میں اکیلے نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ کیونکہ (رمضان میں) جب جماعت جائز ہے، تو یہی افضل ہے اور اس وجہ سے بھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رمضان میں وتر کی جماعت کرواتے تھے۔۔۔ فتح القدیر اور برہان میں اشارہ ہے کہ قاضی خان کا قول راجح تر ہے، کیونکہ خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں صحابہ کرام کو وتر پڑھائے۔

**(نورالایضاح مع مراقی الفلاح، صفحہ 199، مکتبۃ المدینہ، کراچی)**

غنیۃ ذوی الاحکام میں ہے: "ذكر الكمال ما يرجح كلام قاضی خان فينبغی اتباعه "ترجمہ: کمال رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو ترجیح دینے والی بات بیان فرمائی، مناسب ہے کہ اس کی اتباع کی جائے۔ **(غنیۃ ذوی الاحکام، جلد1، صفحہ120، مطبوعہ کراچی)**

رمضان میں وتر جماعت سے پڑھنے کے متعلق منحۃ الخالق میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قال الرملی: وفی شرح المنية للعلامه الحلبی: والصحيح ان الجماعة فيها افضل۔۔۔ وهذا الذی عليه عامة الناس اليوم "ترجمہ: رملی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اور علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح منیہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ رمضان میں جماعت کے ساتھ وتر ادا کرنا افضل ہے۔۔۔ اور اسی مسئلہ پر آج عام لوگوں کا عمل ہے۔

**(منحۃ الخالق مع البحر الرائق، جلد2، صفحہ 123، مطبوعہ کوئٹہ)**

امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاوی رضویہ شریف میں فرماتے ہیں: "وتر رمضان المبارک میں ہمارے علمائے کرام قدست اسرارہم کو اختلاف ہے کہ مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے یا مثل نماز گھر میں تنہا، دونوں قول باقوت ہیں اور دونوں طرف تصحیح و ترجیح۔ اول کو یہ مزیت کہ اب عامہ مسلمین کو اس پر عمل ہے اور حدیث سے بھی اس کی تائید نکلتی ہے۔۔۔ بالجملہ اس مسئلہ میں اپنے وقت و حالت اور اپنی قوم و جماعت کی موافقت سے جسے انسب جانے اس پر عمل کا اختیار رکھتا ہے۔"

**(ملتقطا از فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ 398،399، مطبوعہ رضا فاونڈیشن، لاہور)**

امام اہلسنت مزید ایک مقام پر سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:"(مصلی تہجد گزار یا غیر تہجد گزار) کسی کو بھی ضرور نہیں، افضلیت میں اختلاف ہے۔ ہمارے اصل مذہب میں افضل یہی ہے کہ تنہا گھر میں پڑھے اور ایک قول پر مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔اب اکثر مسلمین کا عمل اسی پر ہے۔۔۔ بہر حال ضروری کسی کے نزدیک نہیں۔"
(ملخصا از فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ400، مطبوعہ رضافاونڈیشن، لاھور)

بہار شریعت میں ہے:"رمضان شریف میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔"
(بہار شریعت، جلد1، حصہ04، صفحہ692، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

14 رمضان المبارک 1442ھ/27 اپریل 2021ء

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

# امام کو دوسرے سجدے میں پایا، تو شامل ہوجائے یا انتظار کرے؟

1

ریفرنس نمبر: Faj-6920

تاریخ: 21-01-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص مسجد میں آئے اور امام صاحب پہلی رکعت کے دوسرے سجدے میں ہوں، تو اس شخص کو پہلی رکعت تو نہیں ملی، جس کی وہ قضا امام کے سلام کے بعد کرے گا، سوال یہ ہے کہ کیا دوسرے سجدے میں امام کے ساتھ شامل ہو سکتا ہے؟ اگر شامل ہو گیا، تو جو ایک سجدہ رہ گیا ہے، وہ بھی اس کو کرنا ہو گا یا ایک سجدہ کر کے امام صاحب کے ساتھ کھڑا ہو جائے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جب کوئی شخص امام کو دوسرے سجدہ میں پائے تو بہتر یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ اور سجدے کی تکبیر کہتے ہوئے بغیر ثناء پڑھے امام کے ساتھ دوسرے سجدہ میں شامل ہو جائے، اس پر پہلے سجدے کی قضا لازم نہیں ہو گی، بلکہ رہ جانے والی رکعت کو دو سجدوں کے ساتھ امام کے سلام کے بعد ادا کرنا اس پر لازم ہو گا۔

اگر کوئی شخص اس موقع پر امام کے کھڑے ہونے کا انتظار کرے، پھر نماز میں شامل ہو، تو ایسا کرنا گناہ نہیں، البتہ مستحب یہ ہے کہ امام جس حالت میں بھی ہو اس کے ساتھ شریک ہو جائے، انتظار نہ کیا جائے۔ لہذا پوچھی گئی صورت میں مذکورہ شخص کھڑے کھڑے تکبیر تحریمہ کہے اور پھر دوسری تکبیر کہتے ہوئے امام کے ساتھ دوسرے سجدے میں شامل ہو جائے، ایک سجدہ کر کے امام صاحب کے ساتھ ہی اگلی رکعت کے قیام کے لیے کھڑا ہو جائے۔ ایک سجدہ جو رہ گیا ہے، اس کو الگ سے ادا نہیں کرنا ہو گا، بلکہ صرف ایک رکعت جو رہ گئی ہے، وہی دو سجدوں کے ساتھ امام صاحب کے سلام کے بعد ادا کرنی ہو گی۔

جامع الترمذی میں ہے:"قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذا اتی احد کم الصلاۃ والامام علی حال فلیصنع کما یصنع الامام"یعنی جب تم میں سے کوئی نماز کے لیے آئے اور امام جس حالت میں ہو، تو وہ شخص بھی وہی کرے، جو امام کر رہا ہے۔

(جامع الترمذی، باب ماذکر فی الرجل یدرک الإمام وھو ساجد کیف یصنع، صفحہ 195، مطبوعہ بیروت)

مذکورہ حدیث پاک کے تحت مرقاۃ المفاتیح میں ہے:"والاظھر ان معناہ اذا جاء احد کم الصلاۃ والامام علی حال اي من قیام اور کوع او سجود او قعود فلیصنع کما یصنع الامام اي فلیقتد بہ في افعالہ ولا یتقدم علیہ ولا یتأخر عنہ وقال ابن الملک اي فلیوافق الامام فیما ھو فیہ من القیام او الرکوع او غیر ذلک یعني فلا ینتظر رجوع الامام الی القیام کما یفعلہ العوام"یعنی اظہر یہ ہے کہ اس حدیث پاک کا معنی یہ ہے، جب تم میں سے کوئی نماز کے لیے آئے اور امام جس حالت میں ہو، قیام میں ہو یا رکوع میں ہو یا سجود میں ہو یا قعود میں، تو وہ کرے جو امام کر رہا ہے یعنی امام کے افعال میں اس کی اقتدا کرے، نہ امام سے آگے بڑھے، نہ اس سے پیچھے رہے۔ ابن ملک نے فرمایا: اس حدیث پاک کا معنی یہ ہے کہ امام کی موافقت کرے، اس رکن میں جس میں وہ امام ہے یعنی قیام میں یا رکوع میں یا اس کے علاوہ کسی رکن میں، یعنی امام کے قیام کی طرف لوٹنے کا انتظار نہ کرو جیسا کہ عوام کرتی ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، جلد 3، صفحہ 200، مطبوعہ کوئٹہ)

بخاری شریف میں وارد حدیث پاک کا جزء ہے:"فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا"یعنی (امام کی نماز سے) جو تم پالو، وہ پڑھ لو اور جو تم سے فوت ہو جائے، اس کو بعد میں مکمل کرو۔

(صحیح البخاری مع شرح عمدۃ القاری، جلد 5، صفحہ 222، مطبوعہ کوئٹہ)

مذکورہ حدیث پاک کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:"فیہ استحباب الدخول مع الامام فی ای حالۃ وجدہ علیھا"یعنی اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ امام کو جس حالت میں پائے، اس حالت میں شریک ہو جائے، یہ مستحب ہے۔ (عمدۃ القاری، جلد 5، صفحہ 223، مطبوعہ کوئٹہ)

امام کو سجدے میں پایا، تو ایسی حالت میں نماز میں شامل ہونا درست ہے۔ ردالمحتار میں ہے: "من ادرک الامام فی السجود صح شروعه" یعنی جس نے امام کو سجدہ میں پایا، تو اس کا نماز میں شروع ہونا درست ہے۔ (ردالمحتار مع الدرالمختار، جلد3، صفحہ135، مطبوعہ کوئٹہ)

دوسرے سجدے میں شامل ہوا، تو پہلے سجدے کی قضا نہیں۔ مبسوط سرخسی میں ہے: "وقد سجد الامام السجدة الاولی قبل ان یصیر ھو مقتدیا به فلا یلزمه بذلک السجدة للمتابعة وسجد السجدة الثانية بعد ما صار ھو مقتدیا" یعنی مقتدی بننے سے پہلے ہی امام نے ایک سجدہ کر لیا، تو وہ سجدہ اُولیٰ متابعت کی وجہ سے لازم نہیں اور اب مقتدی بننے کے بعد دوسرا سجدہ کرے۔

(مبسوط سرخسی، جلد2، صفحہ146، مطبوعہ کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے: "امام کو رکوع یا پہلے سجدہ میں پایا، تو اگر غالب گمان ہے کہ ثنا پڑھ کر پالے گا، تو پڑھے اور قعدہ یا دوسرے سجدہ میں پایا، تو بہتر یہ ہے کہ بغیر ثنا پڑھے شامل ہو جائے۔"

(بہار شریعت، جلد1، صفحہ523، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

18 جمادی الثانی 1443ھ/21 جنوری 2022ء

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

# جمعہ کی جماعت نکل جانے کا خوف ہو، تو کیا تیمم کی اجازت ہوگی؟

1

ریفرنس نمبر:Nor.11648 تاریخ:25-06-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں اگر جمعہ کی نماز کے دوران وضو ٹوٹ جائے اور معلوم ہو کہ وضو کر کے واپس آنے تک امام صاحب سلام پھیر دیں گے، تو کیا اس صورت میں تیمم کر کے جماعت میں شامل ہونے کی اجازت ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

اگر جمعہ کی نماز کے دوران وضو ٹوٹ جائے، تو تیمم کر کے جمعہ کی جماعت میں شامل ہونے کی اجازت نہیں، بلکہ وضو کرنے کے بعد امام کے سلام پھیرنے سے پہلے نماز میں شامل ہو جائے، تو جمعہ ادا کرے، اگر جماعت ختم ہو چکی ہو تو دوسری مسجد میں نماز جمعہ ادا کرے۔ شہر میں کسی بھی جگہ نماز جمعہ نہ ملے، تو نماز ظہر ادا کرے۔

وضو نہ ہو تو نماز جمعہ کی جماعت فوت ہونے کا اندیشہ ہونے کے باوجود تیمم کرنے کی اجازت نہیں، بلکہ وضو کر کے جماعت ملے تو جمعہ پڑھے، ورنہ نماز ظہر ادا کرے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے: "ولا یتیمم للجمعۃ وان خاف الفوت لو توضا، فان ادرک الجمعۃ صلاھا والا صلی الظھر لانھا تفوت الی خلف وھو الظھر" یعنی نماز جمعہ کے لیے تیمم نہیں کرے گا اگرچہ وضو کرنے کی صورت میں جماعت فوت ہونے کا خوف ہو۔ جماعتِ جمعہ مل جائے تو ادا کر لے ورنہ ظہر پڑھے کیونکہ نماز جمعہ کا بدل یعنی ظہر کی نماز موجود ہے۔

**(ہدایہ اولین، کتاب الطھارۃ، باب التیمم، ص53، لاھور)**

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے: "وتجوز الصلاۃ علی الجنازۃ بالتیمم إذا خاف فوتھا لو توضأ، وکذلک صلاۃ العید، ولا یجوز للجمعۃ وإن خاف الفوت" یعنی پانی پر قدرت نہ ہونے کی صورت

میں نماز جنازہ نکل جانے کا خوف ہو تو تیمم کر کے نمازہ جنازہ پڑھنا جائز ہے یہی حکم نماز عید کا ہے لیکن جمعہ پڑھنے کے لئے تیمم کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ فوت ہونے کا خوف ہو۔

(الاختیار لتعلیل المختار، ج1، ص33، مطبوعہ پشاور)

سیدی اعلی حضرت علیہ الرحمۃ سے فتاوی رضویہ میں سوال ہوا کہ نماز عیدین یا نماز پنجگانہ یا نماز جمعہ یا پنجگانہ کی جماعت تیار ہے، زید بے وضو ہے اور اگر وضو کرے گا تو نماز ختم ہو جائے گی۔ ایسی حالت میں کون سی نماز میں بے وضو شامل ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "بے وضو کوئی نماز نہیں ہو سکتی، عیدین یا جنازہ کی نماز جاتی رہنے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرے۔ جمعہ و پنجگانہ کے لیے وضو کرنا لازم ہے اگرچہ جمعہ و جماعت فوت ہو جائے۔" (فتاوی رضویہ، ج3، ص297، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

**کتبــــــــــــــــہ**

**مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی**

**14 ذو القعدۃ الحرام 1442ھ/25 جون 2021**

# مقتدی نماز میں اس وقت شامل ہوا کہ امام رکوع میں تھا اور امام کے ساتھ رکوع کر لیا، تو وہ رکعت شمار ہوگی یا نہیں؟

ریفرنس نمبر:Sar7088

تاریخ:14-10-2020

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جماعت میں اگر امام صاحب رکوع میں ہوں اور کوئی اس دوران آکر نماز میں شامل ہو جائے اور امام کے ساتھ ہی رکوع کر لے، تو کیا اسے وہ رکعت ملی یا نہیں؟ دلائل کے ساتھ ارشاد فرمائیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

اگر امام صاحب رکوع میں ہوں اور کوئی نمازی سیدھے کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہے اور پھر امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے ہی رکوع میں چلا جائے، تو اسے وہ رکعت مل گئی۔

امام کے ساتھ رکوع کر لینے پر رکعت شمار ہونے کے بارے میں حدیث پاک میں ہے:"عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا جئتم والامام راکع فارکعوا،وان کان ساجدا فاسجدوا، ولا تعتدوا بالسجود اذالم یکن معہ الرکوع"ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم (نماز کے لئے) آؤ اور امام رکوع کی حالت میں ہو، تو رکوع کر لو اور اگر سجدے کی حالت میں ہو، تو سجدہ کر لو اور سجدے میں شامل ہونے کو (رکعت) شمار نہ کرو، جب تک کہ اس (سجدے) کے ساتھ رکوع نہ ہو۔

(السنن الکبری للبیھقی، کتاب الصلاۃ، باب ادراک الامام فی الرکوع، جلد2، صفحہ128، مطبوعہ بیروت)

امام کو رکوع میں پالیا، تو رکعت ملنے کے بارے میں مصنف عبد الرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن کبری للبیہقی میں ہے:"واللفظ للآخر:عن ابن عمر انہ کان یقول من ادرک الامام راکعا،فرکع قبل ان یرفع الامام رأسہ،فقد ادرک تلک الرکعۃ"ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ جس نے امام کو حالتِ رکوع میں پایا اور امام کے سر اٹھانے سے پہلے ہی اس نے رکوع کر لیا، تو اس

نے اس رکعت کو پالیا۔

(السنن الکبری للبیھقی، کتاب الصلاۃ، باب ادراک الامام فی الرکوع، جلد2، صفحہ128، مطبوعہ بیروت)

سنن کبری للبیہقی میں ہے کہ حضرت زید بن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے امام کو حالت رکوع میں پایا، تو ہم بھی (تکبیر کہہ کر) رکوع میں شامل ہوگئے "فلماقضی الامام الصلاۃ، قمت واناأری انی لم ادرک فاخذ عبداللہ بیدی واجلسنی، ثم قال انک قد ادرکت" ترجمہ: توجب امام نے نماز مکمل کی، تو میں یہ سوچ کر کھڑا ہو گیا کہ مجھے رکعت نہیں ملی، تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بٹھایا، پھر فرمایا کہ تم نے (رکعت) پالی تھی۔

(السنن الکبری للبیھقی، کتاب الصلاۃ، باب من رکع دون الصف، جلد2، صفحہ130، مطبوعہ بیروت)

امام کو رکوع میں پالیا، تو رکعت ملنے کے بارے میں حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے: "والحاصل انہ اذاوصل الی حد الرکوع قبل ان یخرج الامام من حدالرکوع فقدادرک معہ الرکعۃ والافلا کمایفیدہ اثرابن عمر" ترجمہ: اور حاصل کلام یہ ہے کہ جب امام کے حدِ رکوع سے نکلنے سے پہلے ہی مقتدی حدِ رکوع تک پہنچ جائے، تو اسے وہ رکعت مل گئی، ورنہ نہیں ملی، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت اس کا فائدہ دیتی ہے۔

(حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، باب ادراک الفریضہ، صفحہ455، مطبوعہ کوئٹہ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

**کتبــــــــــہ**

**مفتی محمد قاسم عطاری**

26صفر المظفر 1442ھ/14اکتوبر 2020

# مقتدی نے تاخیر سے التحیات مکمل کی اور امام کے ساتھ رکوع میں ملا، تو نماز کا حکم

ریفرنس نمبر: Aqs 1983 تاریخ: 03-02-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ امام صاحب التحیات مکمل کر کے تیسری رکعت کے قیام میں کھڑے ہو گئے اور تین تسبیح (یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے) کی مقدار رُک کر رکوع میں چلے گئے، ایک مقتدی نے التحیات مکمل نہیں کی تھی، وہ التحیات مکمل کر کے امام صاحب کے رکوع میں جانے کے بعد کھڑا ہوا اور ایک تسبیح (یعنی ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے) کی مقدار رُک کر رکوع میں امام صاحب سے ملا، کیا اس کی نماز ہو گئی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

پوچھی گئی صورت میں جب مقتدی نے اپنا التحیات کا واجب پورا کیا اور اس کے بعد قیام کا رُکن ادا کر کے امام سے رکوع میں ملا، تو اس کی نماز ہو گئی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ نماز میں امام کی پیروی واجب ہے، لیکن اگر امام کی پیروی کی وجہ سے کوئی واجب چھوٹتا ہو، تو مقتدی کو حکم ہے کہ پہلے اس واجب کو مکمل کرے، پھر امام کی پیروی کرے، یہاں تک کہ اگر اس واجب کو پورا کرنے کے دوران امام مزید اگلے رکن میں پہنچ جائے اور مقتدی اس کے بعد اپنا واجب پورا کر کے اگلا رکن ادا کر کے امام سے ملے، تب بھی حکمِ شریعت پر عمل کرنے کی وجہ سے اس کی نماز ہو جائے گی۔

مقتدی کا تشہد رہتا ہو اور امام تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے، تو مقتدی کو حکم ہے کہ پہلے تشہد مکمل کرے، پھر امام کی پیروی کرے، خواہ ایسا کرنے کے دوران امام تیسری رکعت بھی پڑھ لے۔ چنانچہ تنویر الابصار و درمختار میں ہے: "(لو رفع الامام رأسه) من الركوع او السجود (قبل ان يتم المأموم التسبيحات) الثلث (وجب متابعته، بخلاف سلامه) او قيامه لثالثة (قبل تمام المؤتم التشهد) فانه لا يتابعه بل يتمه لوجوبه" ترجمہ: اگر امام نے مقتدی کے رکوع یا سجدے کی تین تسبیحات مکمل کرنے سے پہلے سر اٹھالیا، تو

مقتدی پر امام کی پیروی لازم ہے، البتہ اگر مقتدی کے تشہد مکمل کرنے سے پہلے امام سلام پھیر دے یا تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے، تو مقتدی اس کی پیروی نہیں کرے گا، بلکہ تشہد واجب ہونے کی وجہ سے اسے مکمل کرے گا۔

ردالمحتار میں ہے: "قولہ (فانہ لا یتابعہ الخ) ای ولو خاف ان تفوتہ الرکعۃ الثالثۃ مع الامام کما صرح بہ فی الظھیریۃ" ترجمہ: شارح رحمۃ اللہ علیہ کا قول (تو مقتدی اس کی پیروی نہیں کرے گا) یعنی اگرچہ اسے یہ خوف ہو کہ وہ امام کے ساتھ تیسری رکعت میں نہیں مل سکے گا، جیسا کہ ظہیریہ میں اس مسئلے کو واضح لکھا ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، جلد2، صفحہ244، مطبوعہ کوئٹہ)

امام کے رکوع یا سجدے سے فارغ ہونے کے بعد مقتدی کے رکوع یا سجدہ کرنے سے متعلق سوال کے جواب میں سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "تحقیقِ مقام یہ ہے کہ متابعتِ امام جو مقتدی پر فرض ہے، تین صورتوں کو شامل:۔۔۔ دوسرے یہ کہ اُس کا فعل، فعلِ امام کے بعد بدیر واقع ہو، اگرچہ بعد فراغِ امام، فرض یوں بھی ادا ہو جائے گا۔ پھر یہ فصل بضرورت ہوا، تو کچھ حرج نہیں۔ ضرورت کی یہ صورت کہ مثلاً: مقتدی قعدۂ اُولیٰ میں آکر ملا، اس کے شریک ہوتے ہی امام کھڑا ہو گیا، اب اسے چاہئے کہ التحیات پوری پڑھ کر کھڑا ہو اور کوشش کرے کہ جلد جا ملے، فرض کیجئے کہ اتنی دیر میں امام رکوع میں آ گیا، تو اس کا قیام، قیامِ امام کے بعدِ اختتام (یعنی امام کا قیام ختم ہونے کے بعد) واقع ہو گا، مگر حرج نہیں کہ یہ تاخیر بضرورتِ شرعیہ تھی۔ ملخصاً" (فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ274، 275، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــہ

**مفتی محمد قاسم عطاری**

20 جمادی الاُخری 1442ھ/03 فروری 2021ء

دار الافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)
Dar-ul-ifta Ahl-e-sunnat

ریفرینس نمبر: har 5304　بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　تاریخ: 27-04-2019

## جس کی ابھی داڑھی نہیں آئی، ایسے بالغ لڑکے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایسا بالغ لڑکا، جس کی ابھی داڑھی نہ آئی ہو، وہ فرض وتراویح وغیرہ نمازوں میں امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

**الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب**

ایسا بالغ لڑکا جس کی ابھی داڑھی نہ آئی ہو، وہ اگر امامت کا اہل ہو یعنی مسلمان ہو، عاقل ہو، بالغ ہو، شرعی معذور نہ ہو، صحیح القراۃ، سنی صحیح العقیدہ ہو اور فاسقِ معلن نہ ہو، تو فرض وتراویح وغیرہ نفل وواجب نمازوں میں بالغ مردوں کی امامت کرا سکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ امامت کی صحت کا مدار دیگر شرائط کے ساتھ ساتھ بلوغت پر ہے، نہ کہ داڑھی کے موجود ہونے پر، ہاں جو داڑھی منڈاتا یا ایک مٹھی سے کم کراتا ہو، تو وہ چونکہ فاسقِ معلن ہے اور امام کے لیے فاسقِ معلن نہ ہونا بھی ضروری ہے، لہٰذا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز اور جو پڑھی، اس کا اعادہ یعنی دوبارہ پڑھنا واجب ہو گا۔

یہ بھی یاد رہے کہ جس بالغ لڑکے کی ابھی داڑھی نہ آئی ہو، امامت کا اہل ہونے کی صورت میں اس کے پیچھے پڑھی جانے والی نماز اگرچہ درست ہے، لیکن اگر وہ امرد یعنی پرکشش وخوبصورت لڑکا اور فساق کے لیے محلِ شہوت ہو، تو اس کے پیچھے نماز مکروہِ تنزیہی یعنی ناپسندیدہ ہے۔

ردالمحتار میں غیر معذور مردوں کے امام کی شرائط نور الایضاح سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **"شروط الامامۃ للرجال الاصحاء ستۃ اشیاء: الاسلام والبلوغ والعقل والذکورۃ والقراءۃ والسلامۃ من الاعذار۔"** صحیح مردوں کی امامت کے لئے چھ چیزیں شرط ہیں: اسلام، بلوغت، عقل، مرد ہونا، قراءت اور اعذار سے سلامت ہونا۔

**(ردالمحتار علی الدر المختار، ج2، ص337، مطبوعہ کوئٹہ)**

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن امامت کی چند شرائط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "امام میں چند شرطیں ہیں: اولاً قرآنِ عظیم ایسا غلط نہ پڑھتا ہو، جس سے نماز فاسد ہو۔ دوسرے وضو، غسل، طہارت صحیح رکھتا ہو۔ سوم سنی صحیح العقیدہ

ہو، بدمذہب نہ ہو۔ چہارم فاسق معلن نہ ہو، اسی طرح اور امور منافی امامت سے پاک ہو۔ ملخصاً۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج6، ص543، مطبوعہ رضافاونڈیشن، لاہور)

درِ مختار میں بالغ لڑکے کی امامت کے متعلق ہے: "تکرہ خلف امرد۔" امرد یعنی خوبصورت لڑکے کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، ج2، ص359، مطبوعہ کوئٹہ)

رد المحتار میں ہے: "قولہ (تکرہ خلف امرد) الظاھر انھا تنزیھیۃ و الظاھر ایضا کما قال الرحمتی اِن المراد بہ الصبیح الوجہ لانہ محل الفتنۃ۔" شارح علیہ الرحمۃ کا قول (امرد کے پیچھے نماز مکروہ ہے) ظاہر یہ ہے کہ یہ تنزیہی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے جیسا کہ علامہ رحمتی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اس سے مراد خوبصورت چہرے والا لڑکا ہے، کیونکہ وہ محل فتنہ ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، ج2، ص359، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا "ھل تجوز الصلاۃ خلف الامرد الذی ھو ابن ستۃ عشر سنۃ (کیا سولہ سالہ امرد کے پیچھے نماز جائز ہوتی ہے)؟" اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: "نعم تجوز ان لم یکن مانع شرعی لانہ بالغ شرعا وان لم تظھر الاثار، نعم تکرہ ان کان صبیحا محل الفتنۃ کما فی ردالمحتار عن الرحمتی (ہاں جائز ہے اگر کوئی مانع شرعی نہ ہو کیونکہ شرعاً وہ بالغ ہے اگرچہ بلوغت کے آثار ظاہر نہ ہوئے ہوں، ہاں اگر وہ خوبصورت محل فتنہ ہو تو مکروہ (تنزیہی) ہوگی جیسا کہ رد المحتار میں علامہ رحمتی کے حوالے سے ہے)۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج6، ص612، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

21 شعبان المعظم 1440ھ/27 اپریل 2019ء

ریفرینس نمبر: Aqs 1570 | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | تاریخ: 13-04-2019

## صرف تراویح کے لیے داڑھی رکھنے اور بعد میں کٹوا دینے والے حافظ کے پیچھے نماز

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض حافظ سارا سال داڑھی منڈاتے یا کٹوا کر ایک مٹھی سے کم رکھتے ہیں اور رمضان المبارک سے ایک، دو ماہ پہلے کٹوانا چھوڑ دیتے ہیں اور تراویح کے لیے امام بن جاتے ہیں اور رمضان گزرتے ہی معاذ اللہ دوبارہ کٹوا دیتے ہیں، ایسوں کے پیچھے تراویح پڑھنا یا ان کو تراویح کے لیے امام بنانا کیسا ہے؟ اور ایسے حافظ عموماً یہی کہتے ہیں کہ ہم نے داڑھی کٹوانے سے توبہ کرلی ہے، آئندہ ایسا نہیں کریں گے، لیکن مشاہدہ یہی ہے کہ وہ رمضان کے بعد دوبارہ کٹوالیتے ہیں۔ آپ رہنمائی فرمائیں کہ ایسے حافظ کو امام بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے اور ایک مٹھی سے کم کرنا حرام ہے، لہذا داڑھی منڈے یا خشخشی داڑھی رکھنے والے امام کے پیچھے کوئی بھی نماز، چاہے فرض ہو یا تراویح، پڑھنا جائز نہیں اور اسے امام بنانا بھی ناجائز و گناہ ہے اور اس کے پیچھے اگر نماز پڑھ لی، تو وہ مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ یعنی دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

لہذا وہ حافظ جس کے بارے میں مشاہدہ یہی ہے کہ رمضان میں تروایح کے لیے کچھ ماہ تک داڑھی کٹوانا چھوڑ دیتا ہے اور تراویح سنانے کے بعد دوبارہ اسی حالت پر پھر جاتا ہے، تو اس کو ہرگز امام نہ بنایا جائے، جب تک رمضان کے بعد بھی ایک، دو سال تک بہتری والی حالت واضح نہ ہو جائے۔ حافظ کا یہ کہنا کہ میں نے توبہ کرلی ہے۔ ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمانے والا ہے، لیکن ہم اس کو اس وقت تک امام نہیں بنائیں گے، جب تک اس کی ظاہری حالت قابلِ اطمینان نہ ہو جائے۔

داڑھی سے متعلق بخاری شریف میں ہے: "عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خالفوا المشرکین وفروا اللحی وأحفوا الشوارب و کان ابن عمر إذا حج أو اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل أخذہ"

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں پست کرو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی مٹھی میں لیتے اور جو مٹھی سے زائد ہوتی، اسے کاٹ دیتے تھے۔ (صحیح البخاری، ج2، ص398، مطبوعہ لاہور)

امام کمال الدین ابن ہمام علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: "واما الاخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد" ترجمہ: داڑھی ایک مٹھی سے کم کروانا جیسا کہ بعض مغربی لوگ اور زنانہ وضع کے مرد کرتے ہیں، اسے کسی نے بھی مباح نہیں قرار دیا۔ (فتح القدیر، جلد2، صفحہ352، کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں: "داڑھی کتروا کر ایک مشت سے کم رکھنا حرام ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد23، صفحہ98، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک مٹھی سے کم داڑھی والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہے۔ چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: "داڑھی ترشوانے والے کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔" (فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ603، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

داڑھی ترشوا کر ایک مٹھی سے کم کرنے والے کو امام بنانا بھی گناہ ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: "وہ فاسق معلن ہے اور اسے امام کرنا گناہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی۔ غنیہ میں ہے: "لو قدموا فاسقا یاثمون" اگر لوگوں نے فاسق کو مقدم کیا تو وہ لوگ گنہگار ہوں گے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ544، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فاسق کی توبہ کے قبول کرنے اور اسے امام بنانے کے بارے میں سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: "اللہ عزوجل اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہ بخشتا ہے۔ ﴿وهو الذي يقبل التوبة عن عباده ويعفوعن السيئات﴾ (اور وہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے) جو لوگ توبہ نہیں مانتے، گنہگار ہیں، ہاں اگر اس کی حالت تجربہ سے قابل اطمینان نہ ہو اور یہ کہیں کہ تونے توبہ کی اللہ توبہ قبول کرے۔ ہم تجھے امام اس وقت بنائیں گے، جب تیری صلاح حال ظاہر ہو، تو یہ بجا ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ605، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فسق علانیہ کا مرتکب شخص اگر اپنے گناہ سے توبہ کرلے اور توبہ کے بعد اس کی ظاہری حالت قابل اطمینان ہو جائے، تو اس کو امام بنانے میں حرج نہیں۔ جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت سے فاسق معلن جس نے اپنے گناہوں سے توبہ کرلی تھی،

اس کی امامت کے بارے میں سوال ہوا، تو آپ نے جواب میں فرمایا: ” جب بعد توبہ صلاح حال ظاہر ہو، اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں، اگر کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ “ (فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ605، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

مفتی اعظم پاکستان مفتی وقار الدین رحمہ اللہ سے جب پوچھا گیا کہ بعض حفاظ کرام رمضان المبارک میں تراویح پڑھانے کے لیے داڑھی منڈوانا چھوڑ دیتے ہیں تاکہ تراویح پڑھا سکیں، کیاان کا یہ عمل درست ہے؟

تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: ”مذہب صحیح پر ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے۔ منڈوانے والا یا کاٹ کر حد شرعی سے کم کرنے والا فاسق ہے۔ فاسق کی امامت مکروہ اور اس کو امام بنانا گناہ ہے۔ اس کے پیچھے جو نمازیں پڑھی جائیں گی، ان کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ فرض اور تراویح سب کا حکم ایک ہی ہے۔ جو حفاظ ایسا کرتے ہیں کہ رمضان میں داڑھی رکھتے ہیں اور رمضان کے بعد کٹوا دیتے ہیں، وہ عوام اور شریعت کو دھوکہ دیتے ہیں اور شریعت کو دنیا کمانے کے لیے استعمال کرتے ہیں، ان لوگوں کے قول و فعل کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔“

(وقارالفتاوی، جلد2، ص223، مطبوعہ بزم وقارالدین، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری مدنی

07شعبان المعظم1440ھ/13اپریل2019ء

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری

ریفرنس نمبر:FAM-0145 تاریخ:20-10-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ دو شخص نماز پڑھ رہے ہوں، ان میں سے ایک امام ہو اور دوسرا مقتدی اور مقتدی کی کچھ رکعتیں نکل گئی ہوں، اب جب سلام پھیرنے کے بعد مقتدی اپنی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو، تو پیچھے سے کوئی شخص آکر اس کے کندھے پر ہاتھ لگا کر اس کی اقتدا کر لے، تو کیا اس شخص کا اُس مسبوق مقتدی کی اقتدا کرنا درست ہو گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

مسبوق یعنی وہ مقتدی جو ایک یا زیادہ رکعتیں نکل جانے کے بعد امام کے ساتھ شامل ہو، تو ایسا مقتدی امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب اپنی بقیہ رکعت ادا کرنے کے لیے کھڑا ہو، تو اُس فوت شدہ نماز کی ادائیگی میں کوئی شخص اُس کی اقتدا نہیں کر سکتا، اگر کرے گا، تو اس کی اقتدا درست نہیں ہو گی اور نماز بھی نہیں ہو گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسبوق اگرچہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی بقیہ رکعات کی ادائیگی میں منفرد ہو جاتا ہے، لیکن اُس کا یہ منفرد ہونا بعض امور میں اسے مقتدی ہونے سے خارج نہیں کرتا، بلکہ ان امور میں اس کی حیثیت ایک مقتدی کی طرح ہوتی ہے، اور ان امور میں سے ایک یہی ہے کہ اُس کی اقتدا نہیں کی جا سکتی، لہٰذا اِس معاملہ میں وہ مقتدی کے حکم میں ہے۔

تنویر الابصار مع درمختار میں ہے: "(والمسبوق من سبقه الامام أو ببعضها وهو منفرد

فیما یقضیه الا فی اربع) فکمقتد احدھا (لا یجوز الاقتداء بہ)"ترجمہ: اور مسبوق کہ جس سے امام تمام رکعتوں یا بعض رکعتوں میں سبقت کر جائے، تو وہ اپنی فوت شدہ میں منفرد ہے، سوائے چار امور کے، تو ان میں وہ مقتدی کی طرح ہے۔ ان امور میں سے ایک یہ ہے کہ مسبوق کی اقتدا کرنا، جائز نہیں۔

**(تنویر الابصار مع درمختار، جلد2، صفحہ417،418، دار المعرفہ، بیروت)**

مبسوط سرخسی میں ہے:"أن المسبوق إذا قام إلی قضاء ما فات فاقتدی به إنسان لم یصح اقتداؤه"ترجمہ: مسبوق جب اپنی فوت شدہ پڑھنے کھڑا ہو اور کوئی شخص اس مسبوق کی اقتدا کرلے، تو اس کا مسبوق کی اقتدا کرنا درست نہیں ہوتا۔

**(مبسوط سرخسی، جلد2، صفحہ101، دار المعرفہ، بیروت)**

محیط برہانی میں ہے:"أما المسبوق بالاقتداء بالإمام صار تبعاً للإمام، وبالانفراد لم تزل التبعیة؛ لأنه یؤدي ما أداه الإمام"ترجمہ: مسبوق مقتدی امام کی اقتدا کرنے کی وجہ سے امام کے تابع ہو جاتا ہے اور منفرد ہونے پر بھی یہ تبعیت ختم نہیں ہوتی، کیونکہ وہ اسے ادا کرتا ہے جس کو امام نے ادا کیا تھا۔

**(محیط برھانی، جلد2، صفحہ209، دار الکتب العلمیہ، بیروت)**

بہار شریعت میں ہے:"چار باتوں میں مسبوق مقتدی کے حکم میں ہے۔ (ان میں سے ایک یہ ہے کہ) اس کی اقتدا نہیں کی جاسکتی۔"

**(بہار شریعت، جلد1، حصہ3، صفحہ590، مکتبۃ المدینہ، کراچی)**

**واللہ اعلم** عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

**کتبـــــــــــــــــــہ**

**مفتی محمد قاسم عطاری**

04ربیع الاخر 1445ھ/20اکتوبر 2023ء

دار الافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرینس نمبر:Aqs 1542 بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ تاریخ:05-03-2019

# قریبی مسجد میں جمعہ رہ جائے، تو اب دُور کی مسجد جائے یا ظہر پڑھے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر جمعہ کی نماز محلے کی تمام مساجد میں ہو جائے اور شہر میں ہی ایک، دو جگہ پر جمعہ ملنا ممکن ہو، مگر کوئی شخص ایسی صورت میں ظہر کی نماز ہی ادا کرلے تو کیا یہ ظہر کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ **سائل: عمیر رضا (لائنز ایریا، کراچی)**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

صورت مسئولہ میں حکم شرعی یہ ہے کہ شہر میں جہاں کہیں جمعہ کی نماز ملنا ممکن ہے، وہ شخص وہاں جائے اور جمعہ کی نماز ادا کرے اگر ایسا نہ کیا، تو گناہگار ہو گا، البتہ اگر وہ دور والی مسجد نہ گیا اور اسی وقت ظہر کی نماز پڑھ لیتا ہے، تو نماز ہو جائے گی، مگر ایسا کرنا حرام ہے۔

درمختار میں ہے: ”وحرم لمن لا عذر له صلاة الظهر قبلها۔۔۔في يومها بمصر لكونه سببا لتفويت الجمعة وهو حرام“ ترجمہ: جس کے لیے (ترکِ جمعہ کا) کوئی عذر نہیں ہے اسے شہر میں جمعہ کی نماز سے پہلے جمعہ کی بجائے ظہر ادا کرنا حرام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ظہر پڑھنا جمعہ چھوڑنے کا سبب ہو گا اور جمعہ چھوڑنا حرام ہے۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے: ”لا بد من كون المراد حرام لأنه ترك الفرض القطعي باتفاقهم الذي هو آكد من الظهر غير أن الظهر تقع صحيحة وإن كان مأمورا بالإعراض عنها“ ترجمہ: (عام علماء کے مکروہ کہنے سے) حرام ہونا مراد لینا ضروری ہے کیونکہ اِس نے اُس فرضِ قطعی کو چھوڑا ہے، جو کہ بالاتفاق ظہر سے زیادہ مؤکد ہے

ہاں اس کی ظہر صحیح ہو جائے گی اگرچہ اسے حکم یہ تھا کہ ظہر نہ پڑھے۔

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعہ، جلد3، صفحہ34، کوئٹہ)

صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ بہار شریعت میں لکھتے ہیں: "جس پر جمعہ فرض ہے اسے شہر میں جمعہ ہو جانے سے پہلے ظہر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، بلکہ امام ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حرام ہے اور پڑھ لیا جب بھی جمعہ کے لیے جانا فرض ہے اور جمعہ ہو جانے کے بعد ظہر پڑھنے میں کراہت نہیں بلکہ اب تو ظہر ہی پڑھنا فرض ہے اگر جمعہ دوسری جگہ نہ مل سکے مگر جمعہ ترک کرنے کا گناہ اس کے سر رہا۔"

(بہارشریعت، جلد1، صفحہ773، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

**واللہ اعلم** عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

**کتبـــــــــــــــــــــــــــــہ**

**المتخصص فی الفقہ الاسلامی**

**ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری مدنی**

27 جمادی الثانی 1440ھ/05 مارچ 2019ء

**الجواب صحیح**

**مفتی محمد قاسم عطاری**

ریفرنس نمبر: Har 4671 تاریخ: 20-01-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ امام صاحب نے عشاء کی پہلی رکعت میں سورۃ القدر کی تلاوت کی اور غلطی سے دوسری آیت ﴿ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴾ چھوڑ دی، اور اس سے آگے قراءت کرنے لگے، نماز میں شریک ایک نابالغ حافظ صاحب نے لقمہ دیا، امام صاحب نے لقمہ لے کر غلطی درست کی اور نماز مکمل کر لی، اب سوال یہ ہے کہ یہاں لقمہ دینے کا محل تھا یا نہیں؟ نیز کیا نابالغ لڑکا لقمہ دے سکتا ہے؟

**نوٹ:** حافظ صاحب کی عمر گیارہ سال ہے اور وہ درست طریقے سے افعال نماز ادا کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

پوچھی گئی صورت میں آیت چھوٹنے کی وجہ سے اگرچہ معنیٰ میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی، لیکن چونکہ یہ قراءت میں غلطی تھی، لہذا یہاں لقمہ دینا منصوص ہونے کی وجہ سے درست تھا۔ اسی طرح لقمہ دینے والا نابالغ سمجھدار قریب البلوغ لڑکا ہے، جب نماز کے افعال درست طریقہ سے ادا کرلیتا ہے، تو اس کے لقمہ دینے کی وجہ سے بھی نماز میں کوئی خرابی

پیدا نہیں ہوئی، اور نماز درست ادا ہو گئی۔

در مختار، مفسدات نماز کے بیان میں ہے: "(وفتحه علی غیر امامه)۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (بخلاف فتحه علی امامه) فانه لا یفسد (مطلقا) لفاتح و آخذ بکل حال ملتقطاً" اور اپنے امام کے علاوہ کو لقمہ دینا (نماز کو فاسد کر دیتا ہے) بر خلاف اپنے امام کو لقمہ دینے کے، کہ اس صورت میں لقمہ دینے والے اور لینے والے کی کسی صورت میں نماز فاسد نہیں ہو گی۔

"بکل حال" کے تحت رد المحتار میں ہے: "ای سواء قراء الامام بقدر ماتجوز به الصلاة ام لا، انتقل الی آیة اخری ام لا، تکرر الفتح ام لا، هوالاصح "یعنی امام نے قدر جواز قراءت کی ہو یا نہیں، دوسری آیت کی طرف منتقل ہوا ہو، یا نہیں، لقمہ مکرر ہو یا نہیں، یہی صحیح ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار، ج2، ص461، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "صحیح یہ ہے کہ جب امام قراءت میں بھولے، مقتدی کو مطلقاً بتانا روا (یعنی جائز) اگرچہ قدر واجب پڑھ چکا ہو، اگرچہ ایک سے دوسرے کی طرف انتقال ہی کیا ہو کہ صورت اولیٰ میں گو واجب ادا ہو چکا، مگر احتمال ہے کہ رکنے الجھنے کے سبب کوئی لفظ اس کی زبان سے ایسا نکل جائے، جو مفسد نماز ہو، لہذا مقتدی کو اپنی نماز درست رکھنے کے لیے بتانے کی حاجت ہے، بعض عوام حفاظ کو مشاہدہ کیا گیا کہ جب تراویح میں بھولے اور یاد نہ آیا، تو ایں آں یا اور اسی قسم کے الفاظ بے معنی ان کی زبان سے نکلے اور فساد نماز کا باعث ہوئے، **اور صورت ثانیہ میں اگرچہ جب قراءت رواں ہے تو صرف آیت چھوٹ جانے سے فساد نماز کا اندیشہ نہ ہو، مگر اس بات میں شارع صلی اللہ تعالی**

**علیہ وسلم سے نص وارد(ہے)۔"** (فتاوی رضویہ، ج7، ص258، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

قریب البلوغ کے لقمہ دینے سے متعلق فتاوی عالمگیری میں ہے:"وفتح المراھق کالبالغ"اور مراہق یعنی قریب البلوغ کالقمہ، بالغ کی طرح ہے۔

**(فتاوی عالمگیری، ج1، ص99، مطبوعہ کوئٹہ)**

فتاوی رضویہ میں ہے:"بالغ مقتدیوں کی طرح تمیز دار بچہ کا بھی اس( یعنی لقمہ دینے) میں حق ہے، کہ اپنی نماز کی اصلاح کی سب کو حاجت ہے۔"

**(فتاوی رضویہ، ج7، ص284، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)**

بہار شریعت میں ہے:"لقمہ دینے والے کے لیے بالغ ہونا شرط نہیں، مراہق بھی لقمہ دے سکتا ہے، بشرطیکہ، نماز جانتا ہو، اور نماز میں ہو۔"

**(بہارشریعت، ج1، ص608، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)**

**واللہ اعلم** عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

**کتبـــــــــــــــــــــــہ**

**مفتی فضیل رضا عطاری**

16جمادی الاخری1443ھ/20جنوری2022ء

ریفرنس نمبر:Nor-12904 تاریخ:12-07-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا تیمم کرنے والا یا مسح کرنے والا شخص وضو کرنے والوں کی امامت کرواسکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جامع شرائط امام نے اگر شرعی اجازت کے ساتھ تیمم کیا ہو (مثلاً بیماری کے سبب وہ پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو وغیرہ) تو اس صورت میں وہ وضو کرنے والوں کی امامت کرواسکتا ہے کہ امام کا تیمم سے ہونا امامت درست ہونے سے مانع نہیں۔ یونہی اگر امام نے موزوں پر یا پٹی پر مسح کیا ہو، تو وہ وضو کرنے والوں کی امامت کرواسکتا ہے۔

تیمم کرنے والا وضو کرنے والوں کی امامت کرواسکتا ہے۔ چنانچہ فتاوٰی عالمگیری وغیرہ کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے: ”ویجوز أن یؤم المتیمم المتوضئین عند أبي حنیفة وأبي یوسف رحمھما اللہ تعالی، ھکذا في الھدایة“ یعنی امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف علیہما الرحمۃ کے نزدیک تیمم کرنے والا، وضو کرنے والوں کی امامت کر سکتا ہے، اسی طرح ہدایہ میں ہے۔ (فتاوٰی عالمگیری، کتاب الصلاۃ، ج01، ص84، مطبوعہ بیروت)

اللباب میں ہے:" (ويجوز أن يؤم المتيمم المتوضئين) لأنه طهارة مطلقة، ولهذا لا يتقدر بقدر الحاجة (والماسح على الخفين الغاسلين) لأن الخف مانع سراية الحدث إلى القدم" یعنی تیمم کرنے والے کا وضو کرنے والوں کی امامت کروانا، جائز ہے کہ تیمم طہارتِ مطلقہ ہے، اسی وجہ سے یہ بقدر حاجت مقدر نہیں۔ اور موزوں پر مسح کرنے والا پاؤں دھونے والے کی امامت کرواسکتا ہے کہ موزہ حدث کو قدم کی طرف سرایت کرنے سے مانع ہے۔

(اللباب في شرح الكتاب، كتاب الطهاره، ج01، ص82، المكتبة العلميه، بيروت)

فتاوی رضویہ میں ہے:"ہاں جسے بالفعل ایسا مرض موجود ہو، جس میں نہانا نقصان دے گا یا نہانے میں کسی مرض کے پیدا ہو جانے کا خوف ہے اور یہ نقصان وخوف اپنے تجربے سے معلوم ہوں یا طبیب حاذق مسلمان غیر فاسق کے بتائے سے، **تو اُس وقت اُسے تیمم سے نماز جائز ہو گی اور اب اس کے پیچھے سب مقتدیوں کی نماز صحیح ہے، غرض امام کا تیمم اور مقتدیوں کا پانی سے طہارت سے ہونا صحتِ امامت میں خلل انداز نہیں،** ہاں امام نے تیمم ہی بے اجازت شرع کیا ہو، تو آپ ہی نہ اس کی ہو گی، نہ اُس کے پیچھے اوروں کی۔ تنویر میں ہے:"صح اقتداء متوضیئ بمتیمم" بحر الرائق میں ہے:"ترجيح المذهب بفعل عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنه حين صلى بقومه بالتيمم لخوف البرد من غسل الجنابة وهم متوضؤن ولم يأمرهم عليه الصلوۃ والسلام بالاعادة حين علم۔" (فتاوی رضویہ، ج06، ص638، 639، رضا فاونڈیشن، لاہور)

اعضائے وضو دھونے والے کا موزوں پر یا پٹی پر مسح کرنے والے شخص کی اقتدا کرنا،

جائز ہے۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری وغیرہ کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے: ”یجوز اقتداء الغاسل بماسح الخف و بالماسح علی الجبیرۃ“ یعنی اعضائے وضو دھونے والے کا موزوں اور پٹی پر مسح کرنے والے شخص کی اقتدا کرنا شرعاً جائز ہے۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الصلاۃ، ج 01، ص 84، مطبوعہ بیروت)

بہارِ شریعت میں ہے: ”**جس نے وضو کیا ہے، تیمم والے کی اور پاؤں دھونے والا موزہ پر مسح کرنے والے کی** اور اعضائے وضو کا دھونے والا پٹی پر مسح کرنے والے کی، **اقتدا کر سکتا ہے۔**“

(بہارِ شریعت، ج 01، ص 573، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

23 ذو الحجۃ الحرام 1444ھ/12 جولائی 2023ء

ریفرینس نمبر: Sar 6762

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تاریخ: 25-09-2019

## گاؤں، دیہات میں جمعہ پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا گاؤں میں جمعہ ہو سکتا ہے؟ کیا اس سے ظہر ساقط ہو جائے گی؟ **سائل: محمد عثمان (فیصل آباد)**

**بسم اللہ الرحمن الرحیم**

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

گاؤں کے وہ سب لوگ جن پر شرائطِ جمعہ (مسلمان مرد، مقیم، تندرست، عاقل، بالغ) پائے جانے کی صورت میں شرعاً جمعہ فرض ہو جاتا ہے، گاؤں کی سب سے بڑی مسجد میں نماز پڑھیں اور اس میں پورے نہ آسکیں، بلکہ اس کی توسیع کرنا پڑے، تو ایک روایت کے مطابق ایسے گاؤں میں جمعہ درست ہے اور فی زمانہ مفتیان کرام نے اسی روایت پر فتوی دیا ہے اور ایسے گاؤں میں نمازِ جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط ہو جائے گی اور اگر گاؤں میں اتنے افراد نہ ہوں، تو اس میں نماز جمعہ شروع کرنا، ناجائز و گناہ ہے اور وہاں کے بالغ افراد پر ظہر فرض ہو گی۔

امام اکمل الدین بابرتی رحمہ اللہ تعالیٰ "عنایہ" میں لکھتے ہیں: "وعنه أي أبي يوسف (أنهم اذا اجتمعوا) أي اجتمع من تجب عليه الجمعة لا كل من يسكن في ذلك الموضع من الصبيان والنساء والعبيد لأن من تجب عليهم مجتمعون فيه عادة۔قال ابن شجاع؛أحسن ماقيل فيه اذاكان أهلهابحيث لو اجتمعوافي أكبرمساجد هم لم يسعهم ذلك حتى احتاجواالى بناء

مسجد آخر للجمعة "ترجمہ: یعنی امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ وہ لوگ جن پر جمعہ لازم ہے نہ کہ وہ تمام لوگ جو وہاں سکونت پذیر ہیں مثلا بچے، خواتین اور غلام۔ ابن شجاع نے کہا کہ اس بارے میں سب سے بہتر قول یہ ہے کہ جب جمعہ کے اہل لوگ وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو سما نہ سکیں حتی کہ وہ جمعہ کے لئے ایک اور مسجد بنانے پر مجبور ہوں۔

(عنایہ شرح ھدایہ، کتاب الصلاۃ، ج02، ص52، مطبوعہ بیروت)

علامہ علاؤالدین حصکفی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں:" المصر وھو مالا یسع اکبر مساجدہ اھلہ المکلفین بھا وعلیہ فتویٰ اکثرالفقھاء "ترجمہ: شہر وہ ہے کہ اس کی مساجد میں سے بڑی مسجد میں وہاں کے وہ باشندے نہ سما سکیں جن پر جمعہ فرض ہے اور اسی پر اکثر فقہاء کرام کا فتویٰ ہے۔

(ردالمحتار معہ درمختار، کتاب الصلاۃ، ج03، ص06، مطبوعہ کوئٹہ)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں:" وعن ابی یوسف انہ ما اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدھم للصلوات الخمس لم یسعھم وعلیہ فتویٰ اکثرالفقھاء وقال ابو شجاع : ھذا احسن ماقیل فیہ۔ وفی الولوالجیۃ: وھو الصحیح "ترجمہ: امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ شہر وہ ہے کہ جب وہاں کے باشندے اپنی مساجد میں سے بڑی مسجد میں نمازِ پنجگانہ کے لئے جمع ہوں تو وہ انھیں کم پڑ جائے اور اسی پر اکثر فقہاء کرام کا فتویٰ ہے۔ ابو شجاع علیہ الرحمۃ نے فرمایا: یہ بہترین تعریف ہے جو شہر کی گئی ہے اور ولوالجیہ میں ہے کہ یہی تعریف صحیح ہے۔

(البحرالرائق، کتاب الصلاۃ، ج02، ص247، مطبوعہ کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:"ہاں ایک روایت نادرہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ آئی ہے کہ جس آبادی میں اتنے مسلمان مرد، عاقل، بالغ ایسے تندرست جن پر جمعہ فرض ہو سکے آباد ہوں کہ اگر وہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو نہ سما سکیں یہاں تک کہ انہیں جمعہ کے لئے مسجد جامع بنانی پڑے، وہ صحت جمعہ کے لئے شہر سمجھی جائے

گی۔۔۔جس گاؤں میں یہ حالت پائی جائے اس میں اس روایت نوادر کی بنا پر جمعہ وعیدین ہو سکتے ہیں اگرچہ اصل مذہب کے خلاف ہے مگر اسے بھی ایک جماعت متاخرین نے اختیار فرمایا اور جہاں یہ بھی نہیں وہاں ہر گز جمعہ خواہ عید مذہب حنفی میں جائز نہیں ہو سکتا بلکہ گناہ ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج08، ص347، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاهور)

اور ایسی جگہ جہاں جمعہ پڑھنا جائز نہیں، وہاں ظہر کی نماز کے بارے میں خاتم المحققین علامہ محمد امین بن عابدین شامی نقل فرماتے ہیں: "لو صلوا فی القری لزمهم أداء الظهر" ترجمہ: اگر لوگ (ایسے) گاؤں میں (جہاں جمعہ جائز نہیں) جمعہ ادا کریں تو ان پر ظہر کی نماز ادا کرنا ہی ضروری ہے۔

(ردالمحتار معہ درمختار، ج03، ص08، مطبوعہ کوئٹہ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدالرب شاکر قادری عطاری

25محرم الحرام1441ھ/25ستمبر2019ء

الجواب صحیح

مفتی محمدقاسم عطاری

# مسبوق باقی نماز کیسے پڑھے؟ نیز نماز کے بعد جائے نماز کا کنارہ موڑ دینا درست ہے؟

ریفرنس نمبر: kan14693

تاریخ: 19-01-2020

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ

(1) اگر کسی نمازی کو چار رکعت والی نماز میں ایک رکعت ملی اور بقیہ تین رکعتیں نکل گئیں، تو وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی بقیہ نماز کس طرح ادا کرے؟

(2) بعض لوگ نماز پڑھنے کے بعد جائے نماز کا آخری کنارہ موڑ دیتے ہیں، کیا اس طرح کرنا درست ہے؟

**سائل: محمد شعیب (گلستان جوہر، کراچی)**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

**الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب**

پوچھی گئی صورت میں وہ شخص (یعنی چار رکعتوں میں سے جس کی تین رکعتیں چھوٹ گئیں) امام کے سلام کے بعد کھڑا ہو کر ثنا، تعوذ وتسمیہ پڑھے اور فاتحہ کے بعد سورت بھی ملائے، پھر رکوع وسجود کرے اور پھر قعدہ کرے اور اس میں تشہد پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور قیام میں سورۂ فاتحہ پڑھے اور اس کے ساتھ سورت بھی ملائے، پھر رکوع وسجود کے بعد قعدہ نہ کرے، بلکہ کھڑا ہو جائے، اس رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھے اور رکوع وسجود اور تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر لے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام کے سلام کے بعد جب یہ کھڑا ہوا، تو قراءت کے اعتبار سے یہ اس کی پہلی رکعت تھی، لہذا اس میں پہلی رکعت کی طرح ثنا، تعوذ وتسمیہ پڑھے اور فاتحہ کے بعد سورت بھی ملائے گا اور ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھ چکا تھا، لہذا تشہد کے اعتبار سے یہ اس کی دوسری رکعت تھی اس لیے قعدہ میں بیٹھ کر تشہد پڑھنے کا حکم ہے، اس کے بعد کھڑا ہوا، تو قراءت کے اعتبار سے اس کی دوسری رکعت ہوئی، لہذا اس میں دوسری رکعت کی طرح فاتحہ وسورت ملانے کا حکم ہے اور تشہد کے اعتبار سے یہ تیسری رکعت تھی اس لیے قعدہ میں نہیں بیٹھے گا اور آخری رکعت میں قیام میں کھڑا ہوا، تو قراءت کے اعتبار سے یہ اس کی تیسری رکعت تھی، لہذا اس میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھ کر رکوع میں چلا جائے گا۔

البتہ اگر مسبوق (یعنی جس کی چار رکعت میں سے تین چھوٹ گئیں) امام کے بعد والی رکعت کا قعدہ نہ کرے، بلکہ سلام کے بعد دو رکعت پڑھنے کے بعد قعدہ کرے تو یہ بھی استحساناً جائز ہے اس کی نماز ہو جائے گی کہ من وجہ یہ پہلی رکعت ہے اور پہلی رکعت میں قعدہ نہیں ہوتا، لیکن بہتر طریقہ وہی ہے جو اوپر بیان ہوا یعنی سلام کے بعد پہلی رکعت مکمل کر کے قعدہ اولیٰ کرے۔

مسبوق کی نماز کے بارے میں در مختار ہے:" ویقضی اول صلاتہ فی حق قراءۃ وآخرھا فی حق تشھد فمدرک رکعۃ من غیر فجریاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشھد بینھا، وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولایقعد قبلھا" مسبوق قراءت کے حق میں پہلی رکعت پڑھے گا اور تشہد کے حق میں دوسری رکعت پڑھے گا، پس فجر کے علاوہ کی نمازوں میں ایک رکعت کو پانے والا دو رکعتوں کو فاتحہ اور سورت کے ساتھ پڑھے اور ان کے درمیان تشہد بھی پڑھے اور چار رکعت والی نماز کی چوتھی رکعت میں صرف فاتحہ پڑھے اور اس سے پہلے قعدہ بھی نہ کرے۔

ردالمحتار میں ہے:" (وتشھدبینھا) قال فی شرح المنیۃ: ولو لم یقعد جاز استحسانا لا قیاسا ولم یلزمہ سجودالسھولکون الرکعۃ اولی من وجہ "شرح منیہ میں ہے کہ اگر وہ ان دو رکعتوں کے درمیان نہ بیٹھے، تو بھی استحساناً، جائز ہے، نہ کہ قیاساً اور اس پر سجدہ سہو بھی لازم نہیں ہو گا، کیونکہ ایک اعتبار سے یہ اس کی پہلی رکعت ہے۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، جلد2، صفحہ418، مطبوعہ کوئٹہ)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا کہ "جس امام کے ساتھ چار رکعت کی نماز میں ایک رکعت ملی، وہ باقی نماز کیونکر (کیسے) ادا کرے؟" تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواباً ارشاد فرمایا:"امام کے سلام کے بعد اٹھ کر ایک رکعت فاتحہ وسورت کے ساتھ پڑھے اور اس پر التحیات کے لیے بیٹھے، پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت فاتحہ وسورت کے ساتھ پڑھے اور اس پر نہ بیٹھے، پھر ایک رکعت صرف فاتحہ کے ساتھ پڑھے اور قعدہ اخیرہ کر کے سلام پھیر دے۔"
(فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ242، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک دوسرے مقام پر امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مغرب کی ایک رکعت پانے والے مسبوق کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "یہاں تک کہ غنیہ شرح منیہ میں فرمایا: اگر ایک رکعت پڑھ کر قعدہ نہ کیا، تو قیاس یہ ہے کہ نماز ناجائز ہو یعنی ترک واجب کے سبب ناقص وواجب الاعادہ، البتہ استحساناً حکم جواز وعدم وجوب اعادہ دیا گیا کہ یہ رکعت من وجہ پہلی بھی ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ234، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) نماز پڑھنے کے بعد مصلے کا آخری کنارہ موڑ دینے میں حرج نہیں، بلکہ بعض احادیث سے اس کی اصل نکل سکتی ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ نماز پڑھنے کے بعد صرف مصلے کا کنارہ موڑنے کی بجائے پورا مصلیٰ لپیٹ کر رکھ دیا جائے۔

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا کہ "اکثر دیہات میں نماز پڑھ کر جب اٹھتے ہیں کونا مصلی کا الٹ دیتے ہیں اس کا شرعاً ثبوت ہے یا نہیں؟" تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواباً ارشاد فرمایا: "ابن عساکر نے تاریخ میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: الشاطین یستمتعون بثیابکم فاذا نزع احد کم ثوبہ فلیطوہ حتی ترجع الیھا انفاسھا فان الشیطان لا یلبس ثوبا مطویا" شیطان تمہارے کپڑے اپنے استعمال میں لاتے ہیں، تو کپڑا اتار کر تہہ کر دیا کرو کہ اس کا دم راست ہو جائے کہ شیطان تہہ کیے کپڑے کو نہیں پہنتا"۔ معجم اوسط طبرانی کے لفظ یہ ہیں: "اطووا ثیابکم ترجع الیھا ارواحھا فان الشیطان اذا وجد الثوب مطویا لم یلبسہ وان وجدہ منشورا لبسہ" کپڑے لپیٹ دیا کرو کہ ان کی جان میں جان آجائے اس لیے کہ شیطان جس کپڑے کو لپٹا ہوا دیکھتا ہے اسے نہیں پہنتا اور جسے پھیلا ہوا پاتا ہے اسے پہنتا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے قیس ابن ابی حازم سے روایت کی: قال مامن فراش یکون مفروشا لا ینام علیہ احد الا نام علیہ الشیطان" فرمایا جہاں کوئی بچھونا بچھا ہو جس پر کوئی سوتا نہ ہو اس پر شیطان سوتا ہے۔

ان احادیث سے اس کی اصل نکل سکتی ہے اور پورا لپیٹ دینا بہتر ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 6، صفحہ 206، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

23 جمادی الاولیٰ 1441/19 جنوری 2020

ریفرنس نمبر:Sar-8660 تاریخ:07-12-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ امام سجدے میں ہو اور کوئی پیچھے سے جماعت میں شرکت کے لیے آئے، تو کیا کرنا چاہیے؟ سجدے میں شامل ہونا چاہیے یا کھڑے ہونے کا انتظار کرنا چاہیے؟ بعض لوگ امام کے کھڑے ہونے کا انتظار کرتے ہیں، تو اس میں درست طریقہ کون سا ہے؟ ارشاد فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

امام سجدے میں ہو تو بعد میں جماعت کے ساتھ شامل ہونے والوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ امام کے کھڑے ہونے کا انتظار نہ کریں، بلکہ امام کے ساتھ سجدے میں شامل ہو جائیں، اس صورت میں سجدے میں شرکت کرنے پر اگرچہ ثواب ملے گا، لیکن یہ رکعت شمار نہیں کی جائے گی کہ رکعت تو اُس وقت شمار ہوتی ہے جب امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو اجائے۔

اور اس صورت میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا پڑھنے اور نہ پڑھنے میں اصول یہ ہے کہ اگر امام پہلے سجدے میں ہے اور غالب گمان ہے کہ ثنا پڑھ کر سجدے میں شریک ہو جائے گا، تو تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد ثنا پڑھ کر سجدہ میں شامل ہونا بہتر ہے اور اگر اندیشہ ہو کہ سجدے میں شریک نہ ہو سکے گا یا امام دوسرے سجدے میں ہے، تو اس صورت میں ثنا پڑھے بغیر سجدے میں شریک ہو جانا بہتر ہے۔

امام کے ساتھ سجدے میں شامل ہونے کی ترغیب دیتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اذا جئتم الی الصلاۃ ونحن سجود فاسجدوا، ولا تعدوھا شیئا" یعنی جب تم نماز کے لیے آؤ اور ہمیں سجدہ کی حالت میں پاؤ تو سجدے میں چلے جاؤ، لیکن اس کو کچھ بھی شمار نہ کرو۔

**(سنن ابوداؤد، باب الرجل یدرک الإمام ساجدا کیف یصنع، ج2، ص167، دار الرسالۃ العالمیہ)**

مذکورہ حدیث مبارک کی شرح میں علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "قولہ: لا تعدوہ ای لا تعدوا تلک السجدۃ شیئا والمعنی انھا لا تحسب برکعۃ" یعنی اس سجدہ کو شمار نہ کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو رکعت پالینا گمان نہ کیا جائے۔

**(شرح سنن ابی داؤد، ج4، ص104، مطبوعہ ریاض)**

بلکہ دوسری حدیث مبارک میں یہاں تک ارشاد فرمایا کہ امام نماز کی جس بھی حالت میں ہو اسی حالت میں جماعت میں شامل ہو جانا چاہیے، جیسا کہ ترمذی شریف کی حدیث مبارک میں ہے: "قال النبي صلی اللہ علیہ وسلم: اذا اتی احدکم الصلاۃ والامام علی حال فلیصنع کما یصنع الامام" ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز کے لیے آئے اور امام جس حالت میں ہو، تو وہ شخص بھی وہی کرے، جو امام کر رہا ہے۔ (سنن ترمذی، ج1، ص586، باب ماذکر في الرجل یدرک الإمام وھو ساجد کیف یصنع؟، دار الغرب الإسلامي، بیروت)

امام ترمذی اس حدیث پاک کو ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں: "والعمل علی ھذا عند أھل العلم. قالوا: إذا جاء الرجل والإمام ساجد فلیسجد ولا تجزئہ تلک الرکعۃ إذا فاتہ الرکوع مع الإمام" یعنی اہل علم کا عمل اسی پر ہے اور علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس حال میں آئے کہ امام سجدے میں ہو، تو اسے چاہیے کہ یہ بھی سجدے میں شریک ہو جائے

،البتہ جب امام کے ساتھ رکوع میں شرکت نہ ہو سکی، تو یہ رکعت اسے کافی نہیں ہو گی۔(یعنی شمار نہیں کی جائے)

(سنن ترمذی، ج1، ص586، باب ماذکر في الرجل يدرك الإمام وهو ساجد كيف يصنع؟، دار الغرب الإسلامي، بیروت)

اس مفہوم کی مثل دوسری حدیث مبارک کے تحت شرح صحیح بخاری فتح الباری اور عمدۃ القاری میں ہے:" فيه استحباب الدخول مع الامام فی ای حالة وجده عليها " یعنی اس حدیث پاک میں اس بات کا ثبوت ہے کہ امام کو جس حالت میں پائے ،اس حالت میں شریک ہو جائے، یہ مستحب ہے۔

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج5، ص152، دار الفكر، بيروت)

(فتح الباري لابن حجر، ج2، ص269، دار المعرفه، بيروت)

امام سجدے میں ہو تو تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا پڑھنے کا اصول بیان کرتے ہوئے صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:" امام کو رکوع یا پہلے سجدہ میں پایا، تو اگر غالب گمان ہے کہ ثنا پڑھ کر پالے گا، تو پڑھے اور قعدہ یا دوسرے سجدہ میں پایا، تو بہتر یہ ہے کہ بغیر ثنا پڑھے شامل ہو جائے۔" (بہار شریعت، ج1 ص523، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم

کتبــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

22 جمادی الاولی 1445ھ/07 دسمبر 2023ء

ریفرینس نمبر: Lar 8231 بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ تاریخ: 10-01-2019

## دنیاوی تعلیم کی وجہ سے جماعت چھوڑنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر اسکول کے قریب ہی محلے کی مسجد ہو، لیکن اگر جماعت سے نماز پڑھنے جائیں گے، تو انگلش کا لیکچر نکل جائے گا، تو کیا اس مجبوری میں جماعت چھوڑ سکتے ہیں؟

**سائل: طیب (جوہر ٹاؤن، لاہور)**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

**الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب**

ہر مسلمان صحیح و بالغ پر مسجد محلہ کی جماعت اُولیٰ میں شرکت شرعاً واجب اور بلا عذر شرعی اسے ترک کرنا، ناجائز و گناہ ہے۔ تو جب آپ کے اسکول کے قریب محلے کی مسجد موجود ہے، تو محض دنیاوی تعلیم کی مشغولیت اس مسجد کی جماعت اُولیٰ چھوڑنے کے لئے شرعی عذر نہیں ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ (جلد 1، صفحہ 303)، سنن دار قطنی (جلد 2، صفحہ 292)، المستدرک للحاکم (جلد 1، صفحہ 373)، السنن الکبری للبیہقی (جلد 3، صفحہ 81)، معرفۃ السنن والآثار (جلد 4، صفحہ 104)، کنز العمال (جلد 4، صفحہ 426) اور مصنف عبد الرزاق میں ارشاد نبوی صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم ہے: (واللفظ للآخر)

" لا صلاۃ لجار المسجد الا فی المسجد. قال الثوری فی حدیثہ قیل لعلی ومن جار المسجد؟ قال من سمع النداء " یعنی مسجد کے پڑوسی کی نماز نہیں، مگر مسجد میں۔ امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی کہ مسجد کا پڑوسی کون ہے؟ ارشاد فرمایا کہ جو اذان کی آواز

سنے۔ (مصنف عبد الرزاق، رقم الحدیث 1915، جلد1، صفحہ 497، المکتبۃ الاسلامی، بیروت)

ایک حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان سن کر بلا عذر جماعت چھوڑنے کو ظلم اور نفاق سے تعبیر فرمایا۔ چنانچہ معجم کبیر للطبرانی اور مسند امام احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (والنظم لمسند احمد) "الجفاء كل الجفاء والكفر والنفاق من سمع منادى الله ينادي بالصلاة يدعو إلى الفلاح ولا يجيبه" یعنی ظلم، پورا ظلم اور کفر اور نفاق یہ ہے کہ آدمی اللہ کے منادی کو نماز کی ندا کرتا اور فلاح کی طرف بلاتا سنے اور حاضر نہ ہو۔

(مسند احمد بن حنبل، جلد 24، صفحہ 390، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن ابو داؤد وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: (والنظم هذا لابی داؤد) "لقد هممت أن آمر فتيتي فيجمعوا حزما من حطب، ثم آتي قوما يصلون في بيوتهم ليست بهم علة فأُحرقها عليهم" ترجمہ: تحقیق میں نے ارادہ کیا کہ میں اپنے جوانوں کو حکم دوں پس لکڑیوں کے گٹھے جمع کریں، پھر میں ان لوگوں کے پاس آؤں، جو بغیر عذر گھروں میں نماز پڑھتے ہیں، تو میں ان کو آگ لگا دوں۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الصلوۃ، باب فی التشدید فی ترک الجماعۃ، جلد1، صفحہ 150، مکتبۃ العصریہ، صیدا، بیروت)

غنیۃ المستملی میں ہے: " قال محمد فی الاصل اعلم ان الجماعة سنة مؤكدة لا يرخص الترك فيها الا بعذر مرض او غيره واول هذا الكلام يفيد السنية وآخره يفيد الوجوب وهو الظاهر ففی الغاية قال عامة مشائخنا انها واجبة وفی المفيد انها واجبة وتسميتها سنة لوجوبها بالسنة وفی البدائع تجب على العقلاء البالغين الاحرار القادرين على الجماعة من غير حرج انتهى" ترجمہ: امام محمد نے اصل میں فرمایا: جان لو کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے، اس کو چھوڑنے کی رخصت نہیں ہے مگر مرض وغیرہ کے عذر کی وجہ سے۔ اس کلام کا پہلا حصہ جماعت کے سنت ہونے کا فائدہ دیتا ہے اور آخری حصہ جماعت کے واجب ہونے کا فائدہ دیتا ہے اور یہی ظاہر ہے، لہذا غایہ میں ہے کہ عامہ مشائخ نے فرمایا کہ

جماعت واجب ہے اور مفید میں ہے کہ جماعت واجب ہے اور اس کو سنت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے اور بدائع میں ہے کہ جماعت ایسے عاقل، بالغ اور آزاد لوگوں پر واجب ہے، جو بغیر مشقت جماعت پر قادر ہوں۔ (غنیۃ المستملی، فصل فی الامامۃ، صفحہ 438، مطبوعہ کوئٹہ)

امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "پانچوں وقت کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ واجب ہے۔ ایک وقت کا بھی بلا عذر ترک گناہ ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 7، صفحہ 194، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اسی فتاوی رضویہ میں فرمایا: "اقول لسنا نبیح تعمد ترک الجماعۃ الأولی اتکالا علی الاخری فمن سمع منادی اللہ ینادی ولم یجب بلا عذر اثم وعزر" یعنی میں کہتا ہوں: ہم جماعت اولیٰ کے عمداً ترک کو دوسری جماعت پر بھروسا کی بناء پر مباح قرار نہیں دیتے اور جس شخص نے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا سنا اور اس نے اسے قبول نہ کیا وہ گنہگار ہوگا اور وہ قابل تعزیر ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 162، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اللہ أعلم عزوجل ورسولہ أعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو رجا محمد نور المصطفی عطاری مدنی

03 جمادی الأولی 1440ھ/10 جنوری 2019ء

**الجواب صحیح**

**محمد ہاشم خان عطاری مدنی**

# تنہا فرض شروع کرنے کے بعد جماعت کھڑی ہوجائے، تو کیا حکم ہے؟

1

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ کوئی شخص مسجد میں اپنی فرض نماز پڑھ رہا ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے، تو اس میں کب شریک ہو؟ تفصیلاً بتا دیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

(1) اگر تو پہلی رکعت میں ہے اور جماعت شروع ہوئی، تو کھڑے کھڑے ایک سلام کے ساتھ نماز توڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے۔

(2) اگر پہلی رکعت کا سجدہ کر لیا اور جماعت شروع ہوئی تو فجر اور مغرب میں سجدوں کے بعد ایک سلام کے ساتھ نماز توڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے اور ظہر، عصر اور عشاء میں دو رکعتیں مکمل کر کے جماعت میں شامل ہو جائے۔

(3) اگر دوسری رکعت کا سجدہ کر لیا اور جماعت شروع ہوئی تو فجر اور مغرب میں نماز مکمل کرے اور جماعت میں شامل نہ ہو اور ظہر، عصر اور عشاء میں دو رکعتیں مکمل کر کے جماعت میں شامل ہو۔

(4) اگر تیسری رکعت میں ہے اور جماعت کھڑی ہوئی، تو ظہر، عصر اور عشاء میں کھڑے کھڑے ایک سلام کے ساتھ نماز توڑ دے اور جماعت میں شامل ہو اور مغرب میں نماز پوری پڑھے اور جماعت میں شامل نہ ہو۔

(5) اگر تیسری رکعت کا سجدہ کر لیا اور جماعت شروع ہوئی تو ظہر اور عشاء میں چار رکعتیں مکمل کر کے نفل کی نیت سے جماعت میں شامل ہو اور عصر میں چار رکعتیں مکمل کرے اور جماعت میں شامل نہ ہو کہ عصر کے بعد نفل جائز نہیں۔

ردالمحتار میں ہے "شرع في فرض فأقيم قبل أن يسجد للأولى قطع واقتدى، فإن سجد لها، فإن

في رباعي أتم شفعا واقتدى ما لم يسجد للثالثة، فإن سجد أتم واقتدى متنفلا إلا في العصر، وإن في غير رباعي قطع واقتدى ما لم يسجد للثانية، فإن سجد لها أتم ولم يقتد "ترجمہ: فرض شروع کیے اور پہلی رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے جماعت کھڑی ہو گئی تو نماز توڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے۔ اگر پہلی رکعت کا سجدہ کر لیا، تو اگر وہ چار رکعتی نماز ہے (یعنی ظہر، عصر اور عشاء) تو دو رکعتیں مکمل کرے اور پھر جماعت میں شامل ہو جب تک تیسری کا سجدہ نہ کر لے۔ اگر (تیسری کا) سجدہ کر لیا تو (چار رکعت) مکمل کرے اور سوائے عصر کے نفل کی نیت سے جماعت میں شامل ہو، اور اگر وہ چار رکعتی نماز نہ ہو (یعنی فجر یا مغرب ہو) تو جب تک دوسری کا سجدہ نہ کیا ہو، نماز توڑ دے اور اگر دوسری کا سجدہ کر لیا تو وہی نماز مکمل کرے اور جماعت میں شامل نہ ہو۔

(ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب ادراک الفریضة، جلد2، صفحہ606، مطبوعہ کوئٹہ)

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے "إذا شرع في فرض منفردا فأقيمت الجماعة قطع (بتسليمة قائما) واقتدى (على الصحيح) إن لم يسجد لما شرع فيه أو سجد (للركعة الأولى) في غير رباعية (بأن كان في الفجر أو المغرب فيقطع بعد السجود بتسليمة) وإن سجد في رباعية ضم ركعة ثانية (وتشهد) وسلم لتصير الركعتان له نافلة ثم اقتدى مفترضا، وإن صلى ثلاثا (من رباعية فأقيمت) أتمها ثم اقتدى متنفلا إلا في العصر، وإن قام لثالثة (رباعية منفردا) فأقيمت قبل سجوده قطع قائما بتسليمة "ترجمہ: اگر کسی شخص نے تنہا فرض شروع کیے اور جماعت کھڑی ہو گئی تو صحیح قول کے مطابق اگر شروع کی ہوئی رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو کھڑے کھڑے ایک سلام کے ساتھ نماز توڑ دے یا چار کے علاوہ رکعتوں والی نماز یعنی فجر یا مغرب میں پہلی رکعت کا سجدہ کر لیا تو سجدوں کے بعد ایک سلام کے ساتھ نماز توڑ دے اور اقتداء کرے اور اگر چار رکعتوں والی نماز میں پہلی رکعت کا سجدہ کر لیا تو دوسری رکعت اور تشہد ساتھ ملائے اور سلام پھیر دے تاکہ وہ دو رکعتیں نفل ہو جائیں پھر فرض کی اقتداء کرے اور اگر چار رکعتوں والی نماز میں سے تین رکعتیں پڑھ چکا تھا کہ نماز کھڑی ہوئی تو اس نماز کو مکمل کرے اور پھر سوائے عصر کے نفل کی نیت سے اقتداء کرے اور اگر چار رکعتوں والی منفرد نماز میں تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوا اور اس کے سجدے میں جانے سے پہلے جماعت کھڑی ہو گئی تو کھڑے کھڑے ایک سلام کے ساتھ نماز توڑ دے۔

(مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، صفحہ238، مکتبة المدینہ، کراچی)

بہار شریعت میں مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”تنہا فرض نماز شروع ہی کی تھی یعنی ابھی پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا تھا کہ جماعت قائم ہوئی، تو توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے۔ فجر یا مغرب کی نماز ایک رکعت پڑھ چکا تھا کہ جماعت قائم ہوئی تو فوراً نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے اگرچہ دوسری رکعت پڑھ رہا ہو، البتہ دوسری رکعت کا سجدہ کر لیا تو اب ان دو نمازوں میں توڑنے کی اجازت نہیں اور نماز پوری کرنے کے بعد بہ نیت نفل بھی ان میں شریک نہیں ہو سکتا کہ فجر کے بعد نفل جائز نہیں اور مغرب میں اس وجہ سے کہ تین رکعتیں نفل کی نہیں۔“ (بہار شریعت، جلد1، حصہ4، صفحہ695-696، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اسی میں ہے: ”چار رکعت والی نماز شروع کر کے ایک رکعت پڑھ لی یعنی پہلی رکعت کا سجدہ کر لیا تو واجب ہے کہ ایک اور پڑھ کر توڑ دے کہ یہ دو رکعتیں نفل ہو جائیں اور دو پڑھ لی ہیں تو ابھی توڑ دے یعنی تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور تین پڑھ لی ہیں تو واجب ہے کہ نہ توڑے، توڑے گا تو گنہگار ہو گا بلکہ حکم یہ ہے کہ پوری کر کے نفل کی نیت سے جماعت میں شامل ہو جماعت کا ثواب پا لے گا، مگر عصر میں شامل نہیں ہو سکتا کہ عصر کے بعد نفل جائز نہیں۔“ (بہار شریعت، جلد1، حصہ4، صفحہ696، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اسی میں ہے: ”نماز توڑنے کے لیے بیٹھنے کی حاجت نہیں کھڑا کھڑا ایک طرف سلام پھیر کر توڑ دے۔“

(بہار شریعت، جلد1، حصہ4، صفحہ697، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

**الجواب صحیح**

**مفتی محمد ہاشم خان العطاری**

**کتبــــــــــــــــــــــہ**

**المتخصص فی الفقہ الاسلامی**

**ابو احمد محمد انس رضا عطاری**

27 محرم الحرام 1442ھ/16 ستمبر 2020ء

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Dar-ul-ifta Ahl-e-sunnat

ریفرینس نمبر: FMD-1255
تاریخ: 09-02-2019

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

## نابالغ بچوں کا بڑوں کی صف میں کھڑا ہونے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ سمجھدار اور ناسمجھ بچے بالغوں کی صف میں کھڑے ہو جائیں اور نماز شروع کر دیں، تو بعد میں آنے والے نمازی کا ان کو صف سے پیچھے کرنا کیسا ہے؟ **سائل: غلام سرور (خدا کی بستی، سرجانی ٹاؤن، کراچی)**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب**

جماعت کے اندر بالغوں کی صف میں شامل ہونے والے بچے دو قسم کے ہیں اور ہر ایک کا علیحدہ حکم ہے۔

(1) **بالکل ناسمجھ جو نماز پڑھنا ہی نہیں جانتا**۔ ایسا بچہ شرعی طور پر نماز کا اہل ہی نہیں ہے، اگر وہ صف میں کھڑا ہو، تو صف بھی قطع ہو گی اور قطع صف ناجائز و گناہ ہے، لہٰذا اگر ایسا ناسمجھ بچہ بالغوں کی صف میں کھڑا ہو، چاہے نماز شروع کر چکا ہو یا نہیں بہر صورت اس کو شفقت کے ساتھ یا تو پچھلی صف میں کر دیا جائے یا جو نمازی آتا جائے، وہ اس کو سائیڈ میں کر کے اس کی جگہ خود کھڑا ہوتا جائے۔

(2) **سمجھدار بچہ جو نماز سے واقف ہو**۔ یہ بچہ شرعی طور پر نماز کا اہل ہے اور اس کی نماز درست ہے۔ یہ اگر بالغوں کی صف میں کھڑا ہو کر نماز شروع کر دے، تو اسے صف میں ہی کھڑا رہنے دیا جائے، وہاں سے ہٹا کر اس کو سائیڈ میں یا پیچھے نہ کیا جائے، بلکہ نماز شروع کرنے سے پہلے ایسا سمجھدار بچہ ایک ہی ہو، تو اسے بالغوں کی صف میں کھڑے ہونے کی واضح طور پر اجازت ہے اور اس کے کھڑا ہونے سے صف بھی قطع نہیں ہوتی، البتہ اگر ایسے ہی سمجھدار بچے ایک سے زائد ہوں، تو ان کو نماز شروع کرنے سے پہلے ہی شفقت و محبت سے پیچھے کر دیا جائے کہ بچوں کی صف سب سے آخر میں بنانے کا حکم ہے۔

فتاوی مصطفویہ میں مفتی اعظم ہند فرماتے ہیں: "بچوں کو پیچھے کھڑا کرنا چاہیے۔ اگر کوئی بچہ یا چند بچے یا سب جو آئے، وہ اگلی صف میں شامل ہو گئے، تو اس سے نماز میں کوئی خلل نہ آئے گا، مگر بچوں کو اس سے روکا جائے۔ **جو بچے 9 سال یا اس سے کم کے ہوں انھیں زیادہ تاکید پیچھے کھڑے ہونے کی کی جائے اور جو ناسمجھ بچے نہ ہوں، نماز سے پورے واقف ہوں، انھیں بھی پیچھے**

**کھڑا ہونا چاہیے اگر چہ 9 سال سے زیادہ کے ہوں۔ اگر اگلی صف میں ایسے بچے کھڑے ہوں، تو جو بالغ نہیں، مگر قریب البلوغ ہوں، تو نا سمجھ بچوں کی طرح برا نہیں، باقی ہے یہی بہتر کہ اگلی صف مردوں کی ہو اس کے پیچھے ان کی جو ابھی مرد نہیں۔۔۔۔(مزید آگے ارشاد فرماتے ہیں)۔۔۔۔بالکل نا سمجھ بچے اگر بیچ صف میں ہوں گے، تو یہ برا ہو گا۔ جیسے کچھ کچھ فاصلہ سے آدمی کھڑے ہوں کہ یہ برا اور گناہ بھی ہے۔ حدیث میں فرمایا: "تراصوا الصفوف وسدوا الخلل "(یعنی صفوں میں خوب مل کر کھڑے ہو اور صفوں کے خلا کو بند کرو) اور چھوٹے بچوں کے کھڑے ہونے میں یہ بات سد "خلل گویا حاصل نہ ہو گی۔ اس لیے اگر کوئی بچہ کھڑا ہو جائے، تو یا اسے پیچھے کر دیا جائے یا جو آتا جائے اسے ایک طرف ہٹا کر اس کی جگہ خود کھڑا ہو تا جائے، مگر جبکہ وہ بچہ نماز سے واقف اور ایسا ہو گویا مرد، قریب البلوغ اسے نہ ہٹایا جائے کہ جو ادا میں بلوغ کے قریب ہے گویا وہ بالغ ہے اور اس بارے میں وہ بالغ مرتبہ رجال ہو جانا چاہئے"** (ملقتطا از فتاوی مصطفویہ، ص 216، شبیر برادرز، لاہور)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا کہ سمجھ وال لڑکا آٹھ نو برس کا، جو نماز خوب جانتا ہے، اگر تنہا ہو، تو آیا اسے یہ حکم ہے کہ صف سے دور کھڑا ہو یا صف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے؟

آپ علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا:"صورت مستفسرہ میں اسے صف سے دور یعنی بیچ میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا کرنا تو منع ہے۔ فان صلاۃ الصبی الممیز الذی یعقل الصلاۃ صحیحۃ قطعا وقد امر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسد الفرج والتراص فی الصفوف و نہی عن خلافہ بنہی شدید (کیونکہ وہ بچہ جو صاحب شعور ہو اور نماز کو جانتا ہو، اس کی نماز بالیقین صحیح ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صف کے رخنہ کو پُر کرنے اور اس میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے اور اس کے خلاف سے سخت منع فرمایا ہے) اور یہ بھی کوئی ضروری امر نہیں کہ وہ صف کے بائیں ہی ہاتھ کو کھڑا ہو۔ علماء اسے صف میں آنے اور مردوں کے درمیان کھڑے ہونے کی صاف اجازت دیتے ہیں۔ درمختار میں ہے: "لو واحداً دخل فی الصف "(یعنی اگر بچہ اکیلا ہو، تو صف میں داخل ہو جائے) مراقی الفلاح میں ہے: " ان لم یکن جمع من الصبیان یقوم الصبی بین الرجال " (اگر بچے زیادہ نہ ہوں، تو بچہ مردوں کے درمیان کھڑا ہو جائے) بعض بے علم جو یہ ظلم کرتے ہیں کہ لڑکا پہلے سے داخل نماز ہے، اب یہ آئے، تو اسے نیت بندھا ہوا ہٹا کر کنارے کر دیتے اور خود بیچ میں کھڑے ہو جاتے ہیں، یہ محض جہالت ہے۔"

(ملتقطا از فتاوی رضویہ، ج، 7 ص 51، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: **"مرد اور بچے اور خنثیٰ اور عورتیں جمع ہوں، تو صفوں کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے مردوں کی صف ہو، پھر بچوں کی، پھر خنثیٰ کی، پھر عورتوں کی اور بچہ تنہا ہو، تو مردوں کی صف میں داخل ہو جائے۔"** (بہارِ شریعت، ج 01، ص 586، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

تنبیہ!

ایسے ناسمجھ بچے، جن سے نجاست کا ظنِ غالب ہو، مسجد میں انہیں لانا مکروہ تحریمی یعنی ناجائز و گناہ ہے اور اگر نجاست کا احتمال اور شک ہو، تو مکروہ تنزیہی ہے یعنی گناہ تو نہیں، مگر بچنا بہتر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جنبوا مساجد کم صبیانکم ومجانینکم وشراء کم وبیعکم وخصوماتکم ورفع اصواتکم واقامۃ حدود کم وسل سیوفکم "ترجمہ: اپنی مساجد کو اپنے بچوں، پاگلوں، خرید وفروخت، جھگڑوں، آوازیں بلند کرنے، حدود قائم کرنے اور تلوار کھینچنے سے بچاؤ۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب المساجد، باب مایکرہ فی المساجد، ص132، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

درمختار میں ہے: والعبارۃبین الھلالین من ردالمحتار ملخصا "یحرم (والمراد بالحرمۃ کراھۃ التحریم لظنیۃ الدلیل) ادخال صبیان و مجانین حیث غلب تنجیسھم والا فیکرہ (أی تنزیھا)"یعنی جب بچوں اور پاگلوں کا مسجد کو ناپاک کرنے کا گمان غالب ہو، تو ان کو مسجد میں لانا حرام (یعنی مکروہ تحریمی ہے کیونکہ دلیل (یعنی وہ حدیث جس میں بچوں اور پاگلوں سے مسجد کو بچانے کا حکم ہے) ظنی ہے اور اگر مسجد کی نجاست کا گمان غالب نہ ہو، تو مکروہ تنزیہی ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ، ج02، ص518، مطبوعہ کوئٹہ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــہ

عبدہ المذنب ابو الحسن فضیل رضا عطاری عفاعنہ الباری

03جمادی الثانی 1440ھ /09فروری 2019ء

# رکعت پانے کے لیے مسجد میں دوڑنا کیسا؟

دارُالافتاء اہلسنّت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

1

ریفرنس نمبر: piin 6866 تاریخ 15-12-2021

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ اکثر اوقات دیکھا یہ گیا ہے کہ باجماعت نماز میں امام صاحب رکوع میں ہوتے ہیں، تو کچھ افراد رکعت پانے کے لیے دوڑ کر امام صاحب کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جاتے ہیں، تو کیا اس طرح رکعت پانے کے لیے دوڑ کر جماعت میں شامل ہونا درست ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

رکعت پانے کے لیے دوڑ کر جماعت میں شامل ہونا مکروہ وممنوع ہے، اس کی ممانعت کئی احادیث میں موجود ہے، حتی کہ بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان نے سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کرنے کے لیے جلدی کی، تو آپ نے انہیں بھی منع کر دیا اور فرمایا: "نماز کے لیے سکون اور اطمینان کے ساتھ آؤ۔" علمائے کرام رحمہم اللہ السلام نے اس کی مختلف حکمتیں بیان فرمائی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(1) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق نماز کا ارادہ کرنے والا گویا نماز ہی میں ہے کہ عنقریب وہ اسے ادا کرنے والا ہے، لہٰذا اسے چاہئے کہ وہ نماز کے آداب کا خیال رکھے، خلافِ ادب کوئی کام نہ کرے اور نماز کے لیے اس طرح دوڑنا بھی خلافِ ادب ہے۔

(2) عموماً دوڑنے والے شخص کا سانس پھول جاتا ہے، اگر وہ اسی حالت میں نماز میں شامل ہو گا، تو اذکارِ نماز کو احسن انداز سے ادا نہیں کر پائے گا اور خشوع وخضوع میں بھی خلل پیدا ہو گا، حالانکہ وہ شرعاً مطلوب ہے۔

(3) نماز کی طرف زیادہ قدم چل کر جانا باعثِ ثواب ہے کہ ہر ہر قدم پر ایک نیکی ملتی ہے اور دوڑنے وبھاگنے کی صورت میں اس ثواب میں کمی واقع ہو گی۔

(4) دوڑنے کی وجہ سے گرنے اور چوٹ لگنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور اس طرح اپنے لیے تکلیف کے اسباب اختیار کرنا شرعاً ممنوع ہے۔

ان کے علاوہ ویسے بھی مسجد میں دوڑنا یا زور سے قدم رکھنا، جس سے دھمک پیدا ہو، بذاتِ خود منع ہے، لہٰذا نمازی کو چاہئے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر عمل اور مسجد کے آداب کا خیال کرتے ہوئے سکون واطمینان کے ساتھ آکر جماعت میں شامل ہو، اگر کوئی رکعت چھوٹ جاتی ہے، تو اسے امام کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کر لے۔ البتہ اگر کوئی شخص رکعت پانے کے لیے قدرے تیزی سے آتا ہے، جسے دوڑنا / بھاگنا نہ کہا جائے، اس کی وجہ سے مسجد میں دھمک پیدا نہ ہو اور نہ ہی گرنے وچوٹ لگنے کا خوف

ہو، تو اس میں حرج نہیں۔

**نماز کے لیے دوڑنے کی ممانعت پر احادیث:**

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اذا ثوب بالصلاۃ، فلا تاتوھا وانتم تسعون واتوھا وعلیکم السکینۃ، فماادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا، فان احدکم اذا کان یعمد الی الصلاۃ، فھو فی صلاۃ" ترجمہ: جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے، تو تم نماز کی طرف دوڑتے ہوئے نہ آؤ، تم نماز کی طرف آؤ اور اطمینان کے ساتھ رہو، پس جتنی رکعتیں تم پالو، انہیں پڑھ لو اور جو فوت ہو جائیں، انہیں بعد میں مکمل کر لو، کیونکہ تم میں سے کوئی ایک جب نماز کا ارادہ کرتا ہے، تو وہ نماز ہی میں ہوتا ہے۔ **(الصحیح لمسلم، کتاب المساجد، باب استحباب اتیان الصلاۃ بوقار، ج 1، ص 265، مطبوعہ لاہور)**

بعض اصحاب نے جماعت میں شامل ہونے کے لیے جلدی کی، تو انہیں بھی منع کر دیا گیا۔ چنانچہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: "بینما نحن نصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ سمع جلبۃ رجال، فلما صلی قال: ما شانکم؟ قالوا: استعجلنا الی الصلاۃ؟ قال: فلا تفعلوا، اذا اتیتم الصلاۃ فعلیکم بالسکینۃ، فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا" ترجمہ: ہم حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، اچانک کچھ مردوں کے دوڑنے کی آوازیں سنائی دیں، پس جب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نماز پڑھا چکے، تو ارشاد فرمایا: تمہارا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ہم نے نماز کی طرف جلدی کی ہے، ارشاد فرمایا: ایسا نہ کرو، جب تم نماز کی طرف آؤ، تو اطمینان کے ساتھ آؤ، پس جتنی رکعتیں تم پالو، وہ پڑھ لو اور جو فوت ہو جائیں، انہیں بعد میں پورا کر لو۔

**(الصحیح لبخاری، کتاب الاذان، ج 1، ص 156، مطبوعہ کراچی)**

**ممانعت کی حکمتوں کے حوالہ سے علماء کے ارشادات:**

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "والحکمۃ فی اتیانھا بسکینۃ والنھی عن السعی: ان الذاھب الی صلاۃ عامد فی تحصیلھا ومتوصل الیھا، فینبغی ان یکون متادبا بآدابھا" ترجمہ: اور نماز کی طرف اطمینان کے ساتھ آنے اور دوڑنے سے منع کرنے میں حکمت یہ ہے کہ بے شک نماز کی طرف جانے والا، اس کو ادا کرنے کا ارادہ کرنے والا اور اس تک پہنچنے والا ہے، پس مناسب یہ ہے کہ وہ اس کے آداب کو بجالائے۔

**(شرح النووی علی مسلم، ج 5، ص 99، مطبوعہ، دار احیاء التراث، بیروت)**

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "ان المسرع اذا اقیمت الصلاۃ یصل الیھا وقد انبھر، فیقرا فی تلک الحالۃ، فلا یحصل لہ تمام الخشوع فی الترتیل وغیرہ، بخلاف من جاء قبل ذلک، فان الصلاۃ قد لا تقام حتی یستریح۔۔ والحکمۃ فی منع الاسراع انہ ینافی الخشوع وترکہ ایضا یستلزم کثرۃ الخطی وھو امر مندوب مطلوب وردت فیہ احادیث: منھا حدیث مسلم رواہ عن جابر: ان بکل خطوۃ درجۃ" ترجمہ: جب نماز قائم کی جائے گی

، تو تیز چل کر آنے والا اس حال میں نماز تک پہنچے گا کہ اس کا سانس پھولا ہو گا، پس اس حالت میں وہ جو کچھ بھی پڑھے گا، اسے ٹھہر کر پڑھنے وغیرہ معاملات میں مکمل خشوع حاصل نہیں ہو گا، بر خلاف اس شخص کے جو نماز قائم ہونے سے پہلے آیا ہو، کیونکہ نماز قائم نہیں ہو گی، یہاں تک کہ وہ کچھ سانس لے لے گا اور دوڑنے سے منع کرنے میں یہ بھی حکمت ہے کہ یہ خشوع کے منافی ہے اور اس کا ترک زیادہ قدم چلنے کو بھی مستلزم ہے اور نماز کے لیے زیادہ قدم چلنا مستحب اور مطلوب ہے، اس بارے میں کئی احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں سے ایک صحیح مسلم کی حضرتِ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ ہر قدم پر ایک نیکی ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، ج5، ص152، مطبوعہ، دار احیاء التراث، بیروت)

اور مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "یعنی جماعت کے لیے گھبرا کر دوڑتے نہ آؤ کہ اس میں گر جانے، چوٹ کھانے کا اندیشہ ہے۔۔ یعنی جب سے وہ نماز کے ارادے سے گھر سے چلا، اسے نماز کا ثواب مل رہا ہے، پھر جلدی کیوں کرتا ہے، کیوں گرتا اور چوٹ کھاتا ہے، اطمینان سے آئے، جو پائے، اس کو ادا کرے۔ خیال رہے کہ اگر تکبیر اولی یا رکوع پانے کے لیے قدرے تیزی سے آئے، مگر نہ اتنی کہ چوٹ لگنے، گرنے کا اندیشہ ہو، تو مضائقہ نہیں، جیسا کہ فاروق اعظم کا عمل پہلے بیان ہوا۔"

(مراۃ المناجیح، ج1، ص425 تا426، مطبوعہ، نعیمی کتب خانہ، کراچی)

## حکم مسئلہ پر فقہی جزئیات:

علامہ ابو بکر کاسانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "ویؤمر من ادرک القوم رکوعا ان یاتی وعلیہ السکینۃ والوقار ولا یعجل في الصلاۃ حتی یصل الی الصف فما ادرک مع الامام صلی بالسکینۃ والوقار وما فاتہ قضی" ترجمہ: جس نے امام کو رکوع میں پایا، اسے حکم دیا جائے گا کہ وہ اطمینان اور وقار کے ساتھ آئے اور نماز کے معاملہ میں جلدی نہ کرے یہاں تک کہ اسی طرح صف تک پہنچ جائے، پس جو رکعتیں امام کے ساتھ مل گئیں، انہیں اطمینان اور وقار کے ساتھ پڑھ لے اور جو فوت ہوئیں، انہیں بعد میں پڑھ لے۔ (بدائع الصنائع، ج1، ص218، مطبوعہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نماز کے مکروہات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "والھرولۃ للصلاۃ" اور نماز کے لیے دوڑنا مکروہ ہے۔ (ردالمحتار، ج1، ص654، مطبوعہ، دار الفکر، بیروت)

مسجد میں دوڑنے سے متعلق ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت میں ہے: "مسجد میں دوڑنا یا زور سے قدم رکھنا، جس سے دھمک پیدا ہو، منع ہے۔" (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص318، مطبوعہ، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

10 جمادی الاولی 1443ھ/15 دسمبر 2021ء

# امام سے دنیاوی رنجش رکھنے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

1

ریفرنس نمبر: Gul 2357 تاریخ: 16-11-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک امام صاحب میں اہلیتِ امامت کی تمام شرائط موجود ہیں اور وہ امام صاحب تمام حاضرین میں سے نماز و طہارت کے مسائل میں زیادہ علم رکھتے ہیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ ایک شخص دنیاوی دشمنی و رنجش کی وجہ سے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو ناپسند سمجھتا ہے۔ کیا ایسے شخص کی نماز امام صاحب کے پیچھے ہو جائے گی یا نہیں؟ شرعی رہنمائی فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بیان کردہ صورت میں اگر واقعی امام صاحب میں اہلیتِ امامت کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں، تو ایسے امام صاحب کے پیچھے اس مقتدی کی نماز ہو جائے گی، البتہ امام صاحب کی اقتدا کو ناپسند کرنے والے شخص پر ملامت کی جائے گی، لہذا ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ امام صاحب کے ساتھ دنیاوی معاملات کی وجہ سے رنجش نہ رکھے اور اس کام سے باز رہے۔

سنن ابی داؤد کی حدیث پاک کے ایک جز: "من تقدم قوما وھم لہ کارھون "ترجمہ: جو کسی قوم کی امامت کے لیے آگے بڑھا، حالانکہ قوم اس کے امام بننے کو ناپسند کرتی ہے۔ اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ھذا الوعید فی حق الرجل الذی لیس من اھل الامامۃ فیتغلب علیھا حتی یکرہ الناس امامتہ فاما المستحق للامامۃ فاللوم علی من کرھہ "ترجمہ: یہ وعید اس شخص کے حق میں ہے جو امامت کا اہل نہیں ہے اور لوگوں کی ناپسندیدگی کے باجود امامت کے لیے آگے بڑھ جاتا ہے۔ بہر حال جو امامت کا مستحق ہے، تو اس صورت میں جو ناپسند کر رہے ہیں، ان پر ملامت ہو گی۔

(شرح ابی داود للعینی، جلد3، صفحہ98، مطبوعہ مکتبۃ الرشد)

نہر الفائق میں ہے: "ام قوما وھم لہ کارھون ان الکراھۃ لفساد فیہ او لانھم احق منہ بالامامۃ کرہ لہ ذلک وان کان ھو احق بالامامۃ لا یکرہ والکراھۃ علی القوم "ترجمہ: اگر کوئی شخص قوم کی امامت کرواتا ہے، اور وہ اس کو ناپسند کرتے ہیں، تو اگر امام میں کسی خرابی کی وجہ سے کراہت ہو یا دوسرے لوگ امام سے زیادہ امامت کے حقدار ہوں، تو (اس کا امام بننا) مکروہ ہے اور اگر وہی امامت کا سب سے زیادہ حقدار ہو (اور اس میں کوئی فساد بھی نہ ہو اور اس کے باوجود لوگ اس کو ناپسند کریں) تو کراہت قوم پر ہے۔

(نہر الفائق، جلد1، صفحہ242، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

بحر الرائق میں ہے:"والکراھة علی القوم وھو ظاھر لانھا ناشئة عن الاخلاق الذمیمة "ترجمہ:اور کراہت قوم پر ہو گی اور یہی ظاہر ہے، کیونکہ یہ ناپسندیدگی برے اخلاق سے پیدا ہوئی۔ (بحر الرائق، جلد1، صفحہ609، مطبوعہ کوئٹہ)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"کراہت قوم اگر بلاوجہ شرعی ست چنانکہ امامت عالمی صالح رابسبب بعض منازعات دنیویہ خودشاں مکروہ دارند یا امامت عبد واعمی دامثالہمارا بانکہ افضل واعلم قوم باشند بد پندارند نگاہ کراہت ایشاں باشد ودرحق امامت اثرے ندارد ،واگر بوجہ شرعی است چنانکہ امام فاسق یامبتدع ست یا بحالِ عدم اعلمیت یکے ازاربعہ مذکورین اعنی عبدواعرابی وولدالزناواعمی است یا آنکہ درقوم کسے ست بوجہ مرجحات شرعیہ مثل زیادت علم وجودت قرأت وغیرہما احق واولٰی ازوست دریں حالت ہمچو کس رابا وصف مکروہ داشتن قوم بامامت پیشں رفتن ممنوع ومکروہ تحریمی ست۔۔۔بالجملہ موجب کراہت دو گونہ است یکے ذاتی کہ خوددرآنکس وجہے باشد کہ شرعاً امامت اومطلقاًیادرجماعت حاضرہ ممنوع یا خلاف اولی بود چنانکہ امثلہ اش گزشتہ دوم خارجی وآں مکروہ پنداشتن قوم است مرتقدم اورا،بازذاتی بردوصنف است یکے لحق الشرع چوں فسق وابتداع وجہل ،دوم لحق الغیر چوں حضور صاحب البیت یا امام الحی یا قاضی یا سلطان کہ خلوا ینکس ازمزیتے کہ دیگرے دارد حامل بر کراہت شدازیں کراہت ذاتی است ووجہ اومرعات حق غیر است۔۔۔تاثیر ذاتی درنفس نماز است واثر خارجی برذات امام یاقوم نہ برنماز ،ووقوع اثرش برامام مشروط بوجہ اول ست ورنہ خود برقوم باز گرد۔۔۔اعمی مثلاً اعلم قوم نباشد وقوم ہم بتقدیم اوراضی نے انگاہ تقدم مراورامکروہ تحریمی بودونماز پس اومکروہ تنزیہی واگرقوم بتقدیم اوراضی شود کراہت اولی مرتفع شود وثانیہ باقی واگراعلم قوم است پس بحال رضا رضائے قوم ہیچ کراہتے نیست وحال کراہت خود بر کاہین است وامام وامامت بری مثلہ فی ذلک نظرائہ الثلثة علی مابحثہ فی البحر "ترجمہ:اگر قوم کی کراہت شرعی عذر کے بغیر ہو، جیسا صالح اور عالم کی امامت کو اپنے بعض دنیوی تنازعے کی وجہ سے مکروہ سمجھتے ہوں یا غلام، نابینا وغیرہ کی امامت کو مکروہ سمجھتے ہوں، حالانکہ وہ قوم سے افضل ہوں، تو ایسی صورت میں قوم کی اپنی ناپسندیدگی کوئی معنی نہیں رکھتی، لہٰذا ان افراد کی امامت میں وہ اثرانداز نہ ہوگی، اگر کراہت کسی شرعی عذر سے ہو، مثلاً: امام فاسق یا بدعتی ہو یا مذکور چار افراد غلام، اعرابی، ولد زنا اور نابینا دوسروں سے افضل واعلم نہ ہوں یا قوم میں کوئی ایسا شخص موجود ہو، جس میں شرعی ترجیحات ہوں، مثلاً: علم زیادہ رکھتا ہے، تجوید وقراءت کا ماہر ہے، تو یہ خود امامت کے زیادہ لائق اور حقدار ہے، ایسی صورت میں جس شخص کو امام بنانا قوم مکروہ جانے اس شخص کو امام بننا ممنوع اور مکروہ تحریمی ہے۔۔۔الغرض کراہت کا سبب دو طرح پر ہے، ایک ذاتی کہ اس شخص کے اندر ایسی بات پائی جاتی ہو کہ اس کی امامت مطلقاً یا جماعت حاضرہ میں ممنوع یا خلاف اولی ہو، جیسا کہ اس کی مثالیں گزریں۔ دوم سبب خارجی ہے، وہ یہ کہ قوم خاص اس کے امام بننے کو ناپسند جانتی ہو، پھر ذاتی کی دو صورتیں ہیں۔

ایک حق شرع کی بنا پر، مثلاً: فاسق ہونا، بدعتی ہونا اور جاہل ہونا۔ دوم غیر کے حق کی وجہ سے، مثلاً: صاحب خانہ، امام محلہ، قاضی یا سلطان کا موجود ہونا، کیونکہ اس صورت میں یہ شخص اس اضافی چیز سے خالی ہے، جو دوسرے میں ہے، لہذا اس وجہ سے کراہت آئے گی، اس وجہ سے یہ ذاتی ہے اور اس کی وجہ حق غیر کی رعایت ہے۔۔۔ذاتی کا اثر نماز پر پڑتا ہے، خارجی کا اثر ذاتِ امام یا قوم پر ہوگا نماز پر نہیں، خارجی کا وقوعِ اثر امام پر وجودِ اول سے مشروط ہے، ورنہ خود قوم پر اثر لوٹ جائے گا۔۔۔ نابینا مثلاً: جو قوم سے زیادہ عالم نہ ہو اور قوم اس کے تقدم پر راضی نہ ہو، تو اس کا امام بننا مکروہ تحریمی ہوگا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہوگی، اگر قوم اس کے تقدم پر راضی ہو، تو پہلی کراہت ساقط دوسری باقی رہے گی۔ اور اگر قوم سے زیادہ عالم ہو، تو قوم کی رضا کی صورت میں کوئی کراہت نہ ہوگی، اگر قوم ناپسند کرتی ہو تو کراہت ان لوگوں پر ہوئی جو ناپسند کر رہے ہیں اور امام اور امامت دونوں اس (کراہت) سے بری ہوں گے، باقی تینوں کا بھی یہی حکم ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ471، 475، مطبوعہ رضا فاونڈیشن، لاھور)

مزید ایک مقام پر فتاوی رضویہ میں ہے: "اگر اس میں کوئی قصور شرعی نہیں، تو اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں اور ان رنج والوں پر وبال ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ575، مطبوعہ رضا فاونڈیشن، لاھور)

فتاوی امجدیہ میں ہے: "محض دنیاوی عداوت ہے اور زید قابل امامت ہے، تو بکر زید کے پیچھے نماز پڑھے، کچھ کراہت نہیں۔ بلکہ محض دنیاوی عداوت کی بنا پر، اس کے پیچھے نماز چھوڑ دینے سے خود بکر پر، الزام ہے۔۔۔ دنیاوی عداوت کی بنا پر تین دن سے زیادہ جدائی اور قطع تعلق جائز بھی نہیں نہ کہ اس حد کی کہ جس مسجد میں وہ نماز پڑھے، یہ اس کے ساتھ بھی نماز نہ پڑھے اس کی اقتداء تو درکنار۔۔۔لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ باہمی عداوت کو دور کریں اور مل کر رہیں کہ اسی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔"

(فتاوی امجدیہ، جلد1، حصہ1، صفحہ111، 112، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی)

فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ امام کی برائی بیان کرنے والے مقتدی کے بارے میں فرماتے ہیں: "اگر امام فاسق معلن نہیں ہے، تو برائی کرنے والا سخت گنہگار حق العباد میں گرفتار، مگر اس کی نماز اس کے پیچھے ہو جائے گی۔"

(فتاوی فیض الرسول، جلد1، صفحہ272، شبیر برادرز، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم

**کتبـــــــــــــــــہ**

**مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی**

10 ربیع الثانی 1443ھ/16 نومبر 2021ء

# نمازِ عید کی پہلی رکعت فوت ہو جائے تو مسبوق اپنی بقیہ رکعت میں تکبیریں کب کہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر نمازِ عید کی پہلی رکعت فوت ہو جائے، تو مسبوق اپنی بقیہ رکعت میں تکبیریں کہاں کہے، قراءت سے پہلے یا قراءت کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

صحیح طریقہ یہ ہے کہ مسبوق عید کی نماز میں جب اپنی فوت شدہ رکعت پڑھنے کے لیے کھڑا ہو، تو وہ پہلے قراءت کرے، پھر تکبیرات کہے یہی راجح ہے، لیکن اگر کسی نے پہلے تکبیرات کہہ کر پھر قراءت کی تو یہ ناجائز نہیں، نماز ہو جائے گی۔

فتح القدیر میں ہے: "ولو سبق بركعة ورأى رأي ابن مسعود رضي اللہ عنه يقرأ أولا فيما يقضي ثم يكبر تكبيرات العيد وفي النوادر يكبر أولا ، لأن ما يقضيه المسبوق أول صلاته في حق الأذكار إجماعا. وجه الظاهر أن البداءة بالتكبير يؤدي إلى الموالاة بين التكبيرات، وهو خلاف الإجماع، ولو بدأ بالقراءة يكون موافقا لعلي رضي اللہ عنه، لأنه بدأ بالقراءة فيهما" ترجمہ: اگر کسی کی ایک رکعت فوت ہو گئی اور اس کا مذہب سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والا ہے، **تو وہ فوت شدہ رکعت کو قضا کرنے میں ابتداءً قراءت کرے اور پھر عید کی تکبیرات کہے** اور نوادر میں ہے کہ پہلے تکبیرات کہے گا، کیونکہ مسبوق کی جو نماز قضا ہوئی وہ بالاجماع اذکار کے اعتبار سے اس کی نماز کا پہلا حصہ ہے۔ ظاہر الروایہ کی وجہ یہ ہے کہ تکبیرات سے ابتدا کرنا، تکبیرات کو پے در پے کہنے کی طرف لے جاتا ہے اور یہ خلافِ اجماع ہے اور اگر وہ قراءت سے ابتدا کرے، تو یہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے موافقت ہے کہ انہوں نے دونوں رکعتوں میں قراءت سے ابتدا کی۔ **(فتح القدیر، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ العیدین، جلد 2، صفحہ 76، مطبوعہ کوئٹہ)**

بحر الرائق میں ہے: "المسبوق بركعة إذا قام إلى القضاء فإنه يقرأ ثم يكبر؛ لأنه لو بدأ بالتكبير

يصير موالیا بین التكبيرات، ولم يقل به أحد من الصحابة، ولو بدأ بالقراءة يصير فعله موافقا لقول علي فكان أولى كذا في المحيط "ترجمہ: **مسبوق جس کی ایک رکعت فوت ہوگئی، جب وہ اپنی فوت شدہ کی قضا کے لیے کھڑا ہو گا تو پہلے قراءت کرے گا پھر تکبیرات کہے گا**، اس لیے کہ اگر اس نے تکبیرات سے ابتدا کی تو وہ (امام کے ساتھ پڑھی گئی دوسری اور اب اپنی قضا میں پڑھی گئی) تکبیرات کو پے در پے کہنے والا ہو جائے گا اور یہ بات کسی صحابی سے ثابت نہیں۔ اگر وہ قراءت سے شروع کرے گا تو اس کا یہ فعل حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موافق ہو جائے گا اور یہ عمل اولیٰ ہے، اسی طرح محیط میں ہے۔

**(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، جلد2، صفحہ282، مطبوعہ کوئٹہ)**

ردالمحتار میں ہے:" (قوله لئلا يتوالى التكبير) أي لأنه إذا كبر قبل القراءة وقد كبر مع الإمام بعد القراءة لزم توالي التكبيرات في الركعتين قال في البحر ولم يقل به أحد من الصحابة ولو بدأ بالقراءة يصير فعله موافقا لقول علي رضي الله عنه فكان أولى كذا في المحيط وهو مخصص لقولهم: إن المسبوق يقضي أول صلاته في حق الأذكار "ترجمہ (صاحب در مختار کا) قول کہ اس طرح مسلسل تکبیرات کا ہونا پایا جائے گا یعنی اگر وہ قبل از قراءت تکبیرات پڑھتا ہے اور امام کے ساتھ قراءت کے بعد بھی اس نے تکبیرات پڑھی ہیں، تو اس صورت میں دونوں رکعتوں میں مسلسل تکبیرات پڑھنا پایا گیا۔ بحر میں فرمایا کہ یہ عمل کسی صحابی نے نہیں فرمایا **اور اگر مسبوق قراءت سے ابتدا کرتا ہے، تو یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موافقت ہو جائے گی اور یہ اولیٰ ہے**، جیسا کہ محیط میں ہے، تو یہ حکم فقہاء کے اس قول کہ "مسبوق پہلے اذکار والی نماز پڑھے گا" کو خاص کرنے والا ہو جائے گا۔ **(ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، جلد3، صفحہ64، مطبوعہ کوئٹہ)**

مراقی الفلاح میں ہے:" (فإن قدم التكبيرات) في الركعة الثانية (على القراءة جاز) لأن الخلاف في الأولوية لا الجواز وعدمه "ترجمہ: اگر دوسری رکعت میں تکبیرات کو قراءت پر مقدم کیا تو یہ جائز ہے، اس لیے کہ **اس مسئلہ میں اختلاف اولویت میں ہے نہ کہ جواز و عدم جواز ہونے میں۔**

**(مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، باب احکام العیدین، صفحہ273، المکتبۃ المدینہ، کراچی)**

فتاوی امجدیہ میں اسی طرح کے سوال کے جواب میں مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں:

”نماز عیدین میں جس کی پہلی رکعت جاتی رہی وہ جب اس کو ادا کرے، تو بہتر یہی ہے کہ **پہلے قراءت کرے بعد میں تکبیرات کہے**، کلیہ اس امر کو مقتضی نہیں کہ پہلے تکبیر کہی جائے۔ پہلی رکعت میں تکبیرات کا تقدم اس وجہ سے تھا کہ تکبیر تحریمہ سے اس کا الحاق بہ نسبت تکبیر رکوع کے اولیٰ تھا۔ بحر الرائق میں ہے:”فی الرکعۃ الاولی تخللت الزوائد بین تکبیرۃ الافتتاح وتکبیرۃ الرکوع فوجب الضم الی احدھما والضم الی تکبیرۃ الافتتاح اولی لانھا سابقۃ وفی الرکعۃ الثانیۃ الاصل فیہ تکبیرۃ الرکوع لا غیرہ فوجب الضم الیھا ضرورۃً کذافی المحیط“ اس عبارت سے بھی یہی ثابت کہ بعد میں کہے کیونکہ مسبوق کی اس رکعت میں تکبیر افتتاح ہی نہیں دراصل اس رکعت میں تکبیر رکوع ہے، لہٰذا اسی کے ساتھ ضم کی جائے۔ جب قیاس اس امر کو مقتضی ہے کہ قراءت کے بعد کہی جائیں، تو اس کے ترک کے لیے صحابہ کرام کا قول یا فعل درکار تھا اور جب یہ موجود نہیں ،بلکہ حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کا قول قیاس ہی کا مؤید ہے، تو اس پر عمل کیا جائے گا اور علامہ شامی اور ائمہ کی عبارت کا مطلب واضح ہو گیا، دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ دونوں رکعتوں کی قراءت میں موالات مندوب ہے، عامۂ متون میں ہے:” ویوالی بین القرأتین اور موالات بین التکبیرات خلاف اجماع ہے۔ غنیہ ذوی الاحکام میں ہے:”ان البدائۃ بالتکبیرات تؤدی الی الموالات بین التکبیرات وھوخلاف الاجماع“ اسی وجہ سے صاحب درمختار نے قراءت کو مقدم کرنے کی یہی وجہ لکھی۔“

**(فتاوی امجدیہ، جلد1، صفحہ179 مکتبہ رضویہ، کراچی)**

**واللہ اعلم** عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

**کتبـــــــــــــــــہ**

**مفتی ابوالحسن محمد ہاشم خان عطاری**

ریفرنس نمبر:FSD-8149 تاریخ:16-12-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلے کے بارے میں کہ وہ شخص کہ جس میں امامت کی شرائط مکمل ہیں، لیکن ٹانگ کٹی ہوئی ہونے کے سبب لنگڑا یعنی ٹانگ سے معذور ہے۔ چلنے پھرنے کے لیے بیساکھی (Crutches) استعمال کرتا ہے، تو کیا ایسا شخص امامت کرواسکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

ایسا ٹانگ سے معذور شخص کہ جس میں امامت کی شرائط موجود ہیں، رکوع و سجود پر قادِر ہے، نیز وہاں موجود افراد میں اُس سے زائد یا برابر طہارت اور نماز کے مسائل جاننے والا موجود نہیں، تو اُس کی امامت بلا کراہت جائز ہے اور اگر یہی شخص طہارت و نماز کے مسائل زیادہ جانتا ہے، تو اِس کی امامت دیگر سے بہتر ہے اور اگر وہاں کوئی دوسرا ایسا فرد موجود ہے کہ جس کے اعضاء بھی کامل ہیں، امامت کی شرائط بھی موجود ہیں، نیز اِس ٹانگ سے معذور کے برابر یا زائد مسائل نماز سے واقِف ہے، تو ایسے فرد کی موجودگی میں ٹانگ سے معذور کا امامت کرنا خلافِ اَولیٰ ہے، البتہ مقتدیوں کی نماز پھر بھی ہو جائے گی۔

اوپر نفسِ حکم بیان کر دیا گیا، البتہ یہاں ایک دوسرا پہلو بھی قابلِ غور ہے کہ بعض اوقات ایسے فرد کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے لوگ تنفُّر محسوس کرتے ہیں اور اِس کے سبب مقتدیوں کی تعداد میں کمی واقع ہوتی ہے، لہذا اگر ایسی صورت حال ہو تو بہتر ہے کہ ایسا شخص ہی امامت کرے کہ جس کے اعضاء مکمل ہوں اور جامع شرائط ہو۔ فقہائے کرام نے بعض ناقص الاعضاء افراد کی امامت کی کراہت کا مدار "تنفُّر" بھی بنایا ہے، لہذا صورتِ مسئولہ میں اِس پہلو کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔

علامہ ابنِ عابدین شامی دِمشقی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1252ھ / 1836ء) لکھتے ہیں: "كذلك أعرج يقوم ببعض قدمه، فالاقتداء بغيره أولى تتارخانية، وكذا۔۔۔من له يد واحدة فتاوى الصوفية عن التحفة"

ترجمہ: **اِسی طرح پاؤں کے بعض حصے پر کھڑے ہونے والے ٹانگ سے معذور شخص کے علاوہ دوسرے کی اقتدا بہتر ہے۔** بحوالہ: "الفتاویٰ التتارخانیة" یہی حکم (اس کا ہے) جس کا ایک ہاتھ ہو، اُن کی اقتدا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ بحوالہ: "فتاوی الصوفیۃ عن التحفۃ"۔ **(ردالمحتار مع درمختار، جلد2، صفحہ360، مطبوعہ کوئٹہ)**

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "لو كان لقدم الإمام عوج وقام على بعضها يجوز وغيره أولى" ترجمہ: اگر امام کے پاؤں میں ٹیڑھا پن ہو کہ پورا پاؤں زمین پر نہیں جما سکتا، تب بھی اس کی امامت جائز ہے، مگر (اس کے مقابلے میں) غیر معذور کی امامت بہتر ہے۔ **(الفتاوی الهندية، جلد1، صفحہ84، مطبوعہ کوئٹہ)**

امامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1340ھ / 1921ء) سے سوال ہوا کہ ایک شخص کا دائیاں ہاتھ ٹوٹ گیا ہے اور اب وہ اِس قابل نہیں کہ تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت اپنے ہاتھ کو کان سے مس کر سکے، یعنی صرف ایک ہاتھ کان سے مس کر کے تکبیر تحریمہ کہتا ہے، تو کیا اُس کے پیچھے نماز ہو جائے گی؟ کہ بعض لوگ اُس کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے انکار کرتے ہیں۔" آپ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے جواباً لکھا: "خیال مذکور غلط ہے۔ اُس کے پیچھے جوازِ نماز میں کلام نہیں، ہاں غایت یہ ہے کہ اُس کا غیر اَولیٰ ہونا ہے، وہ بھی اُس حالت میں کہ یہ شخص تمام حاضرین سے علم مسائلِ نماز وطہارت میں زیادت نہ رکھتا ہو، ورنہ یہی اَحق واَولیٰ ہے۔"

**(فتاویٰ رضویہ، جلد06، صفحہ450، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)**

**واللہ اعلم** عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

**کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــہ**

**مفتی محمد قاسم عطاری**

**21 جمادی الأولی 1444ھ/16 دسمبر 2022ء**

# صف مکمل ہونے کے بعد اکیلا نمازی جماعت میں کیسے شامل ہو؟

1

ریفرنس نمبر Pin 6679      تاریخ: 14-02-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کسی نے جماعت میں صف مکمل ہونے کی صورت میں پچھلی صف میں اکیلے کھڑے ہو کر نماز ادا کی، تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی؟ ہم نے سنا ہے کہ ایسی صورت میں آگے والی صف میں سے کسی نمازی کو کھینچ لینا چاہیے، اکیلے کھڑے نہیں ہو سکتے، اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

اگلی صف میں جگہ ہونے کے باوجود پچھلی صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی و گناہ ہے، البتہ اگر صف دونوں کونوں تک مکمل ہو چکی ہو، تو بہتر یہ ہے کہ پچھلی صف میں تنہا نماز شروع نہ کرے، بلکہ رکوع تک کسی کے آنے کا انتظار کرے، کوئی آ جائے، تو دونوں مل کر صف بنالیں، اگر کوئی بھی نہ آئے اور رکعت فوت ہونے کا خوف ہو، تو اگلی صف میں قریب سے کسی نمازی کو کھینچ لے اور اس کے ساتھ کھڑا ہو جائے، لیکن خیال رہے کہ جسے کھینچے وہ اس مسئلے کو جانتا ہو اور بہتر ہے کہ اچھے اخلاق والا بھی ہو کہ کہیں مسئلہ نہ جاننے کے سبب اِس کے کھینچنے کی وجہ سے وہ اپنی نماز ہی توڑ بیٹھے اور غصے کی وجہ سے سمجھنے سے پہلے لڑائی ہی شروع نہ کر دے۔ یہاں علماء فرماتے ہیں کہ چونکہ ہمارے زمانے میں دینی مسائل سے ناواقفیت عام ہے، لہذا اس زمانے کے اعتبار سے بہتر یہ ہے کہ اگلے نمازی کو نہ کھینچا جائے، بلکہ تنہا ہی نماز شروع کر دے۔ بہر حال اگر کسی نے بلا عذر بھی صف میں تنہا کھڑے ہو کر نماز پڑھ لی، تو اس کی نماز ہو جائے گی، اگرچہ بلا عذر ایسا کرنا گناہ ہے۔

پہلے اگلی صف مکمل کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اتموا الصف المقدم، ثم الذي يليه، فما كان من نقص فليكن في الصف المؤخر“ ترجمہ: (پہلے) اگلی صف مکمل کرو، پھر اسے جو اس کے ساتھ ملی ہوئی ہے، پس جو کمی ہو وہ آخری صف میں ہو۔“

(سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب تسویۃ الصفوف، جلد 1، صفحہ 107، مطبوعہ لاہور)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: ”عن عطاء في الرجل يدخل المسجد وقد تم الصف قال: ان استطاع ان يدخل في الصف دخل والا اخذ بيد رجل، فاقامه معه ولم يقم وحده“ ترجمہ: حضرت عطاء بن رباح (رضی اللہ عنہ)

ایسے شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جو مسجد میں آئے اور صف پوری ہو چکی ہو کہ اگر اسے (اگلی) صف میں داخل ہونا، ممکن ہو، تو داخل ہو جائے، ورنہ کسی شخص کا ہاتھ پکڑے اور اپنے ساتھ کھڑا کرلے، تنہا کھڑا نہ ہو۔"

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوۃ التطوع۔۔الخ، جلد2، صفحہ34، مطبوعہ عرب شریف)

بدائع الصنائع میں ہے:"وینبغي اذا لم یجد فرجة ان ینتظر من یدخل المسجد لیصطف معه خلف الصف، فان لم یجد احدا وخاف فوت الرکعة جذب من الصف الی نفسه من یعرف منه علما وحسن الخلق لکي لا یغضب علیه، فان لم یجد یقف حینئذ خلف الصف بحذاء الامام" ترجمہ: مقتدی جب اگلی صف میں جگہ نہ پائے، تو اسے چاہیے کہ کسی کے مسجد میں داخل ہونے کا انتظار کرے تاکہ اس کے ساتھ پچھلی صف میں کھڑا ہو سکے، پس اگر کوئی بھی نہ ملے اور رکعت کے فوت ہونے کا خوف ہو، تو اگلی صف میں سے کسی ایسے شخص کو کھینچ لے جو مسئلہ جاننے والا اور خوش اخلاق ہو، تاکہ وہ دوسرا شخص کھینچنے والے پر غصہ نہ کرے، پس اگر ایسا شخص بھی نہ پائے، تو اس صورت میں امام کے پیچھے تنہا کھڑا ہو جائے۔"

(بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، باب بیان مایستحب فی الصلوۃ ومایکرہ، جلد1، صفحہ218، مطبوعہ بیروت)

مجمع الانہر میں ہے:"لکن الاولی فی زماننا القیام وحدہ لغلبة الجهل، فانه اذا جذب احداً ربما افسد صلاته" ترجمہ: لیکن ہمارے زمانے میں جہالت عام ہونے کی وجہ سے اولی یہ ہے کہ نمازی اکیلا کھڑا ہو جائے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کو کھینچے تو وہ اپنی نماز فاسد کر دے۔"

(مجمع الانہر، کتاب الصلوۃ، جلد1، صفحہ188، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی فقیہ ملت میں اسی طرح کے سوال کے جواب میں ہے:"اگر پہلی صف پُر (مکمل) ہو چکی ہے، تو آنے والا شخص دوسرے کے آنے کا انتظار کرے، اگر کوئی نہیں آیا اور امام رکوع میں چلا گیا، تو وہ صفِ اول سے جو اس مسئلہ کا جانکار ہو، کھینچ کر دوسری صف میں اپنے ساتھ ملا کر کھڑا ہو جائے اور اگر ایسا شخص نہیں جو اس مسئلہ کا جانکار ہو، تو وہ اکیلے امام کی سیدھ میں کھڑا ہو سکتا ہے اور اگر بلا عذر بھی اکیلے کھڑا ہو جائے، تو بھی نماز ہو جائے گی۔"

(فتاوی فقیہ ملت، جلد1، صفحہ157، شبیر برادرز، لاہور)

**واللہ اعلم** عزوجل و **رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم

**کتبـــــــــــــہ**

**مفتی محمد قاسم عطاری**

01رجب المرجب1442ھ14فروری2021ء

ریفرنس نمبر: har-4416 تاریخ: 28-09-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میں ظہر کی جماعت میں دوسری رکعت میں شامل ہوا، نماز کے دوران امام سے سہو واقع ہوا، جس کی وجہ سے امام نے سجدہ سہو کرنا تھا، تو جب امام نے آخر میں سجدہ سہو کے لیے سلام پھیرا، تو میں نے بھی بھولے سے سلام پھیر دیا اور بالکل امام کے سلام سے متصل سلام نہیں پھیرا، بلکہ تھوڑا تاخیر سے پھیرا، بعد میں اپنی نماز میں سجدہ سہو بھی نہیں کیا، تو کیا میری نماز ہو گئی یا دوبارہ پڑھنی ہو گی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

مسبوق کے لیے امام کے ساتھ سجدہ سہو کرنے کے حوالے سے یہ حکم ہے کہ وہ سجدہ سہو تو کرے گا، لیکن سجدہ سہو کے لیے کیے جانے والے سلام میں امام کی پیروی نہیں کرے گا یعنی سلام نہیں پھیرے گا۔ اس کے باوجود اگر اس نے قصداً امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اس کو دوبارہ نماز پڑھنی ہو گی، اور اگر بھولے سے امام کے ساتھ سلام پھیرا، تو اس صورت میں چاہے بالکل امام کے سلام سے متصل سلام پھیرا ہو یا امام

کے سلام سے پہلے یا بعد میں سلام پھیرا ہو، بہر صورت اس کی نماز ہو جائے گی اور کسی صورت میں سجدہ سہو لازم نہیں ہو گا، لہذا صورتِ مسئولہ میں جبکہ آپ نے بھولے سے سلام پھیرا، تو آپ پر سجدہ سہو لازم نہیں تھا اور آپ کی نماز ہو گئی، دوبارہ لوٹانے کی حاجت نہیں۔

سجدہ سہو میں مسبوق امام کی پیروی کرے گا۔ چنانچہ تنویر الابصار مع در مختار میں سجدہ سہو کے باب میں ہے:" (والمسبوق یسجد مع امامہ مطلقاً) سواء کان السھو قبل الاقتداء او بعدہ، (ثم یقضی مافاتہ)"اور مسبوق امام کے ساتھ مطلقاً سجدہ (سہو) کرے گا یعنی سہو چاہے اس کی اقتداء سے پہلے لاحق ہوا ہو یا بعد میں، پھر اپنی بقیہ نماز جو رہ گئی تھی پوری کرے گا۔

تنویر الابصار کی عبارت (والمسبوق یسجد مع امامہ) کے تحت رد المحتار میں ہے:"قید بالسجود، لانہ لا یتابعہ فی السلام، بل یسجد و یتشھد "اس سے آگے بحر کا اقتباس ہے:"فاذا سلم الامام قام الی القضاء، فان سلم، فان کان عامداً افسدت ،والا لا ، ولا سجود علیہ ان سلم سھواً قبل الامام او معہ ، وان سلم بعدہ لزمہ ،لکونہ منفرداً حینئذٍ، بحر "صرف سجدے کے ساتھ اس لیے مقید کیا، کیونکہ مسبوق سلام میں امام کی متابعت نہیں کرے گا، بلکہ وہ سجدہ کرے گا اور تشہد پڑھے گا۔ پھر جب امام (نماز سے باہر ہونے کے لیے) سلام پھیرے، تو مسبوق اپنی بقیہ نماز پوری کرنے کے لیے کھڑا ہو جائے گا۔ اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، تو اگر جان بوجھ کر سلام پھیرا، تو نماز فاسد ہو جائے گی، وگرنہ نہیں، پھر اس صورت میں (بھول کر سلام پھیرنے کی صورت میں) اگر اس نے امام سے پہلے یا امام کے سلام سے بالکل متصل سلام پھیرا، تو اس پر سجدہ سہو بھی لازم

نہیں ہو گا، اور اگر اس نے امام کے بعد سلام پھیرا، تو اس پر سجدہ سہو لازم ہو گا، کیونکہ اس وقت وہ منفرد تھا، بحر۔ (درمختار مع ردالمحتار ج2، ص659، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ رد المحتار کی اس عبارت (فان سلم بعدہ لزمہ) کے تحت فرماتے ہیں: "ای السلام الکائن فی آخر الصلوۃ بعد سجود السھو لانقضاء الاقتداء بخلاف السلام الذی قبل سجود السھو، فانہ لو اتی بہ ساھیا لاسھو علیہ مطلقاً لبقاء القدوۃ بعد، نعم! لو تعمدہ بطلت صلاتہ بوقوعہ فی خلال صلاتہ "یعنی سجدہ سہو اس سلام کو امام کے بعد پھیرنے سے لازم ہو گا جو سجدہ سہو کے بعد نماز کے آخر میں ہوتا ہے، اقتداء ختم ہونے کی وجہ سے، بخلاف اس سلام کے کہ جو سجدہ سہو سے پہلے ہوتا ہے، کیونکہ اگر بھولے سے اس کو بجالایا، تو مطلقا (بہر صورت) اس پر سجدہ سہو لازم نہیں، اقتداء باقی ہونے کی وجہ سے۔ ہاں اگر جان بوجھ کر یہ سلام پھیرا، تو مسبوق کی نماز باطل ہو جائے گی، اس سلام کے اس کی نماز کے درمیان واقع ہونے کی وجہ سے۔

(جدالممتار، ج3، ص532، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

یونہی فتاویٰ رضویہ میں ہے: "مسبوق سلام سے مطلقاً ممنوع و عاجز ہے، جب تک فوت شدہ رکعات ادا نہ کر لے، امام سجدہ سہو سے قبل یا بعد جو سلام پھیرتا ہے، اس میں اگر قصداً اس نے شرکت کی، تو اس کی نماز جاتی رہے گی کہ یہ سلام عمدی اس کے خلال نماز میں واقع ہوا، ہاں اگر سہواً پھیرا، تو نماز نہ جائے گی "لکونہ ذکرا من وجہ، فلا یجعل کلاما من غیر قصد وان کان العمد والخطا والسھو کل ذلک فی الکلام سواء، کما حققہ علماءنا رحمھم اللہ تعالیٰ" بلکہ وہ سلام جو امام نے سجدہ سہو سے پہلے کیا اگر مسبوق

نے سہواً امام سے پہلے خواہ ساتھ خواہ بعد پھیرا یا وہ سلام جو امام نے سجدہ سہو کے بعد یا بلا سجدہ سہو غرض بالکل ختم نماز پر کیا اگر مسبوق نے سہواً امام سے پہلے یا معاً بلا وقفہ اس کے ساتھ پھیرا، تو ان صورتوں میں مسبوق پر سہو بھی لازم نہ ہوا کہ وہ ہنوز مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کے سہو کے سبب سجدہ لازم نہیں۔ہاں یہ سلام اخیر اگر امام کے بعد پھیرا، تو اس پر سجدہ اگرچہ کر چکا ہو دوبارہ لازم آیا کہ اپنی آخرِ نماز میں کرے گا،اس لیے کہ اب یہ منفرد ہو چکا تھا۔

**(فتاویٰ رضویہ، ج3، ص634، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی)**

**تنبیہ:** اگر مسبوق نے سجدہ سہو کے بعد والے سلام میں، امام کے سلام کے بعد بھولے سے سلام پھیر لیا، تو اس صورت میں مسبوق پر سجدہ سہو لازم ہو گا، جو وہ اپنی بقیہ نماز کے آخر میں کرے گا۔ مزید اس حوالے سے جزئیات کی تحقیق و تنقیح کے لیے فتاویٰ رضویہ جلد3، ص634، مطبوعہ: مکتبہ رضویہ، پر موجود فتویٰ ملاحظہ کریں۔

**واللہ اعلم** عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم

**کتبــــــــــــــــــــــہ**

**مفتی فضیل رضا عطاری**

20 صفر المظفر 1443ھ/28 ستمبر 2021ء

# صف میں دائیں جانب کھڑے ہونا افضل ہے یا بائیں جانب؟

ریفرنس نمبر:Pin-7308 تاریخ: 13-10-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ دورانِ جماعت صف کی دائیں جانب کھڑے ہونا افضل ہے یا بائیں جانب؟ بعض اوقات بعد میں آنے والے مقتدیوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ دائیں جانب ہی کھڑے ہوں، جس کی وجہ سے اس طرف نمازی زیادہ اور بائیں جانب کم ہو جاتے ہیں اور کئی بار باہر سے آنے والوں کو جو جانب قریب لگتی ہے، وہ اسی طرف کھڑے ہوتے جاتے ہیں۔ برائے کرم اس بارے میں شرعی رہنمائی فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مقتدیوں کے لیے بنیادی حکم یہ ہے کہ وہ امام کی دونوں جانب صف برابر رکھیں، کیونکہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **”تم امام کو درمیان میں رکھو۔“** اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک مقتدی امام کے پیچھے، اس کی سیدھ میں کھڑا ہو اور بقیہ اس کی دونوں جانب برابر برابر۔ پھر اگر امام کی دونوں جانب نمازی برابر ہوں، تو دائیں جانب کھڑے ہونا افضل ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **”تم امام کی دائیں جانب کو اختیار کرو اور اللہ پاک اور اس کے فرشتے دائیں جانب کھڑے ہونے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔“** البتہ اگر دائیں جانب لوگ زیادہ ہوں اور بائیں جانب کم، تو اس صورت میں بائیں جانب ہی کھڑے ہونا افضل ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا: "**جس نے امام کی بائیں جانب کو آباد کیا، اسے دگنا اجر ملے گا۔**" لہذا مسجد میں موجود یا بعد میں آنے والے تمام مقتدیوں کو چاہئے کہ وہ مذکورہ طریقہ کار کے مطابق ہی صف بنائیں، تاکہ زیادہ ثواب حاصل ہو سکے۔ البتہ اگر مقتدیوں نے اس طرح صف نہ بنائی، مثلاً کسی ایک جانب زیادہ نمازی کھڑے ہو گئے، تب بھی نماز ہو جائے گی، لیکن ایسا کرنا خلاف سنت ہے۔

**مذکورہ حکم پر احادیث:**

**مقتدیوں کو دونوں جانب صف برابر رکھنے کا حکم ہے۔** چنانچہ حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی، وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "توسطوا الامام وسدوا الخلل" ترجمہ: امام کو درمیان میں رکھو اور صفوں میں کشادگی کو ختم کرو۔

**(السنن الکبریٰ للبیهقی، ج3، ص147، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)**

**دونوں جانب نمازی برابر ہونے کی صورت میں دائیں جانب کھڑا ہونا افضل ہے۔** چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالی عنھما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "علیکم بمیامن الصفوف وایاکم وما بین السواری وعلیکم بالصف الاول" ترجمہ: صفوں کی دائیں جانب کو لازم پکڑو، ستونوں کے درمیان صف بنانے سے بچو اور پہلی صف کو اختیار کرو۔ **(مصنف عبد الرزاق، ج2، ص58، مطبوعہ المکتب الاسلامی، بیروت)**

**اسی بارے میں** حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ان اللہ وملائکتہ یصلون علی میامن الصفوف" ترجمہ: بے شک اللہ پاک اور اس کے فرشتے سیدھی جانب والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔

**(سننِ ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، تفریع ابواب الصفوف، ج1، ص181، مطبوعہ بیروت)**

**بائیں جانب نمازی کم ہوں، تو اسی جانب کھڑا ہونا افضل ہے۔** چنانچہ حضرتِ ابن عمر رضی

اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں:"قیل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم:ان میسرۃ المسجد تعطلت، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم:من عمر میسرۃ المسجد کتب لہ کفلان من الاجر"ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !مسجد کی بائیں جانب ویران ہو گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:جو مسجد کی بائیں جانب کو آباد کرے گا، اس کے لیے دُگنا اجر لکھا جائے گا۔

**(ابنِ ماجہ، ج1، ص321، مطبوعہ دار احیاء الکتب العلمیہ)**

## مذکورہ حکم پر جزئیات:

**نماز میں صف کیسے بنائی جائے اور کس وقت کس جانب کھڑے ہونے کا حکم ہے؟ اس بارے میں** حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:"ویقف الاکثر من واحد"صادق بالاثنین و کیفیتہ ان یقف واحد بحذائہ والآخر عن یمینہ ولو جاء واحد وقف عن یسار الاول الذی ہو بحذاء الامام فیصیر الامام متوسطا ویقف الرابع عن یمین الواقف الذی ہو عن یمین من بحذاء الامام والخامس عن یسار الثالث وھکذا، فاذا استوی الجانبان یقوم الجائي عن جھۃ الیمین وان ترجح الیمین یقوم عن یسار"ترجمہ: ایک سے زائد مقتدی (امام کے پیچھے) کھڑے ہوں گے۔ ایک سے زائد کہنا دو پر بھی صادق آتا ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک امام کے پیچھے اس کی سیدھ میں اور دوسرا اس کی دائیں جانب کھڑا ہو گا اور اگر ایک اور آجاتا ہے، تو وہ امام کی سیدھ میں کھڑے ہونے والے پہلے مقتدی کی بائیں جانب کھڑا ہو گا، اس طرح امام ان کے درمیان میں ہو جائے گا اور چوتھا امام کے پیچھے والے مقتدی کی سیدھی جانب کھڑے ہونے والے کی دائیں جانب اور پانچواں تیسرے نمبر پر آنے والے کی دائیں جانب کھڑا ہو گا اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا۔ پس اگر دونوں جانب کے مقتدی برابر ہوں، تو بعد میں

آنے والا سیدھی جانب کھڑا ہو گا اور اگر دائیں جانب زیادہ مقتدی ہوں، تو وہ بائیں جانب کھڑا ہو جائے گا۔ **(حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص305، مطبوعہ کراچی)**

اور **مرقاۃ المفاتیح میں ہے:** "واذا خلا الیسار عن المصلین یصیر افضل من الیمین مراعاۃ للطرفین" ترجمہ: جب بائیں جانب، نمازیوں سے خالی ہو، تو دونوں جانبوں کی رعایت کرتے ہوئے بائیں جانب، دائیں جانب سے **افضل** ہو جائے گی۔

**(مرقاۃ المفاتیح، ج3، ص852، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)**

اور مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا: "اگر امام کی داہنی جانب مقتدی زیادہ ہوں اور بائیں جانب کچھ کم ہوں یا دونوں جانب برابر ہوں، تو نئے آنے والے مقتدی کو کہاں کھڑا ہونا چاہئے؟"

تو اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: "بائیں جانب مقتدی کچھ کم ہوں، تو آنے والے مقتدی کو بائیں جانب کھڑا ہونا **افضل** ہے کہ وہ اقرب الی الامام ہے اور دونوں جانب برابر ہونے کی صورت میں داہنی جانب کھڑا ہونا **افضل** ہے۔"

**(فتاوی فیض الرسول، ج1، ص344تا345، مطبوعہ شبیر برادرز، لاھور)**

**واللہ اعلم** عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

**کتبہ**

**المتخصص فی الفقہ الاسلامی**

**محمد فرحان افضل عطاری**

**الجواب صحیح**

**مفتی محمد قاسم عطاری**

26ربیع الاول1445ھ13اکتوبر2023ء

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

# کیا امامت کے لیے داڑھی ہونا ضروری ہے اور امامت کی کتنی شرائط ہیں؟

1

ریفرنس نمبر:Lar9149 تاریخ:15-10-2019

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہے کہ کیا امامت کے لیے داڑھی کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں امامت کی چار شرائط بیان کی گئی ہیں اور ان شرائط میں داڑھی کا ذکر موجود نہیں ہے اور ان لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ فقہ حنفیہ میں امامت کی اکیس شرائط بیان کی گئی ہیں اور ان میں بھی داڑھی کا ذکر موجود نہیں ہے۔ شرعی رہنمائی فرمائیں: کیا امامت کے لیے داڑھی ہونا ضروری ہے، اس کا شریعت میں کیا ثبوت ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

**الجواب بعون الملک الوہاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب**

سوال کے جواب سے پہلے ابتداءً ایک ضروری تمہید ذہن نشین فرمالیں:

**(الف)** مرد غیر معذور کی امامت کروانے کا اہل ہر وہ مسلمان مرد ہے جو عاقل، بالغ، صحیح القراءۃ، شرعی اعذار مثلاً ریح وقطرہ وغیرہ کے امراض سے سلامت ہو، لہذا جس کے اندر یہ چھ شرائط پائی جائیں وہ بالغ مردوں کی امامت کروانے کا اہل ہے۔

نور الایضاح میں ہے: "شروط صحۃ الامامۃ للرجال الاصحاء ستۃ اشیاء الاسلام والبلوغ والعقل والذکورۃ والقراءۃ والسلامۃ من الاعذار" صحیح مردوں کی امامت کے صحیح ہونے کی چھ شرطیں ہیں: اسلام، بلوغ، عقل، مرد ہونا، قراءت کا صحیح ہونا اور اعذار سے سلامت ہونا۔ **(نور الایضاح مع الطحطاوی، صفحہ 287، مطبوعہ کراچی)**

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "پنجگانہ میں ہر شخص صحیح الایمان، صحیح القراءۃ، صحیح الطہارۃ، مرد عاقل، بالغ، غیر معذور امامت کر سکتا ہے یعنی اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی اگرچہ بوجہ فسق وغیرہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو۔"

**(فتاوی رضویہ، جلد 6، صفحہ 515، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)**

مزید تفصیل کے لیے بہار شریعت حصہ تین میں سے امامت کے بیان کا مطالعہ فرمائیں۔

**(ب)** امامت کا سب سے زیادہ حقدار ہونے میں **آزاد**، غلام سے بہتر ہے، **متقی**، فاسق (غیر معلن) سے، **انکھیارا**، نابینا سے، **صحیح النسب**، ولد الزنا سے، اور **غیر اعرابی**، اعرابی (دیہاتی) سے اَولیٰ ہے (کما فی بدائع الصنائع ج1، ص388) پھر ان میں سب سے زیادہ حقدار وہ ہے، **جو نماز و طہارت کے مسائل زیادہ جانتا ہو**، پھر اگر اس میں برابر ہوں، **تو جس کو تجوید (قراءت) کا زیادہ علم ہو** اور اس کے موافق ادائیگی کرتا ہو، اگر اس میں بھی برابر ہوں **تو زیادہ ورع** یعنی شبہات سے بچنے والا، **پھر زیادہ عمر والا** یعنی جس کو زیادہ وقت اسلام میں گزرا ہو، **پھر زیادہ اچھے اخلاق والا، پھر زیادہ وجاہت والا، پھر زیادہ خوبصورت، پھر زیادہ حسب والا، پھر نسب کے اعتبار سے زیادہ شریف ہو، پھر زیادہ مالدار، پھر زیادہ عزت والا، پھر وہ جس کی آواز زیادہ خوبصورت ہو، پھر وہ جس کے کپڑے زیادہ صاف وستھرے ہوں**

(بہار شریعت، ج 1، ص 567) پھر جس کی زوجہ زیادہ خوبصورت ہو، پھر جس کا سر بقیہ اعضاء جسم کی نسبت بڑا ہو، (مراقی الفلاح، ج ا ص 144)، غرض چند اشخاص برابر کے ہوں، تو ان میں جو شرعی ترجیح رکھتا ہو زیادہ حق دار ہے اور اگر ترجیح نہ ہو، تو قرعہ ڈالا جائے، جس کے نام کا قرعہ نکلے وہ اِمامت کرے یا ان میں سے جماعت جس کو منتخب کرے، وہ امام ہو اور جماعت میں اختلاف ہو، تو جس طرف زیادہ لوگ ہوں وہ امام ہو اور اگر جماعت نے غیر اولی کو امام بنایا، تو بُرا کیا، مگر گنہگار نہ ہوئے۔ (بہار شریعت، ج 1، ص 567)

امامت میں مقدم کون ہو گا؟ اس حوالے سے صحیح مسلم میں ہے: "عن أبي مسعود الأنصاري، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله، فإن كانوا في القراءة سواء، فأعلمهم بالسنة، فإن كانوا في السنة سواء، فأقدمهم هجرة، فإن كانوا في الهجرة سواء، فأقدمهم سلما، ولا يؤمن الرجل الرجل في سلطانه، ولا يقعد في بيته على تكرمته إلا بإذنه» قال الأشج في روايته: مكان سلما سنا" یعنی: حضرت عبد اللہ بن مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قوم کی امامت وہ کرے جو کتاب اللہ کا زیادہ قاری ہو، اگر قراءت میں سب برابر ہوں، تو سنت کا زیادہ جاننے والا، اگر سنت میں سب برابر ہوں، تو پہلے ہجرت والا، اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو پہلے ایمان لانے والا، کوئی شخص کسی شخص کی ولایت کی جگہ امامت نہ کرے اور نہ اس کے گھر میں اس کے بغیر اجازت اعلیٰ مقام پر بیٹھے اوراشج کی روایت میں سلما یعنی اسلام میں مقدم کی جگہ "سنا" یعنی زیادہ عمر والا مقدم ہو گا کے الفاظ ہیں۔ (صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 465، بیروت)

فتاوی رضویہ میں ہے: "سب سے مقدم وہ ہے کہ نماز و طہارت کے مسائل کا علم زیادہ رکھتا ہو، پھر اگر اس علم میں دونوں برابر ہوں، تو جس کی قراءت اچھی ہو، پھر جو زیادہ پرہیز گار ہو، شبہات سے زیادہ بچتا ہو، پھر جو عمر میں بڑا ہو، پھر جو خوش خلق ہو، پھر جو تہجد کا زیادہ پابند ہو، یہاں تک شرف نسب کا لحاظ نہیں۔ جب ان باتوں میں برابر ہوں تو اب شرافت نسب سے ترجیح ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 6، صفحہ 501، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(ج) مسلمان مردوں کے لیے داڑھی ایک مشت (مٹھی، چار انگل) رکھنا واجب ہے۔ ایک مشت داڑھی کا وجوب درج ذیل دلائل سے ثابت ہے۔ چنانچہ بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی ودیگر کتب احادیث میں ہے۔ والنظم للاول "عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال خالفوا المشركين وفروا اللحى وأحفوا الشوارب وكان ابن عمر إذا حج أو اعتمر قبض على لحيته فما فضل أخذه" ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں پست کرو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی مُٹھی میں لیتے اور جو مٹھی سے زائد ہوتی اسے کاٹ دیتے۔ (صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب تقلیم الاظفار، جلد 2، صفحہ 398، مطبوعہ لاہور)

فتح القدیر، غنیۃ، بحر الرائق، حاشیہ طحطاوی علی المراقی، درمختار اور درر شرح غرر وغیرہ کتبِ فقہ میں ہے۔ والفظ للآخر "وأما الأخذ من اللحية وهي دون القبضة كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد وأخذ كلها فعل مجوس الأعاجم واليهود والهنود وبعض أجناس الإفرنج" ترجمہ: بعض مغربی اور ہیجڑے لوگوں کی طرح داڑھی کاٹ کر ایک مٹھی سے کم کر دینے کو کسی فقیہ نے بھی جائز نہیں کہا اور داڑھی مکمل کاٹ دینا عجمی مجوسیوں، یہودیوں، ہندوں اور بعض انگریزوں کا طریقہ ہے۔

(درر شرح غرر، کتاب الصیام، فصل حامل او مرضع خافت، ج 1، ص 208، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حلق کردن لحیہ حرام است... و گذاشتن آن بقدر قبضہ واجب است و آنکہ آنرا سنت گویند بمعنی طریقہ مسلوک دین ست یا بجہت آنکہ ثبوت آن بسنت ست چنانچہ نماز عید را سنت گفتہ اند "ترجمہ: داڑھی منڈانا حرام ہے۔۔ اور **بمقدار ایک مشت رکھنا واجب ہے** اور جو اسے سنت قرار دیتے ہیں وہ اس معنی میں ہے کہ یہ دین میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جاری کردہ طریقہ ہے یا اس وجہ سے کہ اس کا ثبوت سنت نبوی سے ہے جیسا کہ نماز عید کو سنت کہا جاتا ہے، حالانکہ وہ واجب ہے۔ **(اشعۃ اللمعات، جلد 1 صفحہ 212، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)**

مزید تفصیل کے لیے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت کے رسالہ "لمعۃ الضحی فی اعفاء اللحی" کا مطالعہ فرمائیں۔

**(د)** جو شخص داڑھی منڈواتا ہو یا کٹوا کر ایک مٹھی سے کم کرتا ہو، وہ فاسق معلن ہے۔ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں: "داڑھی منڈانا اور کترواکر حدِ شرع سے کم کرانا، دونوں حرام و فسق ہیں اور اس کا فسق بالاعلان ہونا ظاہر کہ ایسوں کے منہ پر جلی قلم سے فاسق لکھا ہوتا ہے۔" **(فتاوی رضویہ، جلد 06، صفحہ 505، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)**

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ، حضرت علامہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: "داڑھی کو کتر کر ایک مشت سے کم کرنا، ناجائز و حرام ہے۔۔ اور جب یہ معصیت اور گناہ ہے تو چند بار کرنے سے کبیرہ و فسق ہو گا کہ اسرار علی الصغیرہ کبیرہ ہے اور اس کا بالاعلان ہونا خود ظاہر محتاج بیان نہیں۔" **(فتاوی امجدیہ، جلد 4، صفحہ 76، مکتبہ رضویہ، کراچی)**

**(ہ)** فاسق معلن کو امام بنانا گناہ ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر اس کے پیچھے نماز پڑھ لی، تو اس نماز کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

فاسق معلن کو امام بنانا گناہ ہے، اس کے متعلق علامہ محمد ابراہیم بن حلبی (متوفی 956ھ) فرماتے ہیں: "لو قدموا فاسقا یاثمون، بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم "ترجمہ: اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا، تو وہ گناہ گار ہوں گے کیونکہ اس کو مقدم کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ **(غنیہ المستملی شرح منیۃ المصلی، جلد 1، صفحہ 442، کوئٹہ)**

علامہ علاؤ الدین حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در مختار میں فرماتے ہیں: "کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا" ترجمہ: ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی سے ادا کی جائے اس کا اعادہ واجب ہے۔ **در مختار، کتاب الصلوۃ، جلد 2، صفحہ 182، مطبوعہ کوئٹہ)**

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "داڑھی ترشوانے والے کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔" **(فتاوی رضویہ، جلد 6، صفحہ 603، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)**

اب سوال کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

سب سے پہلے سوال میں مذکور یہ بات کہ احادیث میں امامت کی چار شرائط ہیں اور فقہ حنفی میں اکیس شرائط ہیں، یہ دونوں باتیں غلط اور جہالت پر مبنی ہیں، کیونکہ احادیث میں امامت کی چار شرائط نہیں، بلکہ امامت میں اولویت کس کو حاصل ہے، سب پر مقدم کون، اس

کے بعد کون اہل ہے یہ بیان فرمایا گیا، اسی طرح فقہ حنفی میں امامت کی اکیس شرائط نہیں، بلکہ مختلف کتب فقہ میں کم و بیش اکیس اَولویت کے درجے بیان کیے گئے ہیں۔

فقہ حنفی میں مرد غیرِ معذور کی امامت کروانے کا اہل ہر وہ مسلمان مرد ہے جو عاقل، بالغ، صحیح القراءۃ، شرعی اعذار مثلاً ریح وقطرہ وغیرہ کے امراض سے سلامت ہو، لہذا جس کے اندر یہ چھ شرائط پائی جائیں وہ بالغ مردوں کی امامت کروانے کا اہل ہے۔ البتہ ان چھ شرائط کے ساتھ یہ امر انتہائی ضروری ہے کہ ان شرائط کا حامل شخص فاسق معلن یعنی اعلانیہ کبیرہ گناہ یا صغیرہ پر اصرار کرنے والا نہ ہو کہ فاسق معلن کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، یعنی اگر اس کے پیچھے پڑھ لی، تو اس نماز کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ اور گنہگار بھی ہوا، توبہ بھی واجب ہے، اور شریعت مطہرہ کے قوانین کی رو سے مسلمان مردوں کے لیے داڑھی ایک مشت (مٹھی، چار انگل) رکھنا واجب ہے اور داڑھی منڈانا یا کتروا کر حدِ شرع سے کم کرانا ناجائز و حرام ہے، لہذا جو شخص داڑھی منڈواتا ہو یا کٹوا کر ایک مٹھی سے کم کرتا ہو، وہ فاسق معلن ہے۔ لہذا ان معنی میں امامت کے لیے داڑھی ہونا ضروری ہے۔

و اللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

**کتبـــــــــــــہ**

**مفتی محمد ہاشم خان عطاری**

15 صفر المظفر 1441ھ / 15 اکتوبر 2019ء

# نوافل کی جماعت کروانا کیسا؟

1

ریفرنس نمبر:pin-5166 تاریخ:17-05-2017

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ پندرہ شعبان المعظم کی شب یا اس جیسے دیگر مواقع پر کافی لوگ جماعت کے ساتھ نوافل ادا کرتے ہیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ نوافل کی جماعت جائز ہے یا نہیں؟ برائے کرم اس حوالے سے شرعی رہنمائی فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

**الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب**

فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نوافل کی کثرت یقیناً رب تعالی کے قرب کا ذریعہ ہے۔ یہاں تک کہ کل بروز قیامت فرائض کی کمی بھی نوافل سے پوری کی جائے گی۔

چنانچہ بخاری شریف میں ہے:"ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ"ترجمہ:(اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ) میرا بندہ نوافل کی کثرت سے میرا قرب حاصل کرتا ہے، یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔ **(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، ج2، ص963، مطبوعہ کراچی)**

اورجامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"ان اول مایحاسب بہ العبد یوم القیامۃ من عملہ صلاتہ، فان صلحت فقد افلح وانجح، وان فسدت فقد خاب وخسر، فان انتقص من فریضتہ شیء قال الرب عزوجل: انظروا ھل لعبدی من تطوع فیکمل بھا ماانتقص من الفریضۃ، ثم یکون سائر عملہ علی ذلک"ترجمہ: بروزِ قیامت بندے کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر نماز درست ہوئی، تو بندہ کامیاب ہے اور اگر یہ درست نہ ہوئی، تو بندہ خسارے میں ہوگا، اگر فرائض میں کمی ہوئی، تو رب عزوجل ارشاد فرمائے گا: کیا اس کے پاس نوافل ہیں کہ جن کے ذریعے فرائض کی کمی کو پورا کیا جائے؟ پھر بقیہ اعمال کا بھی اسی طرح حساب ہوگا۔

**(جامع ترمذی، ابواب الصلاۃ، اول مایحاسب بہ العبد، ج1، ص94، مطبوعہ کراچی)**

رہا جماعت کے ساتھ نوافل ادا کرنا، تو اس کی دو صورتیں ہیں:(۱)بغیر تداعی کے نوافل کی جماعت کروانا (۲) تداعی کے ساتھ جماعت کروانا۔ دونوں صورتوں کا حکم مع دلائل مندرجہ ذیل ہے:

(۱) بغیر تداعی کے نوافل کی جماعت کروانا بالاجماع جائز ہے۔ تداعی کا مطلب یہ کہ لوگوں کو جماعت کے لیے بلانا اور انہیں جمع کرنا اور اصح قول کے مطابق اگر امام کے علاوہ چار یا اس سے زائد مقتدی ہوں، تو یہ تداعی ہے اور اگر اس سے کم ہوں، تو نہیں۔

چنانچہ صحیح بخاری و صحیح ابن حبان میں ہے۔ واللفظ للبخاری: "قال عتبان فغدا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر حین ارتفع النہار فاستاذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فاذنت لہ، فلم یجلس حین دخل البیت، ثم قال: این تحب ان اصلی من بیتک، قال: فاشرت لہ الی ناحیۃ من البیت، فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فکبر، فقمنا فصففنا، فصلی رکعتین ثم سلم "ترجمہ: حضرت عتبان رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ صبح دن چڑھے تشریف لائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت طلب فرمائی، میں نے اجازت دے دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے اور بیٹھنے سے پہلے فرمایا: تم اپنے گھر میں کون سی جگہ پسند کرتے ہو جہاں میں نماز پڑھوں؟ میں نے گھر کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا، پھر حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر تکبیر کہی اور ہم نے کھڑے ہو کر صف بنالی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب المساجد فی البیوت، ج1، ص60، مطبوعہ کراچی)

اس حدیثِ مبارک کے تحت شرح صحیح بخاری لابن بطال اور عمدۃ القاری میں ہے۔ واللفظ للاول: "فیہ صلاۃ النافلۃ فی جماعۃ بالنہار" ترجمہ: اس حدیثِ مبارک میں اس بات کا ثبوت ہے کہ دن میں باجماعت نوافل ادا کرنا، جائز ہے۔

(عمدۃ القاری، ج3، ص417، مطبوعہ ملتان)

اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "جماعتِ نوافل میں ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالی عنہم کا مذہب معلوم ومشہور اور عامہ کتبِ مذہب میں مذکور و مسطور ہے کہ بلا تداعی مضائقہ نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، ج7، ص430، رضافائونڈیشن، لاہور)

(۲) گر نوافل کی جماعت تداعی کے ساتھ ہو، تو نمازِ تراویح اور کسوف و استسقاء یعنی سورج گہن اور طلب بارش کے

لیے پڑھے جانے والے نوافل بھی بلا کراہت جائز ہیں، جبکہ ان کے علاوہ دیگر نوافل بطورِ تداعی جماعت کے ساتھ ادا کرنا مکروہِ تنزیہی و خلافِ اولی ہے، ناجائز و گناہ نہیں، البتہ اگر لوگ صلوٰۃ التسبیح، صلوٰۃ التوبہ، تہجد یا دیگر نوافل جماعت کے ساتھ ادا کریں، تو انہیں منع نہ کیا جائے کہ عوام الناس کی پہلے ہی نیکیوں میں رغبت کم ہے اور جو لوگ جماعت کی وجہ سے نوافل ادا کر لیتے ہیں، اگر انہیں بھی منع کر دیا جائے، تو ان کے بالکل ہی نوافل چھوڑ دینے کے امکان زیادہ ہیں۔ جیسا کہ مخفی نہیں۔ اسی وجہ سے فقہاء کرام رحمہم اللہ السلام نے ایسی ممانعت سے منع فرمایا ہے۔

در مختار میں ہے: ”یکرہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد“ ترجمہ: تداعی کے طور پر نوافل کی جماعت مکروہ ہے۔ تداعی کا مطلب یہ ہے کہ چار شخص ایک کی اقتدا کریں۔

**(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، ج2، ص604، مطبوعہ کوئٹہ)**

اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”تراویح وکسوف واستسقاء کے سوا جماعتِ نوافل میں ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالی عنہم کا مذہب معلوم ومشہور اور عامہ کتب مذہب میں مذکور ومسطور ہے کہ بلا تداعی مضائقہ نہیں اور تداعی کے ساتھ مکروہ۔ تداعی ایک دوسرے کو بلانا جمع کرنا اور اسے کثرت جماعت لازم عادی ہے۔۔۔ بالجملہ دو مقتدیوں میں بالاجماع جائز اور پانچ میں بالاتفاق مکروہ اور تین اور چار میں اختلاف نقل ومشائخ، اور اصح یہ کہ تین میں کراہت نہیں، چار میں ہے، تو مذہبِ مختار یہ نکلا کہ امام کے سوا چار یا زائد ہوں تو کراہت ہے، ورنہ نہیں۔۔۔ پھر اظہر یہ ہے کہ یہ کراہت صرف تنزیہی ہے، یعنی خلاف اولی لمخالف التوارث، نہ تحریمی کہ گناہ و ممنوع ہو۔“

**(فتاوی رضویہ، ج7، ص430تا431، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاہور)**

مزید ایک مقام پر فرماتے ہیں: ”نفل غیر تراویح میں امام کے سوا تین آدمیوں تک تو اجازت ہے ہی، چار کی نسبت کتبِ فقہیہ میں کراہت لکھتے ہیں یعنی کراہت تنزیہہ جس کا حاصل خلاف اولی ہے، نہ کہ گناہ و حرام۔ کما بیناہ فی فتاونا (جیسا کہ ہم نے اس کی تفصیل اپنے فتاویٰ میں ذکر کر دی ہے) اور بہت اکابر دین سے جماعت نوافل بالتداعی ثابت ہے اور عوام فعل خیر سے منع نہ کیے جائیں گے۔ علمائے امت و حکمائے ملت نے ایسی ممانعت سے منع فرمایا ہے۔“

**(فتاوی رضویہ، ج7، ص465، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاہور)**

ایسی ممانعت سے علماء نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ نمازِ عید سے پہلے اور بعد نوافل ادا کرنے کے حوالے سے در مختار میں ہے: ”ولا یتنفل قبلها مطلقا و کذالا یتنفل بعدها فی مصلاها، فانه مکروه عند العامة۔۔۔ وهذا

للخواص اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلة رغبتهم فی الخیرات۔۔۔ان علیا رضی اللہ عنه رای رجلا یصلی بعد العید فقیل اما تمنعه یا امیر المؤمنین؟ فقال:اخاف ان ادخل تحت الوعید،قال اللہ تعالی ﴿ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ﴾ ترجمہ:نمازِ عید سے پہلے گھر اور عید گاہ دونوں میں اور عیدین کے بعد فقط عید گاہ میں نوافل ادا کرنا عامۃ الفقہاء کے نزدیک مکروہ ہے،لیکن یہ حکم خواص کے لیے ہے،بہر حال عوام کو تکبیرات اوران نوافل سے بالکل منع نہیں کیاجائے گاکہ عوام کی پہلے ہی نیکیوں میں رغبت کم ہوتی ہے۔حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک شخص کو نماز عید کے بعد(عید گاہ میں)نوافل ادا کرتے دیکھا،توان سے عرض کی گئی:اے امیر المومنین آپ اسے منع کیوں نہیں کرتے؟ارشاد فرمایا:میں ڈرتاہوں کہ کہیں اس وعید میں نہ داخل ہو جاؤں کہ اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا:بھلادیکھو توجو منع کرتا ہے بندہ کوجب وہ نماز پڑھے۔

(تنویر الابصار مع درمختار،کتاب الصلاۃ،باب العیدین،ج3،ص57تا60،مطبوعہ کوئٹہ)

بلکہ حدیقہ ندیہ میں لوگوں کو باجماعت نوافل ادا کرنے سے روکنے کو اخلاق مذمومہ میں سے شمار کیاگیاہے۔چنانچہ علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:"ومن هذا القبیل نهی الناس عن صلاۃ الرغائب بالجماعة وصلاۃ لیلة القدر ونحوذلک وان صرح العلماء بالکراهة بالجماعة فیها،لا یفتی بذلک للعوام لئلا تقل رغبتهم فی الخیرات وقد اختلف العلماء فی ذلک۔۔۔صنف فی جوازها جماعة من المتاخرین،فابقاء العوام راغبین فی الصلاۃ اولی من تنفیرهم منها"ترجمہ:اخلاق مذمومہ کی قبیل سے یہ بھی ہے کہ لوگوں کو صلوۃ الرغائب باجماعت اداکرنے،اور لیلۃ القدر کی رات اوراسی طرح دیگر مواقع پر نوافل ادا کرنے سے منع کر دیا جائے،اگرچہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ باجماعت نوافل اداکرنامکروہ ہے،مگرلوگوں کواس کی کراہت کا فتوی نہیں دیا جائے گا،تاکہ نیکیوں میں ان کی رغبت کم نہ ہو،بلکہ علمائے متاخرین نے تواس کے جواز پر لکھا بھی ہے،لہذا عوام کو نماز کی طرف راغب رکھنا انہیں نفرت دلانے سے کہیں بہتر ہے۔

(حدیقہ ندیہ،الخلق الثامن والاربعون من الاخلاق الستین المذمومۃ،ج2،ص150،مطبوعہ فیصل آباد)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

20شعبان المعظم1438ھ/17مئی2017

# وترکی جماعت میں تیسری رکعت میں شامل ہوا، تو دعائے قنوت کا حکم

ریفرنس نمبر: Fsd-8254 تاریخ: 14-03-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں وتر جماعت کے ساتھ ادا کیے جاتے ہیں، تو اگر کوئی شخص وتر کی تیسری رکعت میں جماعت کے ساتھ شریک ہو اور اس نے امام کے ساتھ دعائے قنوت بھی پڑھ لی ہو، تو وہ بقیہ نماز کس طرح ادا کرے گا؟ کیا اس میں دوبارہ دعائے قنوت پڑھے گا؟ نیز اگر تیسری رکعت میں امام صاحب کے ساتھ رکوع میں شامل ہوا، تو ایسی صورت میں اس کے متعلق کیا حکم ہو گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

سوال میں مذکور دونوں صورتوں میں ہی مسبوق وتر کی بقیہ رکعتیں ادا کرتے ہوئے دعائے قنوت نہیں پڑھے گا۔

**تفصیل یہ ہے کہ** مسبوق (جس کی امام کے ساتھ تمام یا بعض رکعتیں رہ جائیں) کے بقیہ رکعتوں کو ادا کرنے کے متعلق اُصول یہ ہے کہ وہ بقیہ رکعتیں ادا کرنے میں منفرد ہے، امام کے سلام پھیرنے کے بعد بقیہ رکعتیں ادا کرتے وقت قراءت کے حق میں پہلی اور تشہد کے حق میں دوسری رکعت ادا کرے گا، لہٰذا جس شخص کو وتر میں امام کے ساتھ آخری رکعت ملی،

وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر پہلی رکعت کی طرح ثنا، تعوّذ و تسمیہ پڑھے اور سورۂ فاتحہ کے بعد سورت بھی ملائے اور تشہد کے اعتبار سے یہ اس کی دوسری رکعت ہے، اس لیے قعدہ میں بیٹھ کر تشہد پڑھے، اس کے بعد کھڑا ہو گا، تو قراءت کے اعتبار سے یہ اس کی دوسری رکعت ہو گی، لہٰذا اس میں فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے اور تشہد کے اعتبار سے یہ اس کی آخری رکعت ہو گی، تو تشہد وغیرہ پڑھ کر نماز مکمل کرے۔

**دعائے قنوت نہ پڑھنے کی تفصیل:** دعائے قنوت کے متعلق اُصول یہ ہے کہ وتر کی آخری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ لینے کے بعد اس کی تکرار مشروع نہیں ہے، لہٰذا جب مسبوق نے امام کے ساتھ آخری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ لی، تو جب بقیہ نماز ادا کرنے کے لیے کھڑا ہو گا، تو وہ اس کی وہ رکعتیں ہوں گی جو اس کو امام کے ساتھ نہیں ملیں، یعنی پہلی اور دوسری اور ان دونوں رکعتوں میں دعائے قنوت نہیں ہوتی، بلکہ قنوت کا مقام آخری رکعت ہے اور وہ امام کے ساتھ پڑھ چکا ہے، لہٰذا اب دوبارہ پڑھنا جائز نہیں، یونہی جو شخص امام کے ساتھ تیسری رکعت کے رکوع میں مل گیا، تو چونکہ رکوع میں شامل ہونے کی وجہ سے اسے تیسری رکعت مل گئی، جس وجہ سے حکماً دعائے قنوت پڑھنا بھی شمار کر لیا گیا، اس لیے ایسا شخص بھی وتر کی بقیہ دو رکعتیں ادا کرتے ہوئے دعائے قنوت نہیں پڑھے گا۔

مسبوق کے بقیہ رکعتیں ادا کرنے کے اُصول کے بارے میں تنویر الابصار و در مختار میں ہے: ”(والمسبوق من سبقه الامام بها أو ببعضها وهو منفرد فيما يقضيه) حتى يثني ويتعوذ ويقرأ . . . **ويقضي اول صلاته في حق قراءة وآخرها في حق تشهد،** فمدرك ركعة من غير فجر ياتي بركعتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما“ ترجمہ:

اور مسبوق کہ جس کی امام کے ساتھ تمام یا بعض رکعتیں رہ جائیں وہ اپنی بقیہ رکعتیں ادا کرنے میں منفرد ہے، حتی کہ وہ ثنا اور تعوّذ پڑھے گا اور قراءت بھی کرے گا...... اور (امام کے سلام پھیرنے کے بعد) مسبوق قراءت کے حق میں پہلی رکعت اور تشہد کے حق میں دوسری رکعت ادا کرے گا، لہٰذا فجر کے علاوہ نمازوں میں ایک رکعت پانے والا دو رکعتوں کو سورۂ فاتحہ اور سورت کے ساتھ ادا کرے اور ان کے درمیان تشہد بھی پڑھے۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، جلد2، صفحہ 417، 418، مطبوعہ کوئٹہ)

اور وتر کی ایک رکعت پانے والے مسبوق کے متعلق حکم بیان کرتے ہوئے علامہ علاؤالدین حصکفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1088ھ/1677ء) لکھتے ہیں: "اما المسبوق فیقنت مع امامہ فقط" ترجمہ: بہرحال مسبوق تو وہ صرف امام کے ساتھ ہی قنوت پڑھے گا۔

مذکورہ بالا عبارت کے تحت مسئلہ کی علت بیان کرتے ہوئے علامہ ابنِ عابدین شامی دِمشقی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1252ھ/1836ء) لکھتے ہیں: "لانہ آخر صلٰوتہ وما یقضیہ اولھا حکما فی حق القرائۃ وماشبھھا وھو القنوت واذا وقع قنوتہ فی موضعہ بیقین لایکرر لان تکرارہ غیرمشروع، شرح المنیۃ "ترجمہ: کیونکہ امام کے ساتھ اس کی نماز کا آخری حصہ ادا ہو چکا ہے اور جس کو قضا کر رہا ہے وہ قراءت اور قراءت کے مشابہ چیز، یعنی دعائے قنوت کے اعتبار سے حکماً نماز کا اول حصہ ہے اور جب قنوت امام کے ساتھ اپنے محل میں بالیقین ادا ہو چکی ہے، تو اس کا تکرار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اس کا تکرار جائز نہیں۔ (ردالمحتار مع الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر۔۔۔الخ، جلد2، صفحہ 541، مطبوعہ کوئٹہ)

اسی طرح فتاوی عالمگیری میں ہے:"المسبوق یقنت مع الامام ولا یقنت بعدہ کذافي المنیة فإذا قنت مع الامام لا یقنت ثانیا فیما یقضي "ترجمہ: مسبوق امام کے ساتھ ہی دعائے قنوت پڑھے گا، اس کے بعد نہیں پڑھے گا، یونہی منیۃ المصلی میں ہے، لہٰذا جب امام کے ساتھ دعائے قنوت پڑھ چکا، تو اپنی بقیہ نماز پڑھتے ہوئے دوبارہ نہیں پڑھے گا۔

(الفتاوی الھندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب الثامن، جلد1، صفحہ111، مطبوعہ کوئٹہ)

وتر کی ایک رکعت پانے والے مسبوق کے متعلق کیے گئے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان رَحۡمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ (سالِ وفات: 1340ھ / 1921ء) لکھتے ہیں:"اسی پر اکتفا کرے، دوبارہ نہ پڑھے کہ تکرارِ قنوت مشروع نہیں۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد7، صفحہ543، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

جسے تیسری رکعت کا رکوع بھی مل گیا، وہ بھی بقیہ نماز ادا کرتے ہوئے، دعائے قنوت نہیں پڑھے گا، کیونکہ رکوع ملنے سے وہ تیسری رکعت پانے والا ہو گیا ہے، چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی رَحۡمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ لکھتے ہیں:" ویصیر مدرکا بإدراك رکوع الثالثة" ترجمہ: وتر میں مسبوق تیسری رکعت کے رکوع میں ملنے کی وجہ سے دعائے قنوت پانے والا ہو جائے گا۔

(ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر۔۔الخ، جلد2، صفحہ541، مطبوعہ کوئٹہ)

مذکورہ بالا عبارت کے تحت نتیجہ بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان رَحۡمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ "جد الممتار" میں لکھتے ہیں:"فلا یقنت فیما یقضي، ھندیہ عن المحیط، وبالجملة إنما یأتي المسبوق بالقنوت فیما یقضیه إذا فاته الرکعات

كلها، فيقنت في آخرهن وإلا لا" ترجمہ: تو (امام کے ساتھ وتر کے آخری رکوع میں ملنے والا) جب بقیہ نماز ادا کرے گا، تو دعائے قنوت نہیں پڑھے گا، یونہی ہندیہ میں محیط کے حوالے سے ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ بقیہ نماز ادا کرتے ہوئے مسبوق صرف اُس صورت میں دعائے قنوت پڑھے گا، جب اس سے وتر کی تمام رکعتیں فوت ہو جائیں، تو آخر میں قنوت پڑھے گا، ورنہ نہیں۔

(جد الممتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر۔۔الخ، جلد 3، صفحہ 453، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوی عالمگیری میں ہے: "وإذا أدركه في الركعة الثالثة في الركوع ولم يقنت معه لم يقنت فيما يقضي كذا في المحيط" ترجمہ: اور جب مقتدی نے امام کو وتر کی تیسری رکعت کے رکوع میں پایا اور اس کے ساتھ دعائے قنوت نہ پڑھی، تو اپنی بقیہ نماز ادکرتے ہوئے دعائے قنوت نہیں پڑھے گا، یونہی محیطِ سرخسی میں ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الثامن في صلاۃ الوتر، جلد 1، صفحہ 111، مطبوعہ کوئٹہ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

21 شعبان المعظم 1444ھ/14 مارچ 2023ء

# بُچی کے بال مونڈنا کیسا اور جو امام مونڈواتا ہو، اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا؟

ریفرنس نمبر Sar 7045

تاریخ:26-08-2020

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہونٹ کے نیچے بُچی کے جو بال ہوتے ہیں، انہیں مونڈ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں مونڈ سکتے، توجو امام ان بالوں کو بالکل منڈواتا ہو، توکیا اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ہونٹوں کے نیچے بُچی کے بال مونڈنا یامنڈوانا بدعت، ناجائز و گناہ ہے، کیونکہ یہ بال داڑھی میں شامل ہیں اور داڑھی مونڈنا یا منڈوانا، ناجائز و گناہ ہے، لہٰذا بُچی کے بال مونڈنا یامنڈوانا بھی ناجائز و گناہ ہے، البتہ اگر یہ بال اتنے بڑھ جائیں کہ کھانے، پینے اور کلی وغیرہ کرنے میں رکاوٹ بنے، تو انہیں بقدرِ ضرورت کتروا دینے میں کوئی حرج نہیں۔

اور بُچی کے بال مونڈنے والا شخص فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی وگناہ ہے اور اگر پڑھ لی، تو اعادہ واجب ہے، لہٰذا بُچی مونڈنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی وواجب الاعادہ ہے۔

چنانچہ بُچی کے بال منڈوانا بدعت ہے، اِس بارے میں ردالمحتار اور فتاوی عالمگیری میں ہے:" نتف الفنبکین بدعۃ وھما جانبا العنفقۃ وھی شعر الشفۃ السفلی " یعنی: ہونٹوں سے نیچے والے بالوں کو اکھیڑنا بدعت ہے اور وہ داڑھی کی بُچی کی طرفین اور نیچے کے ہونٹ کے بال ہیں۔

(ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج09، ص671، مطبوعہ کوئٹہ)(فتاوی عالمگیری، ج05، ص358، مطبوعہ کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لکھتے ہیں:"یہ بال بداہۃ سلسلہ ریش میں واقع ہیں کہ اس سے کسی طرح امتیاز نہیں رکھتے، تو انہیں داڑھی سے جدا ٹھہرانے کی کوئی وجہ وجیہ نہیں، وسط میں جو بال ذرا سے چھوڑے جاتے ہیں، جنہیں عربی میں عنفقہ اور ہندی میں بُچی کہتے ہیں، داخل ریش ہیں۔۔۔ تو بیچ میں دونوں طرف کے بال جنہیں عربی میں فنیکین، ہندی میں کوٹھے کہتے ہیں، کیونکر داڑھی سے خارج ہو سکتے ہیں، داڑھی کے باب میں حکمِ احکم حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" اعفوا اللحی و اوفروا اللحی "(داڑھیاں بڑھاؤ اور زیادہ کرو۔ت) ہے، تو اس کے کسی جزء کا مونڈنا، جائز نہیں، لاجرم علماء نے تصریح فرمائی کہ کوٹھوں کا نتف یعنی اکھیڑنا بدعت ہے، امیر المؤمنین عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے شخص کی گواہی رد فرمائی.....ان العنفقة وطرفيها جميعا من اجزاء اللحية وهي واجبة الاعفاء فلاينبغي الاقدام على ذلک مالم يثبت من حديث صحيح اونص من امام المذهب صريح"ترجمہ: بیشک عنفقہ اور اس کی دونوں طرف کے بال داڑھی میں شامل ہیں اور ان کا چھوڑنا واجب ہے، لہٰذا اس پر جرأتِ اقدام کسی طرح جائز نہیں، جب تک کسی حدیث صحیح سے یا امام مذہب کی طرف سے کسی صریح نص کے ساتھ ثابت نہ ہو، پس اس میں گہری سوچ سے کام لینے کی ضرورت ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج22، ص598-597، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی یورپ میں ہے:"داڑھی بُچہ جس کو عربی میں عنفقہ کہا جاتا ہے، وہ داڑھی ہی کا ایک اہم حصہ ہے، اس کا حلق وقصر ویسا ہی حرام ہے جیسا داڑھی کا اور اس کے ارد گرد لبِ زیریں کے کھردرے بالوں کو اکھیڑنا یا مونڈنا بھی بدعتِ مکروہہ (حرام) ہے۔"

(فتاوی یورپ، کتاب الحظر والاباحۃ، صفحہ 535، مطبوعہ شبیر برادرز، لاہور)

جو نماز کراہت کے ساتھ ادا کی جائے، اس کے اعادہ کے واجب ہونے کے بارے میں درمختار میں ہے:"کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا"ترجمہ: ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی، اس کو لوٹانا واجب ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، ج02، ص182، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت)

بُچی کے بال حد سے زیادہ بڑھ جانے پر کتروانے کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمن لکھتے ہیں: "ہاں اگر یہاں بال اس قدر طویل وانبوہ ہوں کہ کھانا کھانے، پانی پینے، کلی کرنے میں مزاحمت کریں، توان کا قینچی سے بقدرِ حاجت کم کر دینا رواہے۔ خزانۃ الروایات میں تاتارخانیہ سے ہے: "یجوز قص الاشعارالتی کانت من الفنیکین اذازحمت فی المضمضۃ اوالاکل اوالشرب "(ترجمہ: زیریں لب کے دونوں کناروں کے بال کترنے جائز ہیں، جبکہ کلی کرنے اور کھانے پینے میں رکاوٹ ہوں۔) یہ روایت بھی دلیل واضح ہے کہ بغیراس مزاحمت کے ان بالوں کا کترنا بھی ممنوع ہے، نہ کہ مونڈنا۔"

(فتاوی رضویہ، ج22، ص599، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدالرب شاکر عطاری مدنی

06محرم الحرام1442ھ26اگست2020ء

الجواب صحیح

مفتی محمدقاسم عطاری

ریفرنس نمبر:HAB-0248 تاریخ:04-12-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ آج کل بعض مساجد میں یہ دیکھا گیا ہے کہ صفوں کے کناروں پر نمازیوں کے گزرنے کے لیے لوہے کی لمبی گِرل لگا کر یا ٹیپ وغیرہ سے لمبی لکیر کھینچ کر ایک راستہ بنا دیا جاتا ہے، تاکہ ان کو مسبوق نمازیوں کا انتظار نہ کرنا پڑے اور وہ بہ آسانی وہاں سے گزر کر جا سکیں، یہ عمومی طور پر اگلی ایک دو صفوں کو چھوڑ کر کیا جاتا ہے یعنی اگلی ایک دو صفیں تو مکمل ہوتی ہیں، اس کے بعد سے کبھی تو دونوں کناروں پر اور بعض جگہ صرف دائیں یا بائیں جانب ایسا کیا جاتا ہے، لہذا وہاں دورانِ جماعت صف میں کوئی کھڑا نہیں ہوتا، قریباً ایک دو آدمیوں کی جگہ چھوڑ کر اگلی صف شروع کر دی جاتی ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ ایسا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور اگر درست نہیں ہے، تو جہاں یہ چیزیں لگا دی گئی ہیں، وہاں کیا کیا جائے؟ برائے کرم دلائل کی روشنی میں اس کا تشفی بخش جواب عطا فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

نماز کی صفوں کی درستی، نمازیوں کا خوب مِل کر کھڑا ہونا اور "اتمام صف" یعنی صفوں کو اس طرح مکمل کرنا کہ کسی بھی صف میں دونوں کناروں یا درمیان سے جگہ خالی نہ چھوڑی جائے، یہ تمام چیزیں جماعت کے واجبات میں سے ہیں، جن پر احادیث مبارکہ میں بہت تاکید فرمائی گئی ہے اور اس پر عمل نہ

کرنے والوں کے لیے سخت وعید بیان کی گئی ہے، لہٰذا جب تک اگلی صفیں دائیں بائیں دونوں کناروں تک پُر نہ ہو جائیں، اس وقت تک پیچھے دوسری صف بنانا، جائز نہیں، کیونکہ یہ اتمامِ صف کے حکم کے خلاف ہے، جو ناجائز و گناہ ہے، لہٰذا پوچھی گئی صورت میں نمازیوں کے گزرنے کے لیے صف کے کنارے پر لوہے کی گرل یا ٹیپ وغیرہ کے ذریعے راستہ بنادینا جائز نہیں، اس گرل یا ٹیپ کو ہٹا کر صفوں کو مکمل کرنا ضروری ہے اور جنہوں نے یہ چیزیں لگائیں ان پر توبہ بھی لازم ہے۔

## صفوں کو درست اور مکمل کرنے کے حکم اور نہ کرنے کی وعیدات کے متعلق کچھ احادیث مبارکہ:

صحیح البخاری میں ہے: "قال النبي صلى الله عليه وسلم: لتسون صفوفكم، أو ليخالفن الله بين وجوهكم "ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ ضرور یا تو صفوں کو برابر کرو گے یا اللہ تمہارے درمیان مخالفت ڈال دے گا۔ **(صحیح البخاری، ج01، ص145، دار طوق النجاۃ)**

مسند احمد میں ہے: "عن عبدالله بن عمر، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أقيموا الصفوف، فإنما تصفون بصفوف الملائكة وحاذوا بين المناكب، وسدوا الخلل، ولينوا في أيدي إخوانكم، ولا تذروا فرجات للشيطان، ومن وصل صفا، وصله الله تبارك وتعالى، ومن قطع صفا قطعه الله تبارك وتعالى "ترجمہ: حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صفوں کو سیدھا کرو، کیونکہ تم ملائکہ کی صفوں کی طرح صفیں بناتے ہو اور اپنے کندھوں کو برابر کرو اور صفوں کی خالی جگہوں کو پورا کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھ میں نرم ہو جاؤ اور شیطان کے لیے خالی جگہیں نہ چھوڑو اور جس نے صف کو ملایا اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو ملائے گا اور جس نے صف کو قطع کیا اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو قطع فرمائے گا۔ **(مسند احمد، ج10، ص19، مؤسسۃ الرسالہ)**

سنن ابو داؤد میں ہے: "عن أنس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أتموا الصف المقدم، ثم الذي يليه، فما كان من نقص فليكن في الصف المؤخر "ترجمہ: حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلی صف کو مکمل کرو، پھر اس کے بعد والی، تو

جو کچھ کمی ہو وہ آخری صف میں ہونی چاہیے۔ **(سنن ابي داؤد، ج02، ص11، دار الرسالة العالميه)**

**معجم کبیر میں ہے:** "عن ابن عباس، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم: من نظر إلى فرجة في صف فليسدها بنفسه، فإن لم يفعل فمر مار فليتخطخط على رقبته، فإنه لا حرمة له" **ترجمہ:** حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے صف میں موجود خلا کو دیکھا، تو اس کو چاہیے کہ وہ خود اس کو پورا کرے، تو اگر اس نے ایسا نہ کیا اور کوئی گزرنے والا گزرے تو اس کو چاہیے کہ اس کی گردن پھلانگ کر گزرے کہ اس کے لیے کوئی حرمت نہیں۔ **(المعجم الكبير للطبرانی، ج11، ص104، قاهره)**

## صفوں کو مکمل کرنے اور اس میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کرنے کے متعلق، شارحین حدیث کی عبارات:

**صحیح بخاری کی حدیث کے تحت المنتقیٰ فی شرح المؤطا میں ہے:** "فأما تسويتها فهو إتمامها فيجب أن يكمل الأول فالأول فإن كان نقص ففي المؤخر" **ترجمہ:** توصفوں کے تسویہ سے مراد ان کو مکمل کرنا ہے، لہٰذا واجب ہے کہ بالترتیب ایک کے بعد ایک صف کو مکمل کیا جائے اور اگر کوئی کمی باقی رہے، تو وہ آخری صف میں ہونی چاہیے۔ **(المنتقى فی شرح المؤطا، ج01، ص279، مطبعة السعاده)**

**عمدۃ القاری میں ہے:** "فإن قلت: مامعنى تسوية الصفوف؟ قلت: اعتدال القائمين بها على سمت واحد، ويراد بها أيضا سد الخلل الذي في الصف" **ترجمہ:** تو اگر تم یہ سوال کرو کہ صفوں کے تسویہ سے کیا مراد ہے؟ تو میں کہوں گا کہ صفوں میں کھڑے ہونے والوں کا ایک ہی سمت میں معتدل ہونا اور اس سے اس خلل کو پورا کرنا بھی مراد لیا جاتا ہے، جو صفوں میں ہوتا ہے۔

**(عمدة القاری، ج05، ص253، دار احياء التراث العربی)**

**مرقاۃ میں ہے:** "(ومن وصل صفا) بالحضور فيه وسد الخلل منه (وصله الله) أي: برحمته (ومن قطعه) أي: بالغيبة، أو بعدم السد، **أو بوضع شيء مانع** (قطعه الله) أي: من رحمته الشاملة وعنايته الكاملة، وفيه تهديد شديد ووعيد بليغ، ولذا عده ابن حجر من الكبائر في كتابه الزواجر"

ترجمہ: اور جس نے جماعت میں حاضر ہو کر اور صف کے خلل کو دور کر کے صف کو ملایا، تو اللہ اس کو اپنی رحمت سے ملادے گا اور جس نے جماعت میں حاضر نہ ہو کر یا خلا کو مکمل نہ کر کے یا تکمیلِ صف سے مانع کوئی چیز رکھ کر صف کو کاٹا، تو اللہ اس کو اپنی رحمت شاملہ وعنایت کاملہ سے کاٹ دے گا اور اس میں سخت تہدید و شدید وعید ہے، یہی وجہ ہے کہ قطع صف کو حافظ ابن حجر ہیتمی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب الزواجر میں کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا ہے۔

**(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج03، ص854، دار الفکر)**

سنن ابو داؤد کی حدیث کے تحت شرح عینی میں ہے: "والقصد من ذلك: أن لا يخلى موضع من الصف الأول مهما أمكن، وكذلك من الثاني والثالث وهلم جرا إلى أن ينتهي وتتكمل الصفوف "ترجمہ: اور اس سے مقصود یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو پہلی صف میں کوئی جگہ خالی نہ ہو اور اسی طرح دوسری اور تیسری صف کا معاملہ ہے، یہاں تک کہ صف کی انتہاء ہو جائے اور تمام صفیں مکمل ہو جائیں۔

**(شرح ابی داؤد للعینی، ج03، ص220، مطبوعہ ریاض)**

## فقہائے کرام کی عبارات:

**تکمیلِ صف کے متعلق** بحر الرائق اور درر الحکام میں ہے: "وينبغي للقوم إذا قاموا إلى الصلاة أن يتراصوا ويسدوا الخلل ويسووا بين مناكبهم في الصفوف وينبغي أن يكملوا ما يلي الإمام من الصفوف، ثم ما يلي ما يليه وهلم جرا وإن وجد في الصف فرجة سدها" ترجمہ: اور قوم کے لیے مناسب ہے کہ جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوں، تو وہ خوب آپس میں مل کر کھڑے ہوں اور خالی جگہوں کو مکمل کریں اور صفوں میں اپنے کندھوں کو آپس میں ملالیں اور یہ بھی مناسب ہے کہ پہلے وہ لوگ امام سے متصل والی صف مکمل کریں، پھر اس کے بعد والی اسی طرح آخر تک کریں اور جب کوئی شخص صف میں خالی جگہ پائے، تو اس کو مکمل کرے۔ **(البحر الرائق، ج01، ص375، دار الکتاب الاسلامی)**

**(درر الحکام شرح غرر الاحکام، ج01، ص90، دار احیاء الکتب العربیہ)**

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "درباره صفوف شرعاً تین باتیں بتاکید اکید ماموربہ ہیں اور تینوں آج کل

معاذاللہ کالعدم متروک ہورہی ہیں، یہی باعث ہے کہ مسلمانوں میں نااتفاقی پھیلی ہوئی ہے۔ **اول:** تسویہ کہ صف برابر ہو، خم نہ ہو، کج نہ ہو، مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں، سب کی گردنیں شانے ٹخنے آپس میں محاذی ایک خط مستقیم پر واقع ہوں، جو اس خط پر کہ ہمارے سینوں سے نکل کر قبلہ معظمہ پر گزرا ہے عمود ہو، دوم: **اتمام کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو دوسری نہ کریں اس کا شرع مطہرہ کو وہ اہتمام ہے کہ اگر کوئی صف ناقص چھوڑے، مثلاً: ایک آدمی کی جگہ اس میں کہیں باقی تھی اسے بغیر پورا کیے پیچھے اور صفیں باندھ لیں، بعد کو ایک شخص آیا، اس نے اگلی صف میں نقصان پایا، تو اسے حکم ہے کہ ان صفوں کو چیرتا ہوا جا کر وہاں کھڑا ہو اور اس نقصان کو پورا کرے کہ انہوں نے مخالفت حکم شرع کر کے خود اپنی حرمت ساقط کی،** سوم: تراصّ یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ چھلے، یہ بھی اسی اتمام صفوف کے متمات سے **اور تینوں امر شرعاً واجب ہیں۔**"

**(ملتقطا، فتاویٰ رضویہ، ج07، ص219 تا223، رضافاؤنڈیشن، لاہور)**

اسی میں ہے: "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تکمیل صف کا نہایت اہتمام فرماتے اور اس میں کسی جگہ فرجہ چھوڑنے کو سخت ناپسند فرماتے۔۔۔ وصل صفوف اور ان کی رخنہ بندی اہم ضروریات سے ہے اور ترک فرجہ ممنوع وناجائز۔۔۔ کسی صف میں فرجہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے، جب تک اگلی صف پوری نہ کرلیں صف دیگر ہرگز نہ باندھیں۔"

**(ملتقطاً، فتاوٰی رضویہ، ج07، ص46، 41اور49، رضافاؤنڈیشن، لاہور)**

**واللہ اعلم** عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

**کتبـــــــــــــــــــہ**

**مفتی محمد قاسم عطاری**

**19جمادی الاولی 1445ھ/04دسمبر 2023ء**

# امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو، تو نیا آنے والا جماعت میں کیسے شامل ہو

ریفرنس نمبر:SAR-7452 تاریخ:02-09-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلے کے بارے میں کہ امام اور ایک مقتدی جماعت قائم کر چکے تھے، مزید ایک نمازی آیا، تو اب کیا امام آگے بڑھ کر ایک صف کا فاصلہ قائم کرے گا یا جو ایک مقتدی پہلے سے کھڑا تھا، وہ ایک صف پیچھے آئے گا اور یہ دونوں پیچھے صف بنائیں گے، کیا صورت اختیار کی جائے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

امام اور ایک مقتدی جماعت قائم کر چکے تھے، اب مزید ایک مقتدی آیا، تو افضل یہ ہے کہ مقتدی پیچھے آجائے اور اگر مقتدی مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے پیچھے نہ آئے، تو امام کو آگے بڑھنا چاہیے، لیکن اگر امام اور مقتدی میں سے کوئی بھی آگے پیچھے نہیں ہوا، تو آنے والے کو چاہیے کہ مقتدی کو پیچھے آنے یا امام کو آگے بڑھنے کا اشارہ کر دے، مگر جب یہ نیا مقتدی اشارہ کرے، تو اُن دونوں میں سے جسے اشارہ کیا گیا ہو، وہ چند لمحات کے وقفے سے حرکت کرے، تاکہ یہ محسوس ہو کہ گویا یہ شریعت کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے حرکت کر رہا ہے، مقتدی کے حکم کی وجہ سے نہیں کر رہا اور حرکت کرنے والے کے دل میں بھی شریعت کی اتباع کی نیت ہو، مقتدی کے اشارے کی تعمیل کی نیت نہ ہو، کہ اشارے کی تعمیل کی نیت کرنے سے اُس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

علامہ ابنِ عابدین شامی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ(سال وفات:1252ھ/1836ء) لکھتے ہیں: ”إذا اقتدى بإمام فجاء آخر يتقدم الإمام موضع سجوده كذا في مختارات النوازل وفي القهستاني عن الجلابي أن المقتدي يتأخر عن اليمين إلى خلف إذا جاء آخر وفي الفتح: ولو اقتدى واحد بآخر فجاء ثالث يجذب المقتدي بعد التكبير ولو جذبه قبل التكبير لا يضره، وقيل يتقدم الإمام اهـ ومقتضاه أن الثالث يقتدي متأخرا ومقتضى القول بتقدم الإمام أنه يقوم بجنب المقتدي الأول. والذي يظهر أنه ينبغي للمقتدي التأخر إذا جاء ثالث فإن تأخر وإلا جذبه الثالث إن لم يخش إفساد صلاته۔“ ترجمہ: جب ایک شخص امام کی اقتدا کرے، پھر ایک اور نمازی آجائے، تو امام آگے اپنے سجدے کی جگہ کی طرف بڑھ جائے، جیسا کہ مختارات النوازل میں ہے۔ قہستانی میں جلابی سے یہ ہے کہ جب نیا مقتدی آئے، تو مقتدی امام کی دائیں جانب سے ہٹ کر پیچھے آجائے۔ فتح القدیر میں ہے کہ اگر ایک شخص نے اقتدا کی ہو اور پھر تیسرا شخص (دوسرا مقتدی) آجائے تو وہ پہلے مقتدی کو تکبیرِ تحریمہ باندھ لینے کے بعد پیچھے کھینچ لے اور اگر تکبیر سے پہلے کھینچے تو اِس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں اور یہ بھی کہا گیا

ہے کہ امام آگے بڑھ جائے۔(فتح القدیر کی عبارت مکمل ہوئی) اُن کی عبارت کا مقتضی یہ ہے کہ تیسرا شخص پچھلی صف میں اقتدا کرے اور "امام کے آگے بڑھنے" والے قول کا مطلب یہ ہے کہ تیسرا شخص اُس مقتدی کے پہلو میں ہی کھڑا ہو جائے۔ جو رائے زیادہ ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ جب دوسرا مقتدی آئے تو پہلے مقتدی کو چاہیے کہ وہ پیچھے آجائے، اگر وہ پیچھے آجاتا ہے تو ٹھیک، ورنہ نیا آنے والا اُسے پیچھے کھینچ لے، بشرطیکہ اُس پہلے مقتدی کی نماز ٹوٹنے کا اندیشہ نہ ہو۔

(ردالمحتار مع درمختار، جلد2، باب الامامۃ، صفحہ371، مطبوعہ کوئٹہ)

امامِ اہلسنّت، امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں:"جب امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو افضل یہ ہے کہ مقتدی پیچھے ہٹے، ہاں اگر مقتدی مسئلہ نہ جانتا ہو یا پیچھے ہٹنے کو جگہ نہیں تو ایسی صورت میں امام کو بڑھنا چاہئے کہ ایک کا بڑھنا دو کے ہٹنے سے آسان ہے، پھر اگر (مقتدی) مسئلہ جانتا ہو، تو جب کوئی دوسرا ملا چاہتا ہے، تو خود ہی پیچھے ہٹنا چاہئے، خواہ امام خود ہی آگے بڑھ جائے، ورنہ اس آنے والے شخص کو چاہئے کہ مقتدی کو اور وہ مسئلہ نہ جانتا ہو تو امام کو اشارہ کرے، انہیں مناسب ہے کہ معاً اشارہ کے ساتھ ہی حرکت نہ کریں کہ امتثال امر غیر کا شبہہ نہ ہو، بلکہ ایک تامل خفیف کے بعد اپنی رائے سے اتباعِ حکم شرع و ادائے سنت کے لئے، نہ اس کا اشارہ ماننے کی نیت سے حرکت کریں، اس صورت میں برابر ہے کہ یہ آنے والا مقتدی نیت باندھ کر اشارہ کرے خواہ بلا نیت کے، بہر حال وہ اطاعتِ حکم شرع کریں گے، نہ اس کے حکم کی اطاعت اور جو جاہل اس کا حکم ماننے کی نیت کرے گا، تو اس کا تکبیر تحریمہ کے بعد اشارہ کرنا کیا نفع دے گا، کہ امام یا مقتدی کو دوسرے مقتدی کا حکم ماننا کب جائز ہے، لقمہ قراءت میں یا افعال میں لینا کہ امام کو جائز ہے وہ بھی بحکم شرع ہے، نہ کہ اطاعتِ حکم مقتدی، جو اس کی نیت کرے گا، اس کی نماز خود ہی فاسد ہو جائے گی اور جب وہ امام ہے، تو اس کے ساتھ سب کی جائے گی۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد7، صفحہ138، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1367ھ/1947ء) لکھتے ہیں:"ایک شخص امام کے برابر کھڑا تھا، پھر ایک اور آیا، تو امام آگے بڑھ جائے اور وہ آنے والا اس مقتدی کے برابر کھڑا ہو جائے یا وہ مقتدی پیچھے ہٹ آئے خود یا آنے والے نے اس کو کھینچا، خواہ تکبیر کے بعد یا پہلے یہ سب صورتیں جائز ہیں، جو ہو سکے کرے اور سب ممکن ہیں تو اختیار ہے، مگر مقتدی جبکہ ایک ہو تو اس کا پیچھے ہٹنا افضل ہے اور دو ہوں تو امام کا آگے بڑھنا، اگر مقتدی کے کہنے سے امام آگے بڑھا یا مقتدی پیچھے ہٹا اِس نیت سے کہ یہ کہتا ہے اِس کی مانوں، تو نماز فاسد ہو جائے گی اور حکم شرع بجالانے کے لیے ہو، کچھ حرج نہیں۔

(بہارِ شریعت، جلد1، حصہ3، صفحہ585، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

24محرم الحرام1443ھ/02ستمبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرینس نمبر:Pin 6368　　　بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　　تاریخ:17-11-2019

# دارالحرب میں جمعہ پڑھنے کا حکم

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ دارالحرب میں جمعہ کی ادائیگی کاکیاحکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

فی زمانہ دارالحرب میں مسلمانوں کی مستقل رہائش، کثیر آبادی، نمازِ جمعہ کی عمومی ادائیگی اور جمعہ نہ پڑھنے کی صورت میں پیداہونے والے مفاسد کے پیشِ نظر معتمد و مستند علمائے کرام نے شرعی اصولوں میں سے عمومِ بلویٰ اور ازالہ فسادِ مظنون بظنِ غالب کو بنیاد بناکر مذہبِ امام مالک پر عمل کرنے اور دارالحرب میں دیگر شرائط کی موجودگی میں نمازِ جمعہ وعیدین اداکرنے کی اجازت دی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ وعیدین کے لیے اسلامی شہر ہوناضروری نہیں۔

موجودہ زمانے کے اعتبار سے نفسِ حکم بیان کرنے کے بعد مسئلہ کی مکمل تفصیل یہ ہے کہ جمعہ فرائضِ دینیہ میں سے اہم ترین فرض ہے۔ دیگر فرائض کی طرح اس کی صحت اورادائیگی کے لیے بھی مخصوص شرائط ہیں کہ اگر وہ پائی جائیں، توجمعہ درست ہوگا،ورنہ نہیں اور بعض صورتوں میں گناہ بھی ہوگا۔ ان شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ جس جگہ جمعہ اداکیاجارہا ہے،وہ اسلامی شہر ہو۔اگروہ جگہ شہر ہی نہیں یاشہر توہے، لیکن اسلامی نہیں، تووہاں جمعہ اداکرنا اصل مذہب کے مطابق درست نہیں اور عملاًیہ ہوگا کہ جہاں جمعہ کی شرائط نہ پائی جائیں، وہاں ظہر کی نماز اداکرنافرض ہے، نمازِ ظہر فرض ہونے کے باوجود اس کی جگہ جمعہ اداکرنے والا تارکِ فرض کہلائے گااور جان بوجھ کرایک بار بھی فرض ترک کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔

نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے شہر ہوناضروری ہے۔ چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، السنن الکبریٰ للبیہقی اور شرح مشکل الآثار وغیرہ میں ہے:واللفظ للاول:" لا جمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا اضحى الا في مصر جامع او مدينة عظيمة "ترجمہ: نمازِ جمعہ، تکبیراتِ تشریق، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز نہیں، مگر مصر جامع یا بہت بڑے

شہر میں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج1، ص439، مطبوعہ، ریاض)

حاشیہ شرنبلالی اور در مختار وغیرہ کتبِ فقہ میں ہے: "شروط الصحۃ ستۃ: المصر والجماعۃ والخطبۃ والسلطان والوقت والاذن العام" ترجمہ: جمعہ صحیح ہونے کے لئے چھ شرطیں ہیں: شہر، جماعت، خطبہ، سلطان، وقت اور اذنِ عام کا ہونا۔
(حاشیہ شرنبلالی مع درر الحکام، ج1، ص136، دار احیاء الکتب)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "فرضیت وصحت وجوازِ جمعہ، سب کے لئے اسلامی شہر ہونا شرط ہے، جو جگہ بستی نہیں جیسے بَن، سمندر یا پہاڑ یا بستی ہے، مگر شہر نہیں جیسے دیہات یا شہر ہے، مگر اسلامی نہیں جیسے روس، فرانس کے بلاد، ان میں جمعہ فرض ہے، نہ صحیح، نہ جائز، بلکہ ممنوع وباطل وگناہ ہے، اس کے پڑھنے سے فرضِ ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔۔۔۔اور شہر کے اسلامی ہونے کے لئے یہ ضرور ہے کہ یا تو فی الحال اس میں سلطنتِ اسلام ہو خود مختار جیسے بحمد اللہ تعالیٰ سلطنت عُلیہ عالیہ عثمانیہ ودولتِ خداداد افغانستان "حفظهما اللہ تعالی عن شرور الزمان" یا کسی سلطنتِ کفر کی تابع جیسے اب چند روز سے سلطنتِ بخارا "وحسبنا اللہ ونعم الوکیل" اور اگر فی الحال نہ ہو، تو دو باتیں ضرور ہیں: ایک یہ کہ پہلے اس میں سلطنتِ اسلامی رہی ہو، دوسرے یہ کہ جب سے قبضہ کافر میں آئی، شعارِ اسلام مثل جمعہ وجماعت واذان واقامت وغیرہا کلاً یا بعضاً برابر اس میں اب تک جاری رہے ہوں، جہاں سلطنت اسلامی کبھی نہ تھی، نہ اب ہے، وہ اسلامی شہر نہیں ہو سکتے، نہ وہاں جمعہ وعیدین جائز ہوں، اگرچہ وہاں کے کافر سلاطین شعائرِ اسلامیہ کو نہ روکتے ہوں، اگرچہ وہاں مساجد بکثرت ہوں، اذان واقامتِ جماعت علی الاعلان ہوتی ہو، اگرچہ عوام اپنے جہل کے باعث جمعہ وعیدین بلامزاحمت ادا کرتے ہوں جیسے کہ روس، فرانس وجرمن وپرتگال وغیرہا اکثر، بلکہ شاید کل سلطنت ہائے یورپ کا یہی حال ہے۔ یونہی اگر پہلے سلطنت اسلامی تھی، پھر کافر نے غلبہ کیا اور شعائرِ کفر جاری کر کے تمام شعائر اسلام یکسر اٹھا دئے، تو اب وہ شہر بھی اسلامی نہ رہے اور جب تک پھر از سر نو ان میں سلطنت اسلامی نہ ہو، وہاں جمعہ وعیدین جائز نہیں ہو سکتے، اگرچہ کفار غلبہ یافتہ ممانعت کے بعد پھر بطورِ خود شعائر اسلام کی اجازت دے دیں، خواہ ان کافروں سے دوسرے کافر چھین کر اجرائے شعائر اسلام کر دیں، کہ کوئی غیر اسلامی شہر مجرد جریان شعائر اسلام سے اسلامی نہیں ہو جاتا۔" (فتاوی رضویہ، ج8، ص377تا379، مطبوعہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مذکورہ تفصیل سے واضح ہوا کہ دار الحرب میں جمعہ وعیدین کی نماز ادا کرنا اصل مذہب کے مطابق صحیح نہیں، لیکن دوسری طرف فی زمانہ دار الحرب میں جمعہ وعیدین کے معاملے کا جائزہ لیا جائے، تو اس میں عموم بلویٰ پایا جاتا ہے۔ عمومِ بلویٰ کا مطلب یہ ہے کہ "عوام وخواص سبھی کسی محظورِ شرعی میں مبتلا ہوں اور دین، جان، عقل، نسب، مال یا ان میں سے کسی ایک کے

تحفظ کے لیے اس سے بچنا مشقت وضرر کا باعث ہو" اور غیر اسلامی ممالک جو دار الحرب ہیں، ان میں بلا شبہ لاکھوں کی تعداد میں مسلمان آباد ہیں اور وہاں بغیر کسی پابندی کے دیگر نمازوں کی طرح جمعہ وعیدین کی نمازیں بھی ادا کرتے ہیں، عوام وخواص، سبھی اس جماعت میں شریک ہوتے ہیں، شاید ہی کوئی اس بارے میں اصلِ مذہب پر عمل کرتے ہوئے صرف ظہر کی نماز ادا کرتا ہو، بلکہ اب تو جو علماء، مشائخ، واعظین، مبلغین وہاں پہ مقیم ہیں یا باہر سے وہاں تشریف لے جاتے ہیں، وہ بھی جمعہ وعیدین کی جماعتوں میں شریک ہوتے ہیں اور بلا نکیر خود بھی ان نمازوں میں امامت کرواتے ہیں۔

اب اگر موجودہ دور میں بھی ان ممالک میں جمعہ وعیدین کی نمازوں کو ناجائز وباطل کہا جائے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہاں لاکھوں کی تعداد میں عوام وخواص جو ظہر کی بجائے جمعہ ادا کرتے ہیں، وہ تارکِ فرض ہیں اور جان بوجھ کر ایک بار بھی فرض کا ترک گناہِ کبیرہ ہے اور اِن ممالک میں ترکِ ظہر کا معاملہ معلوم ومشہود ومشہور ہے اور حکم شرعی یہ ہے کہ گناہِ کبیرہ کا علانیہ مرتکب فاسقِ معلن اور فاسق معلن کی امامت، شہادت وغیرہ ناجائز ہے۔ یوں عوام وخواص، سبھی اس محظورِ شرعی میں مبتلا ہیں اور ایسا ابتلاء کہ جس سے بچنا دشوار تر ہے۔

نیز دار الحرب کے اندر جمعہ قائم کرنے میں ازالہ فسادِ مظنون بظنِ غالب بھی ہے۔ فساد کا مطلب "ایسی ناگوار چیز جو دین، جان، مال، عقل، نسب یا ان میں سے کسی ایک کو ضائع کر دے" یہ فساد اگر کسی جگہ فی الحال پایا جائے یا اس کے پائے جانے کا ظنِ غالب ہو، تو اسے دور کرنا اور روکنا "ازالہ فسادِ موجود یا مظنون بظنِ غالب" کہلاتا ہے۔ اب اگر ان ممالک میں عوام کو جمعہ وعیدین کی نمازوں سے بچنے کا حکم دیا جائے یا فقط علماء، مشائخ، واعظین اور مبلغین ہی بچیں اور ان نمازوں میں امامت نہ کریں، تو عوام انہیں برا کہیں گے، ان کی غیبتوں میں پڑیں گے، جس سے علماء کی آبرو اور عوام کا دین بے حد متاثر ہوگا اور دوسری بات یہ کہ وہاں نمازِ جمعہ وعیدین کے لیے کافی تعداد میں مسلمان مساجد میں جمع ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے بآسانی ان تک دین کا کچھ نہ کچھ ضروری پیغام پہنچ جاتا ہے، جو ان کے حفظِ دین وعقیدہ کا سبب بنتا ہے، تو ان نمازوں سے بھی روکنے کے سبب لوگ صحیح العقیدہ یعنی اہل سنت کی مساجد چھوڑ کر دوسری مساجد میں چلے جائیں گے، خواہ وہ کسی بھی فرقے کی ہوں اور ان کا امام کیسا ہی ہو، جس کے نتیجے میں فی الحال ان کی نمازیں اور آئندہ ان کا عقیدہ برباد ہونے کا ظنِ غالب ہے، کیونکہ عموماً لوگ جس مسجد میں نماز پڑھتے ہیں، اس مسجد کے امام وخطیب کے ہم مسلک اور ہم عقیدہ ہو جاتے ہیں اور کچھ عرصے بعد مسلمانوں کو مشرک کہنا شروع کر دیتے ہیں، تو اس سے بڑھ کر اور کیا فساد ہوگا کہ جس سے لوگوں کا دین وایمان ہی برباد ہو جائے گا۔

اس صورتِ حال کے پیشِ نظر معتمد ومستند علماء کرام نے "عمومِ بلویٰ" اور "ازالہ فسادِ مظنون بظنِ غالب" کو بنیاد بنا کر

مذہبِ امام مالک پر عمل کرنے اور دار الحرب میں دیگر شرائط کی موجودگی میں نمازِ جمعہ و عیدین ادا کرنے کی اجازت دی ہے، کیونکہ یہ دونوں شریعت کے ان اصولوں میں سے ہیں، جن کی وجہ سے احکامِ شرع تبدیل ہو جاتے ہیں اور یاد رہے کہ احکام میں تبدیلی کا یہ معاملہ ہمیشہ سے جاری اور علماء میں معمول بہا ہے، کہ بعض احکام میں پہلے عدم جواز کا فتوی دیا جاتا تھا، لیکن بعد میں ضرورت، حاجت، دفع حرج، عمومِ بلوی، فسادِ موجود یا مظنون بظنِ غالب کا ازالہ وغیرہا اصولوں کے پیشِ نظر علماء وفقہاء نے کبھی تو اپنے ہی مذہب کی کسی روایت پر اور کبھی دوسرے امام کے قول پر عمل کرتے ہوئے جواز کا فتوی دیا ہے۔

پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ فی زمانہ دار الحرب میں بھی (دیگر شرائط کی موجودگی میں) جمعہ و عیدین کی نماز ادا کرنا درست ہے۔ البتہ خواص وہاں جمعہ کے دن ظہر احتیاطی بھی ادا کریں یعنی نماز جمعہ کے بعد چار رکعتیں اس نیت سے پڑھیں کہ ظہر کی سب سے آخری نماز، جس کا وقت پایا اور ابھی تک ادا نہیں کی، اسے پڑھ رہا ہوں اور بہتر یہ ہے کہ جمعہ کے بعد چار سنتیں پڑھنے کے بعد ظہر احتیاطی پڑھی جائے۔

حالاتِ زمانہ کے بدلنے سے احکام میں تبدیلی کے متعلق علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "فکثیر من الاحکام تختلف باختلاف الزمان، لتغیر عرف اھلہ اولحدوث ضرورۃ اوفساد اھل الزمان، بحیث لوبقی الحکم علی ما کان علیہ او لا، للزم منہ المشقۃ والضرر بالناس ولخالف قواعد الشریعۃ المبنیۃ علی التخفیف والتیسیر، و دفع الضرر والفساد لبقاء العالم علی اتم نظام و احسن احکام، ولھذا تری مشائخ المذھب خالفوا مانص علیہ المجتھد فی مواضع کثیرۃ، بناھا علی ما کان فی زمنہ، لعلمھم بانہ لو کان فی زمنھم لقال بما قالوابہ اخذاً من قواعد مذھبہ" ترجمہ: بہت سے احکام زمانے کے بدلنے سے بدل جاتے ہیں، کیونکہ اہل زمانہ کا عرف بدل چکا ہوتا ہے، یا کوئی ضرورت پیش آجاتی ہے، یا اہل زمانہ میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے، چنانچہ اگر اب بھی سابقہ حکم باقی رہتا ہے، تو یہ لوگوں کے مشقت اور ضرر میں مبتلا ہونے کا سبب بنے گا، نیز ان قواعد شرعیہ کی بھی مخالفت لازم آئے گی، جن کی بنیاد ہی بہترین معاشرے و نظام کے مطابق عالم کی بقا کے لیے تخفیف و آسانی، دفع ضرر و فساد پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ مشائخ مذہب کو دیکھیں گے کہ انہوں نے کئی ایسے مقامات پر مجتہد کے منصوص مسائل کی مخالفت کی ہے، جن کی بنیاد ان کے زمانے کی موجودہ حالت پر تھی، کیونکہ ان حضرات کو معلوم تھا کہ اگر وہ مجتہد ہمارے زمانے میں ہوتے، تو اپنے مذہب کے قواعد پر عمل کرتے ہوئے ضرور وہی حکم دیتے، جو ہم نے دیا ہے۔

(رسائل ابن عابدین، ج2، ص125 تا126، سہیل اکیڈمی، لاہور)

شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے جہاں تک ہو سکے ہمیں آسانی پیدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں

حضرت سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ”کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا بعث احداً من اصحابہ فی بعض امرہ، قال: بشروا ولا تنفروا، ویسروا ولا تعسروا“ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی صحابی کو کسی کام کے لئے بھیجتے، تو فرماتے: خوشخبری دو، متنفر نہ کرو، آسانی پیدا کرو، تنگی میں نہ ڈالو۔“

(صحیح مسلم، ج2، ص82، مطبوعہ کراچی)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”چھ باتیں ہیں، جن کے سبب قولِ امام بدل جاتا ہے اور قول ظاہر کے خلاف عمل ہوتا ہے اور وہ چھ باتیں ضرورت، دفع حرج، عرف، تعامل، دینی ضروری مصلحت کی تحصیل، کسی فساد موجود یا مظنون بظن غالب کا ازالہ، ان سب میں بھی حقیقۃً قول امام ہی پر عمل ہوتا ہے۔“

(فتاوی رضویہ، ج1، حصہ1، ص127، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

اور عمومِ بلویٰ اور فساد کی تعریف بیان کرتے ہوئے محقق مسائل جدیدہ مفتی نظام الدین رضوی صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں: ”**عمومِ بلوی:** وہ حالت و کیفیت جس کے باعث عوام وخواص سبھی محظورِ شرعی میں مبتلا ہوں اور دین، جان، عقل، نسب، مال یا ان میں سے کسی کے تحفظ کے لیے اس سے بچنا مشقت وضرر کا سبب ہو۔

**فساد:** وہ ناگوار چیز، جو دین، جان، عقل، نسب، مال یا ان میں سے کسی ایک کو فوت کر دے، جیسے کلمہ کفر بولنے یا کسی کفر کا ارتکاب کرنے سے ایمان کی بربادی، نماز میں کلام یا عمل کثیر سے نماز کا فساد، نکاح سے باہر ہونے کے لئے عورت کا ارتداد وغیرہ، اسی فساد کو دور کرنے کا نام ازالہ فساد ہے، جسے دفع مفسدہ بھی کہا جاتا ہے۔“

(فقہ اسلامی کے سات بنیادی اصول، ص47تا49، مطبوعہ والضحی پبلی کیشنز)

**نوٹ:** فی زمانہ دار الحرب میں جمعہ و عیدین کے جواز کی مکمل تفصیل مجلس شرعی آف مبارکپور کے ”دسویں فقہی سیمینار“ کے مقالہ جات اور فیصلوں میں دیکھی جا سکتی ہے، جو مفتی نظام الدین رضوی صاحب مدظلہ العالی کی کتاب بنام ”جدید مسائل پر علماء کی رائیں اور فیصلے“ کے ص387 تا 398 پر بھی موجود ہیں۔

**و اللہ اعلم** عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

**کتبـــــــــــہ**

**مفتی محمد قاسم عطاری**

19 ربیع الاول 1441ھ/17 نومبر 2019ء

# دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)

Dar-ul-ifta Ahl-e-sunnat

ریفرینس نمبر: Har 4977 بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ تاریخ: 10-10-2018

## جامع مسجد کے علاوہ جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا نمازِ جمعہ کے لیے جامع مسجد شرط ہے اور دوسری مساجد یا کسی اور جگہ جمعہ کی نماز نہیں ہو سکتی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

**الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب**

نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے یہ چھ شرائط ہیں: (1) شہر یا فنائے شہر۔ (2) بادشاہِ اسلام یا اس کا نائب، جسے بادشاہ نے جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا ہو۔ (3) وقتِ ظہر۔ (4) خطبہ۔ (5) جماعت یعنی امام کے علاوہ کم از کم تین مرد۔ (6) اذنِ عام۔

جمعہ کی ان شرائط میں جامع مسجد در کنار، عام مسجد کو بھی جمعہ کے لیے شرط قرار نہیں دیا گیا، لہٰذا جمعہ کی تمام شرائط مکمل ہوں، تو جامع مسجد کی طرح، عام مساجد یا اس کے علاوہ کسی بھی مناسب جگہ پر جمعہ ادا کیا جا سکتا ہے، البتہ جمعہ کا زیادہ ثواب جامع مسجد میں ہے، ہاں اگر دوسری جگہ کا امام، جامع مسجد کے امام سے بڑا عالم یا زیادہ صاحبِ فضیلت ہو، تو اس مسجد میں جمعہ کا زیادہ ثواب ہوگا۔

حلبی کبیری میں ہے: " و المسجد الجامع لیس بشرط و لھذا اجمعوا علی جوازھا بالمصلّٰی فی فناء المصر" اور (جمعہ کے لیے) جامع مسجد ہونا شرط نہیں، اسی لیے فقہاءِ کرام کا فنائے شہر میں موجود عید گاہ میں جمعہ پڑھنے کے جائز ہونے پر اجماع ہے۔

**(غنیۃ المستملی، صفحہ474، مطبوعہ کوئٹہ)**

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ایک بڑے گھر میں پڑھے گئے جمعہ کے متعلق سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: " جمعہ کے لیے مسجد شرط نہیں، مکان میں بھی ہو سکتا ہے، جبکہ شرائطِ جمعہ پائی جائیں اور اذنِ عام دے دیا جائے۔ لوگوں کو اطلاعِ عام ہو کہ یہاں جمعہ ہو گا اور کسی کے آنے کی ممانعت نہ ہو، تو اگر صورت یہ تھی، وہ لوگ مصیب (یعنی درستی پر) ہوئے۔ ملخصاً۔ "

**(فتاویٰ رضویہ، جلد08، صفحہ460، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)**

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: " جمعہ کا زیادہ ثواب جامع مسجد میں ہے، مگر جب کہ دوسری جگہ کا امام اعلم و افضل ہو۔ "

**(فتاویٰ رضویہ، جلد08، صفحہ442، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)**

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

**کتبـــــــــــــــــہ**

**عبدہ المذنب ابو الحسن فضیل رضا العطاری عفی عنہ**

29 محرم الحرام 1440ھ/10 اکتوبر 2018ء

ریفرینس نمبر: Sar6314　　بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　تاریخ: 18-09-2018

## مسجد کے قریب جماعت کروانا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اسکول میں پڑھتا ہوں۔ میرا اسکول مسجد کے سامنے ہے۔ مسجد میں اگر بغیر اسپیکر بھی اذان دی جائے، تو باآسانی پہنچ جاتی ہے۔اسکول میں پڑھتے ہوئے جب جماعت کا وقت ہو جاتا ہے، تو میں مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آجاتا ہوں۔اب اساتذہ کی جانب سے کہا جارہا ہے کہ اگر تم یہاں جماعت کروالو، تو بقیہ بھی نماز پڑھ لیں گے۔اب آپ سے سوال یہ ہے کہ مسجد کے اتنا قریب ہوتے ہوئے کیا اس اسکول میں مسجد کی جماعت کو چھوڑ کر نماز قائم کی جاسکتی ہے تاکہ دیگر بھی جماعت سے نماز پڑھ لیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

### الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

صورت مسئولہ میں مسجد کی جماعت واجب ہے۔مسجد کی جماعت چھوڑ کر اسکول میں جماعت قائم کرنا، جائز نہیں، کیونکہ مسجد میں بغیر اسپیکر دی جانے والی اذان، شوروغل نہ ہونے کی صورت میں جہاں تک پہنچتی ہو، تو وہاں کے عاقل، بالغ، غیر مریض مرد پر مسجد کی پہلی جماعت واجب ہے، جس کو بلاعذرِ شرعی چھوڑنا یا مسجد کی جماعت چھوڑ کر اپنی جماعت قائم کر لینا جائز نہیں اور سوال میں بیان کردہ عذر ایسا عذرِ شرعی نہیں کہ جس کی وجہ سے مسجد کی جماعت چھوڑنے کی شرعاً اجازت ہو سکے، لہٰذا سب کو ترغیب دلا کر مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا ذہن دینا چاہیے کہ شریعت مطہرہ میں مسجد کی جماعت کی سخت تاکید ہے۔

چنانچہ اذان سن کر مسجد میں آکر جماعت سے نماز نہ پڑھنے کے بارے میں حدیث مبارک میں ہے: "الجفاء کل الجفاء والکفر والنفاق من سمع منادی اللہ ینادی بالصلاۃ یدعو الی الفلاح ولا یجیبہ" ترجمہ: ظلم پورا ظلم اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی اللہ کے منادی کو نماز کی ندا کرتا اور فلاح کی طرف بلاتا سنے اور حاضر نہ ہو۔ **(مسند احمد بن حنبل، ج24، ص390، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)**

ایک حدیث میں فرمایا کہ بلاعذر جماعت چھوڑنے والے کی نماز ہی نہیں ہوتی۔چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"من سمع النداء ولم یاته فلا صلوۃ له الا من عذر" ترجمہ: جس نے اذان سنی اور نماز کے لئے حاضر نہ ہو، تو اس کی نماز ہی نہیں الا یہ کہ کوئی عذر ہو۔ **(ابن ماجہ، ص 57، مطبوعہ کراچی)**

حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد کی جماعت چھوڑ کر نماز پڑھنے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: "لا صلاۃ لجار المسجد الا في المسجد قال الثوری في حديثه قيل لعلي: ومن جار المسجد؟ قال: من سمع النداء" ترجمہ: مسجد کے پڑوسی کی نماز نہیں، مگر مسجد میں۔ امام ثوری علیہ الرحمۃ کی حدیث میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ مسجد کا پڑوسی کون ہے؟ ارشاد فرمایا: جو اذان کی آواز سُنے۔

**(مصنف عبدالرزاق، ج 1، ص 497، المکتب الاسلامی، بیروت)**

مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس حدیث مبارک کی شرح بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "جہاں تک اذان کی آواز پہنچے، وہاں تک کے لوگوں کو مسجد میں آنا بہت ضروری ہے۔ وہ دور کے لوگ جہاں اذان نہ پہنچی ہو، ان کے لیے بھی مسجد آنا بہت بہتر ہے، مگر اتنی سختی نہیں، اس حدیث کا یہی مطلب ہے۔" لا صلاۃ لجار المسجد الا في المسجد "۔۔۔ اذان کی آواز پہنچنے سے مراد آج کل کے لاؤڈ اسپیکر کی آواز نہیں؛ یہ تو دو دو میل تک پہنچ جاتی ہے۔"

**(مرأۃ المناجیح، ج 2، ص 168، نعیمی کتب خانہ، گجرات)**

مسجد کے قریب ہوتے ہوئے مسجد کی جماعت چھوڑ کر اپنی نماز پڑھنے والے کے بارے میں امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "مگر فرائض بے عذر قوی مقبول اگر حجرہ میں پڑھے اور مسجد میں نہ آئے، گنہگار ہے، چند بار ایسا ہو، تو فاسق، مردود الشہادۃ ہوگا۔"

**(فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 393-394، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)**

ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں: "پانچوں وقت کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ واجب ہے؛ ایک وقت کا بھی بلا عذر ترک گناہ ہے۔" **(فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 194، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)**

**واللہ اعلم** عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

**کتبـــــــــــــــــــــــہ**

**ابو الصالح محمد قاسم قادری**

07 محرم الحرام 1440ھ / 18 ستمبر 2018ء

ریفرنس نمبر:FSD-8023 تاریخ:14-09-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی مقتدی مسبوق ہو کہ اس کی کوئی رکعت رہ گئی ہو اور وہ امام کے ساتھ آخری رکعت میں تشہد پڑھنے کے بعد دُرود شریف اور دعا بھی پڑھ لے، تو ایسی صورت میں اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ جبکہ اسے صرف تشہد تک ہی پڑھنا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مسبوق (یعنی جس کی کوئی رکعت رہ گئی ہو، اس) کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ تشہد کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھے، تاکہ امام کے سلام پھیرنے کے وقت فارغ ہو اور اگر پھر بھی امام کے سلام پھیرنے سے پہلے فارغ ہو جائے، تو کلمہ شہادت کی تکرار کرے، لیکن اگر کسی **مسبوق نے بھول کر یا جان بوجھ کر اس کا خلاف کیا، یعنی تشہد کے بعد بالکل خاموش رہا یا اس کے بعد دُرود ابراہیمی و دعا پڑھ لی یا دوبارہ مکمل تشہد پڑھ لیا، تو اس کا یہ عمل بھی جائز ہے، جس سے نہ تو بھول کر کرنے والے پر سجدہ ہو گا اور نہ ہی جان بوجھ کر کرنے سے نماز واجب الاعادہ ہو گی۔**

اس میں **تفصیل** یہ ہے کہ مسبوق بالاتفاق امام کے قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھے گا اور اگر امام کے سلام پھیرنے سے پہلے تشہد سے فارغ ہو جائے تو اب کیا کرے گا؟ **اس بارے میں فقہائے کرام** رحمھم اللہ السلام **کے متعدد اقوال ہیں:**

(1) مسبوق کو چاہیئے کہ وہ تشہد کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھے، تاکہ امام کے سلام پھیرنے کے وقت تشہد سے فارغ ہو۔

(2) اگر مسبوق امام کے سلام سے پہلے تشہد سے فارغ ہو جائے، تو تشہد کے بعد خاموش ہو جائے اور دُرود و دُعا کچھ نہ پڑھے۔

(3) ایسا شخص شہادتین (کلمہ شہادت) کی تکرار کرے۔

(4) اگر مسبوق امام کے سلام سے پہلے تشہد سے فارغ ہو جائے، تو تشہد کو شروع سے دوبارہ پڑھے۔

(5) بعض فقہاء نے فرمایا کہ وہ امام کی متابعت میں درود و دعا بھی پڑھے گا۔

(6) اور بعض فقہاء نے فرمایا کہ اسے اختیار ہے، چاہے تو قرآنی دعائیں پڑھے اور چاہے تو درود پاک پڑھے۔

**اور یہ تمام اقوال مصَحَّح (تصحیح شدہ) ہیں۔** البتہ زیادہ علماء نے دُرود و دُعا کچھ نہ پڑھنے والے قول کو بہتر قرار دیا ہے، لیکن اس کے باوجود دوسرے اقوال پر عمل کو ناجائز نہیں فرمایا اور نہ ہی دوسرے اقوال پر عمل کرنے والے کو ترکِ واجب کا مُرتکب ٹھہرا کر سجدہ سہو کے لزوم کا حکم فرمایا اور نہ ہی جان بوجھ کر ایسا کرنے والے کی نماز کے واجب الاعادہ ہونے کو بیان فرمایا، بلکہ اس بات کی صراحت فرمائی کہ جس قول پر چاہے عمل کرلے، البتہ اسے چاہیئے کہ وہ ٹھہر ٹھہر کر تشہد پڑھے اور اگر پھر بھی امام سے پہلے فارغ ہو جائے، تو کلمہ شہادت کی تکرار کرے۔

مسبوق کے تشہد سے فارغ ہونے پر درود و دعا پڑھنے کے بارے میں مبسوط سرخسی میں ہے "وتكلموا أن بعد الفراغ من التشهد ماذا يصنع؟ فكان ابن شجاع رحمه الله يقول يكرر التشهد وأبو بكر الرازي يقول يسكت؛ لأن الدعاء مؤخر إلى آخر الصلاة والأصح أنه يأتي بالدعاء متابعة للإمام؛ لأن المصلي إنما لا يشتغل بالدعاء في خلال الصلاة لما فيه من تأخير الأركان وهذا المعنى لا يوجد هنا؛ لأنه لا يمكنه أن يقوم قبل سلام الإمام "ترجمہ: مسبوق تشہد سے فارغ ہونے کے بعد کیا کرے؟ اس میں فقہاء نے کلام فرمایا ہے۔ ابن شجاع رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ وہ تشہد کی تکرار کرے۔ اور ابو بکر رازی نے فرمایا کہ وہ خاموش رہے، کیونکہ دعا، نماز کے آخر تک مؤخر ہے۔ اور (صاحبِ مبسوط کے نزدیک) اصح یہ ہے کہ وہ امام کی متابعت میں دعا پڑھے گا، کیونکہ مقتدی کا نماز کے دوران دعا میں مشغول ہونا، تاخیرِ ارکان کا سبب ہوتا ہے اور تاخیرِ ارکان یہاں نہیں پائی گئی، کیونکہ وہ امام کے سلام سے قبل کھڑا نہیں ہو سکتا۔

**(المبسوط لسرخسی، کتاب الصلاۃ، باب افتتاح الصلاۃ، جلد 1، صفحہ 135، مطبوعہ کوئٹہ)**

مسبوق کے تشہد سے فارغ ہونے کے بعد دعا و درود پڑھنے کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، چنانچہ بحر الرائق میں ہے "وأطلق المصنف التشهد والصلاة فشمل المسبوق ولا خلاف أنه في التشهد كغيره وأما في الصلاة والدعاء فاختلفوا على أربعة أقوال اختار ابن شجاع تكرار التشهد وأبو بكر الرازي السكوت

وصحح قاضي خان في فتاواه أنه يترسل في التشهد حتى يفرغ منه عند سلام الإمام، وصحح صاحب المبسوط أنه يأتي بالصلاة والدعاء متابعة للإمام؛ لأن المصلي لا يشتغل بالدعاء في خلال الصلاة لما فيه من تأخير الأركان وهذا المعنى لا يوجد هنا؛ لأنه لا يمكنه أن يقوم قبل سلام الإمام وينبغي الإفتاء بما في الفتاوى "ترجمہ: اور مصنف نے تشہد اور درود کو مطلق ذکر کیا، جو مسبوق کو بھی شامل ہے اور مُدرِک کی طرح اس کے تشہد پڑھنے میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس (مسبوق) کے درود اور دعا پڑھنے میں فقہائے کرام رحمھم اللہ تعالی علیہم اجمعین کے چار مختلف اقوال ہیں۔ (1) ابن شجاع نے تشہد کی تکرار کو اختیار فرمایا۔ (2) اور ابو بکر رازی نے سکوت (خاموش رہنے) کو اختیار فرمایا۔ (3) امام قاضی خان علیہ الرحمۃ نے اپنے فتاوی میں اس کی تصحیح کی ہے کہ وہ تشہد کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھے، حتی کہ امام کے سلام پھیرنے کے وقت یہ تشہد سے فارغ ہو۔ (4) اور صاحبِ مبسوط نے اس کی تصحیح فرمائی کہ مسبوق امام کی متابعت میں درود اور دعا بھی پڑھے، کیونکہ مقتدی کا نماز کے دوران دعا میں مشغول ہونا، تاخیرِ ارکان کا سبب ہوتا ہے اور تاخیرِ ارکان یہاں نہیں پائی گئی، کیونکہ امام کے سلام سے پہلے اس کے لیے اٹھنا ممکن نہیں اور مناسب یہ ہے کہ فتوی اسی قول پر دیا جائے، جو فتاوی میں ہے۔

**(بحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، جلد 1، صفحہ 575، مطبوعہ کوئٹہ)**

اس مسئلہ کی مزید وضاحت اور دیگر اقوال کو نقل کرتے ہوئے علامہ کاسانی علیہ الرحمۃ "بدائع الصنائع" میں لکھتے ہیں: "ولا خلاف في أن المسبوق يتابع الإمام في مقدار التشهد إلى قوله: " وأشهد أن محمدا عبده ورسوله " وهل يتابعه في الزيادة عليه ذكر القدوري أنه لا يتابعه عليه، لأن الدعاء مؤخر إلى القعدة الأخيرة وهذه قعدة أولى في حقه، وروى إبراهيم بن رستم عن محمد أنه قال: يدعو بالدعوات التي في القرآن، وروى هشام عن محمد أنه يدعو بالدعوات التي في القرآن ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم وقال بعضهم: يسكت وعن هشام من ذات نفسه ومحمد بن شجاع البلخي أنه يكرر التشهد إلى أن يسلم الإمام، لأن هذه قعدة أولى في حقه، والزيادة على التشهد في القعدة الأولى غير مسنونة، ولا معنى للسكوت في الصلاة إلا الاستماع فينبغي أن يكرر التشهد مرة بعد أخرى "ترجمہ: اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مسبوق تشہد میں " وأشهد أن محمدا عبده ورسوله " تک امام کی پیروی کرے گا، لیکن کیا اس سے

زیادہ (درود و دعا) پڑھے گا؟ امام قدوری علیہ الرحمۃ نے ذکر فرمایا کہ وہ اس میں امام کی اتباع نہیں کرے گا، کیونکہ دعا نماز کے آخری قعدہ میں پڑھی جاتی ہے اور یہ قعدہ مسبوق کے حق میں قعدہ اولی ہے اور ابراہیم بن رستم نے امام محمد علیہما الرحمۃ سے روایت کی کہ وہ قرآنی دعاؤں میں سے کوئی دعا پڑھے اور ہشام نے انہی سے روایت کی کہ مسبوق قرآنی دعا پڑھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور بعض علماء نے فرمایا کہ مسبوق تشہد کے بعد خاموش رہے اور ہشام سے اور محمد بن شجاع بلخی سے مروی ہے کہ مسبوق امام کے سلام پھیرنے تک تشہد کی تکرار کرے، کیونکہ یہ قعدہ مسبوق کے حق میں قعدہ اولی ہے اور قعدہ اولی میں تشہد پر زیادتی مسنون نہیں ہے اور بلا استماع نماز میں خاموشی کا کوئی معنی نہیں، تو مناسب یہ ہے کہ وہ تشہد کی تکرار کرتا رہے۔

**(بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، بیان وقت النیۃ الصلاۃ، جلد1، صفحہ332، مطبوعہ کوئٹہ)**

ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد امام شہاب الدین محمد بن احمد شلبی علیہ الرحمۃ "حاشیۃ الشلبی علی التبیین" میں فرماتے ہیں: "قلت يشكل عليهما القيام فإن المقتدي يسكت فيه من غير استماع وروى أبو عبد الله البلخي عن أبي حنيفة أنه يأتي بالدعوات وبه كان يفتي عبد الله بن الفضل الخزاخزي، لأن في الاشتغال بها في التشهد تأخير الأركان وهذا المعنى لا يوجد هنا" ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ ان دونوں کے قول پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ سری نماز کے قیام میں مقتدی بلا استماع خاموش رہتا ہے اور ابو عبد اللہ بلخی نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مسبوق تشہد کے بعد دعائیں پڑھے اور عبد اللہ بن فضل خزاخزی علیہ الرحمۃ اسی پر فتوی دیتے تھے، کیونکہ تشہد کے اندر دعاؤں میں مشغول ہونا نماز کے ارکان میں تاخیر کی وجہ سے منع ہے اور یہ معنی یہاں نہیں پایا جاتا۔ **(حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، کتاب الصلاۃ، جلد1، صفحہ124، مطبوعہ بیروت)**

ان تمام اقوال کو نقل کرتے ہوئے فتاوی تاتارخانیہ میں ہے: "واما اذا ادرکہ فی القعدۃ الاخیرۃ، فانہ یکبر تکبیرۃ الافتتاح قائما، ثم یقعد ویتابعہ فی التشہد، ولا یاتی بالدعوات المشروعۃ بعد الفراغ من التشہد عند بعض المشایخ، والیہ مال شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ، وبعضھم قالوا: یاتی بھا متابعۃ للامام، ھکذا رواہ الشیخ ابو عبد اللہ البلخی عن ابی حنیفۃ، وبہ کان یفتی عبد اللہ بن الفضل۔ الظھیرۃ: وھو الاصح، ثم علی قول من لا یاتی بالدعوات المشروعۃ بعد الفراغ من التشہد ماذا یصنع؟

اختلفوا فیما بینھم،قال بعضھم:یکرر التشھد من اولہ،وقال بعضھم:یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ،وفی التفرید :وقال بعضھم یکرر کلمۃ الشھادۃ ،م:وقال بعضھم:یاتی بالدعوات التی فی القرآن﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَآ أَوْ أَخْطَأْنَا ﴾﴿ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا ﴾وقال بعضھم:یسکت وقال بعضھم بالخیاران شاء اتی بالدعوات المذکورۃ فی القرآن،وان شاء صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم "ترجمہ:اور جب کوئی امام کے ساتھ نماز کے قعدہ اخیرہ میں شامل ہو،تو وہ تکبیر تحریمہ کہہ کر کھڑا ہو گا اور پھر قعدہ میں بیٹھ جائے گا اور امام کی متابعت میں تشہد پڑھے گا اور بعض مشائخ کے نزدیک وہ تشہد سے فارغ ہونے کے بعد مشروع دعائیں نہیں پڑھے گا، اسی کی طرف شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ مائل ہوئے اور بعض علماء نے فرمایا کہ وہ اس میں امام کی متابعت کرے گا(یعنی یہ دعائیں بھی پڑھے گا)اور ایسا ہی شیخ ابو عبد اللہ البلخی نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور عبد اللہ بن فضل علیہ الرحمۃ اسی پر فتوی دیتے تھے اور بعض علماء نے فرمایا کہ وہ شروع سے تشہد کی تکرار کرے گا اور بعض نے فرمایا کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے گا اور تفرید میں ہے: بعض نے فرمایا کہ وہ کلمہ شہادت کی تکرار کرے گا اور بعض نے فرمایا کہ وہ قرآنی دعائیں پڑھے گا، جیسے﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَآ أَوْ أَخْطَأْنَا ﴾﴿ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا ﴾ اور بعض نے فرمایا کہ وہ خاموش رہے گا اور بعض نے فرمایا کہ اسے اختیار ہے، چاہے وہ مذکورہ قرآنی دعائیں پڑھے اور اگر چاہے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔

**(الفتاوی التاتارخانیۃ، کتاب الصلاۃ، کیفیۃ الصلاۃ، جلد2، صفحہ 197، مطبوعہ کوئٹہ)**

**تشہد کے بعد قرآنی دعائیں یا درود پڑھنے کے بارے میں المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی میں ہے:**"وقال بعضھم: یسکت، وقال بعضھم: ھو بالخیار إن شاء أتی بالدعوات المذکورۃ في القرآن، وإن شاء صلی علی النبي علیہ السلام "ترجمہ:اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ مسبوق تشہد کے بعد خاموش رہے اور بعض فرماتے ہیں کہ اسے اختیار ہے کہ چاہے تو قرآن میں مذکور دعائیں پڑھے اور چاہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔

(المحیط البرھانی، الفصل السادس فی التغنی والالحان، جلد1، صفحہ374، مطبوعہ بیروت)

**مختلف اَقوال کی تصحیحات کو ذکر کرتے ہوئے حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے :**"وھل یأتي بھا المسبوق مع الإمام قیل نعم وبالدعاء وصححہ في المبسوط وقیل یکرر کلمۃ الشھادۃ واختارہ ابن

شجاع وقيل يسكت واختاره أبو بكر الرازي وقيل يسترسل في التشهد وصححه قاضيخان وينبغي الإفتاء به كمافي البحر وهو الصحيح خلاصة "ترجمہ: اور کیا مسبوق امام کے ساتھ درود پڑھے گا؟ کہا گیا ہے کہ ہاں پڑھے گا اور ساتھ دعا بھی پڑھے گا اور اسی کی تصحیح مبسوط میں ہے اور کہا گیا ہے کہ کلمہ شہادت کا تکرار کرے گا اور اس کو ابن شجاع نے اختیار فرمایا ہے اور کہا گیا ہے خاموش رہے گا اور اس قول کو ابو بکر رازی نے اختیار فرمایا ہے اور کہا گیا ہے کہ تشہد کو آہستہ آہستہ پڑھے گا اور امام قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصحیح فرمائی ہے، مناسب یہ ہے کہ اسی پر فتوی ہو، جیسا کہ بحر میں ہے اور یہی صحیح ہے۔

**(حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، فصل فی بیان سننھا، جلد 1، صفحہ 271، مطبوعہ کوئٹہ)**

اس بارے میں مزید نہر الفائق میں ہے: "وصلى على النبي ولو مسبوقاً كما رجحه في المبسوط لكن رجح قاضي خان انه يترسل في التشهد ،قال في البحر و ينبغي الافتاء به انتهى، ولعله لا نه يقضي آخر صلاته في حق التشهد و هذا ليس آخرا "ترجمہ: اور نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر درود پڑھے، اگرچہ مسبوق ہو، جیسا کہ اسی کو مبسوط میں ترجیح دی ہے، لیکن قاضی خان علیہ الرحمۃ نے اس کو ترجیح دی ہے کہ مسبوق تشہد کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھے، بحر میں کہا ہے کہ اسی یعنی قاضی خان علیہ الرحمۃ کے قول پر فتوی دینا مناسب ہے (بحر کی عبارت ختم ہوئی)۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اس کا تقاضا تشہد کے حق میں نماز کے آخر میں ہوتا ہے اور یہ نماز کا آخر نہیں ہے۔

**(نہر الفائق، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، جلد 1، صفحہ 222، مطبوعہ بیروت)**

**مزید دیگر اقوال کی تصحیح کے بارے میں** خلاصۃ الفتاوی میں ہے: "المسبوق اذا قعد مع الامام الصحيح انه يترسل في التشهد حتى يفرغ عن التشهد عند سلام الامام وقال شمس الائمه سرخسي الاصح انه يقرء التشهد والدعوات لانه يلزم المتابعة فيما ليس بمفسد "ترجمہ: مسبوق جب امام کے ساتھ قعدہ کرے گا، تو صحیح یہ ہے کہ تشہد ٹھہر ٹھہر کر پڑھے، امام کے سلام پھیرنے کے وقت فارغ ہو اور شمس الائمہ امام سرخسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اصح یہ ہے کہ وہ تشہد کے ساتھ دعائیں بھی پڑھے گا، کیونکہ جس میں فسادِ نماز نہیں، اس میں امام کی متابعت لازمی ہے۔

**(خلاصۃ الفتاوی، جلد 1، صفحہ 165، مطبوعہ کوئٹہ)**

**نقل کردہ تمام اقوال ہی تصحیح شدہ ہیں،** چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: "(قوله

فيترسل) أي يتمهل، **وهذا ما صححه في الخانية** وشرح المنية في بحث المسبوق من باب السهو **وباقي الأقوال مصحح أيضا** قال في البحر وينبغي الإفتاء بما في الخانية كما لا يخفى، ولعل وجهه كما في النهر أنه يقضي آخر صلاته في حق التشهد ويأتي فيه بالصلاة والدعاء، وهذا ليس آخرا" **ترجمہ: مصنف کا قول:** (فیترسل) یعنی ٹھہر ٹھہر کر پڑھے گا اور یہ وہ قول ہے، جس کی تصحیح فتاوی قاضی خان میں ہے اور منیہ کی شرح میں سہو کے باب میں مسبوق کی بحث میں ہے۔ **اور باقی اقوال بھی صحیح قرار دیئے گئے ہیں** اور بحر میں فرمایا: فتوی اس پر ہے، جو خانیہ میں ہے، جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ اور شاید اس کی وجہ یہ ہے، جیسا کہ نہر میں ہے کہ وہ (مسبوق) اپنی نماز کا آخری حصہ، جو تشہد کے حق میں ہے، ادا کرے گا اور اس میں درود و دعا پڑھے گا اور یہ آخری نہیں ہے۔

**(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، جلد2، صفحہ270، مطبوعہ کوئٹہ)**

**ان تمام اقوال کی تصحیح کے بارے میں حاشیہ الطحطاوی علی الدر میں ہے:** "(فيترسل) و هو الذى فى الفتاوى و ينبغى الافتاء به كما فى البحر لان القعدة التى قعدها مع الامام وسط صلاته فيمنع عن الزيادة و التكرير حلبى وقيل يسكت **فالاقوال اربعة و كلها صحت**" ترجمہ: تشہد کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھے گا، یہی فتاوی میں ہے اور اسی پر فتوی دینا مناسب ہے، جیسا کہ بحر الرائق میں ہے، کیونکہ جو قعدہ یہ امام کے ساتھ کرے گا، اس کی نماز کا درمیان ہو گا اور درمیان نماز کے قعدہ میں زیادتی منع ہے اور امام حلبی علیہ الرحمۃ نے تکرار تشہد کا قول کیا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ تشہد کے بعد خاموش بیٹھے گا، **تو اس میں چار اقوال ہیں اور تمام اقوال صحیح ہیں۔**

**(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، جلد1، صفحہ225، مطبوعہ کوئٹہ)**

فتاوی امجدیہ میں مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فقہائے کرام کے اقوال نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں: "**بہتر یہ معلوم ہوتا ہے** کہ ٹھہر ٹھہر کر مسبوق تشہد پڑھے اور باوجود اس کے امام کے فارغ ہونے سے پہلے اگر تشہد سے فارغ ہو گیا، تو کلمہ شہادت کی تکرار کرے کہ ترسل سے مقصد یہی تھا کہ یہ بیکار نہ رہے۔"

**(فتاوی امجدیہ، جلد1، صفحہ181، مکتبۃ رضویہ، کراچی)**

مذکورہ فتوی میں اس قول پر عمل کو واجب نہیں، بلکہ بہتر قرار دیا گیا، جس کا مستفاد یہ ہے کہ دیگر اقوال پر عمل کر لیا، تو بھی جائز ہے۔

شہزادۂ اعلی حضرت، مفتی اعظم ہند، مولانا مصطفی رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: "کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ اگر امام سے قبل بعد تشہد درود شریف ودعا سے فارغ ہو گیا تو سلام پھیرنے تک زید کچھ پڑھے یا خاموش رہے، شرکت جماعت ابتدائی ہو یا درمیانی؟

آپ علیہ الرحمۃ نے جواباً ارشاد فرمایا: "مقتدی اگر امام سے قبل تشہد اور درود ودعا سے فارغ ہو جائے، **تو تشہد کے اول سے مکرر پڑھے یا اگر کوئی دوسری دعا محفوظ یا وہ جو مشابہ الفاظ قرآن ہو، کرے یا کلمہ شہادت کی تکرار کرے یا سکوت کرے جو چاہے اور صحیح یہ ہے کہ عجلت سے نہ پڑھے، اس طرح پڑھے کہ امام کے ساتھ فارغ ہو**، غنیہ میں ہے: "اذا فرغ من التشهد قبل سلام الامام يكرره من اوله وقيل يكرره كلمة الشهادة وقيل يسكت وقيل ياتي بالصلوة والدعاء والصحيح انه يترس ليفرغ من التشهد عند سلام الامام" اور اگر **قعدہ اولی میں امام سے پہلے تشہد سے فارغ ہو، تو تا فراغ امام خاموش ہی بیٹھے، یہاں اقوالِ مختلفہ نہیں۔۔۔ اس اشتغال یا سکوت کو تاخیر سلام سے علاقہ نہیں**، تاخیر تو جب ہوتی کہ جب تشہد ودرود ودعا سے فارغ ہوتے ہی سلام واجب ہوتا۔ خروج عن الصلوہ بلفظ السلام واجب ہے، نہ یہ کہ تشہد ودرود ودعا پڑھتے ہی سلام معاً واجب ہے، **جائز ہے کہ وہ ایک دعا کے بعد اور چند اَدْعِیہ پڑھے۔**"　　(فتاوی مصطفویہ، کتاب الصلوۃ، صفحہ 215، مطبوعہ شبیر برادرز، لاھور)

**واللہ اعلم** عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

**کتبـــــــــہ**

**مفتی محمد قاسم عطاری**

17 صفر المظفر 1444ھ/14 ستمبر 2022

# امام صاحب ثناء پڑھ کر رکوع میں چلے گئے اور مقتدی نے لقمہ دیا، تو کیا حکم ہے؟

ریفرنس نمبر: JTL 0851 تاریخ: 03-03-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ امام صاحب نے مغرب کی پہلی رکعت میں صرف ثناء پڑھی اور رکوع میں چلے گئے، مقتدی نے لقمہ دیا، تو امام صاحب نے رکوع سے واپس آکر قراءت کی، پھر رکوع کیا اور آخر میں سجدہ سہو بھی کیا۔ تو کیا مقتدی و امام کی نماز درست ہو گئی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

**الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب**

صورت مسئولہ میں مقتدی نے جو لقمہ دیا وہ درست، بر محل اور مفید تھا، لہذا اس لقمے کی وجہ سے نہ اس کی نماز میں کوئی خلل آیا اور نہ ہی اس لقمہ کو لینے کی وجہ سے امام کی نماز میں کوئی خلل آیا، اور سب کی نماز درست ہو گئی۔

**تفصیل کچھ یوں ہے کہ** امام کو لقمہ دینا در اصل امام سے کلام کرنا ہے اور قیاس کے مطابق لقمے کی ہر صورت میں نماز فاسد ہونی چاہیے، لیکن ہمارے فقہائے کرام نے دو مواقع پر لقمہ دینے کو خلافِ قیاس جائز رکھا ہے۔ وہ دو مواقع یہ ہیں:

(1) ایسا موقع کہ جہاں لقمہ دینا نص سے ثابت ہو، اس موقع پر لقمہ دیا جائے، تو اس سے نماز فاسد نہیں ہو گی۔

(2) وہ موقع جہاں اصلاحِ نماز کی حاجت ہو یعنی اگر اس موقع پر لقمہ نہ دیا جائے، تو نماز میں خلل یا فساد واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ ایسے موقع پر بھی بوجہ حاجت لقمہ دینے و لینے سے نماز فاسد نہیں ہو گی۔

اس اصول کی مکمل تحقیق و تنقیح امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اپنے فتاوی میں ذکر کی ہے، اسی میں سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ آپ لکھتے ہیں: "ہمارے امام رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک

اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ بتانا اگرچہ لفظاً قراءت یاذکر مثلاً: تسبیح و تکبیر ہے اور یہ سب اجزاواذکار نماز سے ہیں، مگر معناً کلام ہے کہ اس کا حاصل امام سے خطاب کرنا اور اسے سکھانا ہوتا ہے یعنی تو بھولا، اس کے بعد تجھے یہ کرنا چاہئے، پر ظاہر کہ اس سے یہی غرض مراد ہوتی ہے اور سامع کو بھی یہی معنی مفہوم، تو اس کے کلام ہونے میں کیا شک رہا، اگرچہ صورۃً قرآن یاذکر، ولہٰذا اگر نماز میں کسی یحییٰ نامی کو خطاب کی نیت سے یہ آیہ کریمہ ﴿ یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ ﴾ پڑھی، بالاتفاق نماز جاتی رہی، حالانکہ وہ حقیقۃً قرآن ہے، اس بناپر قیاس یہ تھا کہ مطلقاً بتانا، اگرچہ برمحل ہو، مفسد نماز ہو کہ جب وہ بلحاظ معنی کلام ٹھہرا تو بہرحال افساد نماز کرے گا، مگر حاجت اصلاح نماز کے وقت یا جہاں خاص نص وارد ہے، ہمارے ائمہ نے اس قیاس کو ترک فرمایا اور بحکم استحسان جس کے اعلی وجوہ سے نص وضرورت ہے جواز کا حکم دیا....." (فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ257، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

مزید فرماتے ہیں: "پس جو بتانا حاجت و نص کے مواضع سے جدا ہو، وہ بیشک اصل قیاس پر جاری رہے گا کہ وہاں اس کے حکم کا کوئی معارض نہیں۔۔۔۔۔ علامہ ابن امیر الحاج حلبی "حلیہ" میں فرماتے ہیں: "الذی یفتح کانہ یقول خذمنی کذا والتعلیم لیس من الصلاۃ فی شیئ وادخال مالیس منھا فیھا یوجب فسادھا و کان قضیۃ ھذا المعنی ان تفسد صلاتہ اذافتح علی امامہ لکن سقط اعتبار التعلیم للاحادیث و للحاجۃ الی اصلاح صلاۃ نفسہ فماعداذلک یعمل فیہ بقضیۃ القیاس اھ ملخصا بالمعنی "لقمہ دینے والا گویا کہہ رہا ہوتا ہے کہ "مجھ سے یہ لے لو" اور سکھانا نماز کا حصہ نہیں اور ایسی شے کا نماز میں داخل کرنا جو نماز میں سے نہیں، نماز کے فساد کا سبب ہے۔ اس بات کے پیش نظر ہونا یہی چاہئے کہ جب امام کو لقمہ دیا جائے، تو بھی نماز فاسد ہو جائے لیکن اس صورت میں نماز کے فساد کا حکم اس لیے جاری نہیں کیا جاتا، کہ احادیث میں اس کی اجازت ہے اور نماز کی اصلاح کی بھی حاجت ہے، البتہ اس کے علاوہ دیگر صورتوں میں قیاس پر عمل کیا جائے گا (یعنی نماز فاسد ہو جائے گی) ملخصاً بالمعنیٰ۔(ت)" (فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ260، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

اس اصول کے واضح ہو جانے کے بعد اب اگر ہم سوال کی صورت کو دیکھیں، تو اس صورت میں امام نے فرضوں کی پہلی رکعت میں قراءت بھول کر چھوڑ دی اور رکوع میں چلے گئے، اس سے فی الحال اگرچہ فساد نماز کا حکم نہیں ہوا (لأن الرباعي لا تفسد بترك القراءة في الأولیین إذا وجدت في الأخریین "قالہ الامام احمد رضا خان

رحمہ اللہ فی تعلیقاتہ علی الفتاوی الھندیۃ) لیکن یہ ترکِ واجب ہے، کیونکہ فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں ہی قراءت کرنا واجب ہوتا ہے، لہٰذا قراءت بھول کر رکوع میں جانے سے سجدہ سہو لازم ہوا، البتہ ایسی صورت میں شرعی حکم یہ ہوتا ہے کہ اگر اس رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے یاد آگیا، مثلاً: رکوع میں یاد آگیا، تو وہ نمازی واپس قیام میں آئے اور قراءت کرنے کے بعد دوبارہ رکوع کرے اور آخر میں سجدہ سہو کرلے، چنانچہ

فتح القدیر میں ہے: "لو تذکر في الرکوع أو بعد الرفع منه یعود فیقرأ في ترک الفاتحة الفاتحة ثم یعید السورة ثم الرکوع فإنهما یرتفضان بالعود إلی قراءة الفاتحة وفي السورة السورة، ثم یعید الرکوع لارتفاضه بالعود إلی ما محله قبله علی التعیین شرعا ویسجد للسهو" ترجمہ: اگر رکوع میں یا رکوع سے اٹھنے کے بعد یاد آیا، تو وہ لوٹے گا اور فاتحہ ترک کرنے کی صورت میں فاتحہ کی قراءت کرے گا، پھر سورت لوٹائے گا پھر رکوع، کیونکہ یہ دونوں فاتحہ کی قراءت کی طرف لوٹنے سے ختم ہو جاتے ہیں اور سورت ترک کرنے کی صورت میں سورت کی تلاوت کرے گا، پھر رکوع لوٹائے گا کہ جس چیز کا محل رکوع سے پہلے شریعت کی طرف سے متعین ہے، اس کی طرف لوٹنے کی وجہ سے رکوع ختم ہو گیا ہے اور سجدہ سہو کرے گا۔

**(فتح القدیر، باب سجود السھو ج 1، ص 503، دار الفکر، بیروت)**

فتاوی رضویہ میں ہے: "اگر سورۂ فاتحہ پڑھ کر سُورت ملانا بھول گیا اور وہاں یاد آیا، تو حکم ہے رکوع کو چھوڑے اور قیام کی طرف عود کرکے سورت پڑھے اور رکوع میں جائے۔"

**(فتاوی رضویہ، ج 8، ص 411، رضا فاونڈیشن، لاھور)**

**خلاصہ یہ کہ** جو شخص قراءت بھول کر رکوع میں چلا جائے، اس کو حکم شرع یہی ہے کہ وہ قیام کی طرف عود کرے (یعنی لوٹے) اور قراءت کرے، تو یہاں مقتدی نے جو امام کو رکوع میں جانے کے بعد لقمہ دیا، تو وہ اسی عود کی طرف بلایا ہے، جس کا شریعت نے حکم دیا، لہذا یہ لقمہ اس اعتبار سے برمحل و مفید ہے، اس لیے اس سے نماز فاسد نہ ہوگی، جیسا کہ فتاوی فقیہ ملت میں ہے:

"**مسئلہ:** اگر مغرب کی دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد رکوع میں چلا جائے اور مقتدی لقمہ دے جبکہ پوری جماعت رکوع میں ہے، تو امام کیا کرے؟

**الجواب:** جن رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد سورت ملانا واجب ہے، ان میں اگر صرف سورہ فاتحہ پڑھ کر رکوع میں چلا جائے، پھر اسے خود یا مقتدی کے لقمہ دینے سے یاد آئے، تو وہ فوراً قیام کی طرف پلٹ آئے اور سورۃ پڑھ کر، پھر رکوع کرے اور بقیہ رکعتوں کو پوری کر کے آخر میں سجدہ سہو کرے۔ اور اگر بعد رکوع سجدہ میں یاد آئے، تو قیام کی طرف نہ لوٹے، بلکہ آخر میں صرف سجدہ سہو کرے۔۔۔۔۔لہذا صورت مسئولہ میں امام مذکور کو چاہئے کہ مقتدی کے لقمہ دینے پر فوراً قیام کی طرف لوٹ آئے اور امام کی اتباع میں پوری جماعت بھی قیام کی طرف لوٹے اور امام سورۃ پڑھ کر پھر سے رکوع کرے اور بقیہ نماز پوری کر کے آخر میں سجدہ سہو کرے۔"

**(فتاوی فقیہ ملت، جلد1، صفحہ218، شبیر برادرز، لاہور)**

**اس کی نظیر وہ مسئلہ بھی ہے کہ** قعدہ اولیٰ بھول کر امام قیام کی طرف گیا اور قیام کے قریب ہو گیا، تو اب اگرچہ قیام کے قریب پہنچ جانے کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہو چکا ہے، لیکن حکم شرع یہی ہے کہ یہاں بھی یاد آگیا، تو واپس لوٹ کر تشہد پڑھے گا، لہذا امام کے مکمل سیدھا کھڑے ہونے سے پہلے اگر مقتدی نے لقمہ دیا، تو یہ لقمہ درست ہے، ہاں مکمل سیدھا کھڑا ہونے کے بعد چونکہ لوٹنا جائز نہیں، اس لئے مکمل سیدھا کھڑا ہونے کے بعد مقتدی کا لقمہ دینا محض بے فائدہ و بے جا ہے، جس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

بحر الرائق میں ہے: "ولا يسبح للإمام إذا قام إلى الأخريين لأنه لا يجوز له الرجوع إذا كان إلى القيام أقرب فلم يكن التسبيح مفيدا كذا في البدائع وينبغي فساد الصلاة به ۔۔۔۔ثم رأيته في المجتبى قال ولو قام إلى الثالثة في الظهر قبل أن يقعد فقال المقتدي سبحان الله قيل لا تفسد وعن الكرخي تفسد عندهما،اھ" ترجمہ: جب امام (قعدہ اولیٰ بھول کر) آخری دو رکعتوں کی طرف کھڑا ہو، تو مقتدی امام کو لقمہ نہ دے کیونکہ امام جب قیام کے زیادہ قریب ہو جائے، تو اس کے لیے واپس لوٹنا جائز نہیں ہوتا، پس اس موقع پر لقمہ دینا بے فائدہ ہے، اسی طرح بدائع میں ہے، اور اس لقمے کی وجہ سے نماز بھی فاسد ہو جانی چاہیے۔ پھر میں نے مجتبیٰ میں دیکھا کہ اس میں صاحب مجتبیٰ نے فرمایا: اگر امام ظہر کی نماز میں قعدہ اولی میں بیٹھنے سے پہلے ہی تیسری رکعت کی طرف کھڑا ہوا جس پر مقتدی نے "سبحان اللہ" کہا، تو ایک قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہو گی اور امام کرخی سے منقول ہے کہ صاحبین کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔

اس مقام پر علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ حاشیہ منحۃ الخالق میں لکھتے ہیں: "قال في النهر أقول: الظاهر أن هذا الاختلاف له التفات إلى آخر هو أنه لو عاد بعد ما كان إلى القيام أقرب ففي فساد صلاته خلاف وعلى عدمه فهو مفيد اهـ.أي وعلى القول بعدم الفساد فالتسبيح مفيد وسيأتي في السهو تصحيح المؤلف القول بعدم الفساد وأنه الحق فما بحثه هنا مبني على خلاف ما سيحققه "ترجمہ: صاحب نہر الفائق نے فرمایا: "میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ قیام کے قریب ہونے کے بعد امام کو لقمہ دینے سے نماز فاسد ہو گی یا نہیں؟ اس اختلاف کی بنیاد ایک دوسرے اختلاف پر ہے اور وہ یہ کہ قیام کے زیادہ قریب ہونے کے بعد واپس لوٹنے کی صورت میں نماز فاسد ہونے والے مسئلے میں اختلاف ہے اور جس قول کے مطابق واپس لوٹنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اس قول کے مطابق اس موقع پر لقمہ دینا یعنی مقتدی کا تسبیح کہنا بھی مفید ہے (لہٰذا اس سے مقتدی کی نماز بھی فاسد نہیں ہو گی)۔ (علامہ شامی آگے فرماتے ہیں:) صاحب بحر باب السہو میں آگے یہ نقل کریں گے کہ قیام کے زیادہ قریب ہونے کے بعد واپس لوٹنے کی صورت میں نماز فاسد نہ ہونے والا قول ہی صحیح ہے اور یہی حق ہے، لہٰذا صاحب بحر نے جو یہاں بحث کی ہے (کہ مقتدی کے لقمہ دینے سے نماز فاسد ہو جائے گی) یہ بحث ان کی آنے والی تحقیق کے بر خلاف ہے۔ (منحۃ الخالق مع البحر الرائق، ج2، ص8، دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

فتاوی رضویہ میں ہے: "جبکہ امام پہلا قعدہ بھول کر اُٹھنے کو ہوا اور ابھی سیدھا نہ کھڑا ہوا تھا، تو مقتدی کے بتانے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ بتانا ہی چاہئے، ہاں اگر پہلا قعدہ چھوڑ کر امام پُورا کھڑا ہو جائے، تو اس کے بعد بتانا، جائز نہیں اگر مقتدی بتائے گا، تو اس کی نماز جاتی رہے گی اور اگر امام اس کے بتانے پر عمل کرے گا، تو سب کی جائے گی کہ پُورا کھڑا ہو جانے کے بعد قعدہ اولیٰ کے لیے لوٹنا حرام ہے، تو اب مقتدی کا بتانا محض بیجا، بلکہ حرام کی طرف بلانا اور بلا ضرورت کلام ہوا اور وہ مُفسد نماز ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج6، ص330، رضا فاونڈیشن، لاهور)

فتاوی فیض الرسول میں اسی طرح کا سوال ہوا، تو اس کے جواب میں فرمایا: "اگر امام قعدہ اولی بھول کر سیدھا کھڑا ہو گیا، اس کے بعد مقتدی کے لقمہ دینے سے بیٹھ گیا اور امام کی پیروی میں سب مقتدی بیٹھ گئے، تو کسی کی نماز نہ ہوئی سب کی نماز باطل ہو گئی، اس لیے کہ سیدھا کھڑا ہو جانے کے بعد بیٹھنا گناہ ہے ---لہٰذا مقتدی نے امر ناجائز کے لیے لقمہ دیا، تو اس کی نماز فاسد ہو گئی، پھر امام اس مقتدی کے بتانے سے لوٹا جو نماز سے خارج تھا، تو اس

کی نماز بھی باطل ہو گئی اور مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو گئی۔ **اور اگر ابھی امام سیدھا نہ کھڑا ہوا، تھا، بلکہ کھڑے ہونے کے قریب تھا اور مقتدی کے لقمہ دینے پر بیٹھ گیا، پھر آخر میں سجدہ سہو کیا، تو سب لوگوں کی نماز ہو گئی، اس لیے کہ جب سیدھا کھڑا نہ ہو، تو مذہب اصح میں پلٹ آنے کا حکم ہے۔۔۔ فتاوی رضویہ میں ہے:"اگر قیام سے قریب ہو گیا یعنی بدن کا نصف زیریں سیدھا اور پیٹھ میں خم باقی ہے، تو بھی مذہب اصح وارجح میں پلٹ آنے ہی کا حکم ہے، مگر اب اس پر سجدہ سہو واجب، اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو پلٹنے کا اصلاً حکم نہیں۔"**

(فتاوی فیض الرسول، ج1، ص386-87، شبیر برادرز، لاہور)

فتاوی فقیہ ملت میں ہے:"اگر امام پورا کھڑا ہو گیا تھا، تو اس کے بعد مقتدی نے لقمہ دیا، تو بیجا لقمہ دینے کے سبب اس کی نماز اسی وقت جاتی رہی۔ اس لیے کہ سیدھا کھڑے ہونے کے بعد امام کو پلٹنے کا حکم نہیں۔۔۔ اور مقتدی نے اگر ایسے وقت میں لقمہ دیا کہ امام قیام کے قریب تھا یعنی نیچے کا آدھا بدن سیدھا ہو گیا تھا، مگر پیٹھ میں خم باقی تھا یا قعود سے قریب تھا کہ نیچے کا آدھا بدن ابھی سیدھا نہ ہونے پایا تھا، تو ان صورتوں میں امام کو لوٹنے کا حکم ہے، تو بیجا لقمہ نہ ہونے کے سبب مقتدی کی نماز فاسد نہ ہوئی۔۔۔الخ"

**(فتاوی فقیہ ملت، جلد1، صفحہ218، شبیر برادرز، لاہور)**

**ان سب جزئیات سے یہ واضح ہے** کہ ہمارے فقہائے کرام نے مکمل قیام سے پہلے لقمہ دینے کی اجازت دی ہے اور خط کشیدہ عبارات سے یہ بھی واضح ہے کہ اس صورت میں فقہائے کرام نے لقمہ کے جائز ہونے کی بنیاد لقمہ کے مفید ہونے کو قرار دیا ہے۔ اور اس محل میں لقمہ دینے کے متعلق امام اہل سنت علیہ الرحمۃ نے ایک اور مقام پر گفتگو کی ہے اور اس گفتگو سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہاں لقمہ کے مفید ہونے کے اعتبار سے ہی جواز ہے، چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

"یہاں ایک وہم ہو سکتا تھا کہ تشہد سے بھول کر کھڑے ہونے میں جو وقفہ ہے، یہ معمولی وقفہ ہے اور امام کی بھول پر مقتدی کا مطلع ہونا، پھر لقمہ دینا اور پھر امام کا لقمہ سن کو متنبہ ہونا، ان تینوں باتوں میں کچھ وقت لگ جاتا ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ لقمہ لے کر غلطی سمجھتے سمجھتے امام قیام تک پہنچ جاتا ہے، یوں کسی کو وہم ہو سکتا تھا کہ اس مقام پر لقمہ دینا مطلقاً عبث (فضول) اور نماز کے فساد کا باعث ہے۔"

اس وہم کا ازالہ کرتے ہوئے امام اہل سنت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جس وقت لقمہ دیا جائے، اس وقت اس کا مفید ہونا، لقمہ کے جواز کے لیے کافی ہے اور یہاں یہ صورت متوقع، بلکہ واقع بھی ہوتی ہے کہ کبھی امام قیام سے پہلے پہلے لقمہ لے کر واپس آ جاتا ہے، لہٰذا یہ لقمہ عبث نہیں، بلکہ مفید ہے۔ فتاوی رضویہ کی متعلقہ عبارت درج ذیل ہے:

”لمتوهم ان يتوهم عدم الجواز ههنا مطلقا كما يتوهم من ظاهر لفظ البدائع لا يسبح للامام اذا قام الى الاخريين حيث لم يفصل والحاوى على الوهم ان المقتدى لا يطلع على قيام الامام بفوره بل يتاخر ذلك عن افاضته فى القيام ولو لحظات كما هو معلوم مشاهد فعند ذلك يسبح ثم الامام لا ينبه بفور ما بدأ المقتدى بحرف التسبيح بل يتاخر ولو لحظة ثم هو ربما لا يتذكر بمجرد السماع والتنبه على تنبيهه بل قد يحتاج الى شيئ من التامل فهذه ثلث وقفات و الامام اذا نهض نهض ولم يكن فيه تدرج يقتضى مكثا معتدا به فربما لا يتنبه بتسبيحه الا بعد مافات وقت العود۔۔۔۔واذا كان الامر على ماوصفنا لك فعسى ان يتوهم كونه عبثا مطلقا فيحكم بفساد الصلٰوة به على الاطلاق فمست الحاجة الى التصريح بذلك فان المسموع هو كونه مفيدا حين وقوعه وهو كذٰلك فى فور القيام ولربما يرجى العود به بل ربما يقع وهذا حسبه و لا يضره ان تعجل الامام ولم يلتفت كما اذا فتح ولم ياخذ“ عبارت کا مفہوم اور خلاصہ اوپر بیان ہوا۔

**(فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 267 و 268، رضا فاونڈیشن، لاہور)**

**یہاں کثیر جزئیات نقل کرنے سے مقصد یہ واضح کرنا ہے** کہ قعدہ اولیٰ چھوڑ کر جو شخص قیام کے قریب ہو چکا ہے، اس وقت لقمہ دینے کو جو فقہائے کرام جائز بتاتے ہیں، تو وہاں اس کے جواز کی بنیاد نص کو نہیں بناتے، بلکہ لقمہ کے مفید ہونے کو ہی بناتے ہیں، لہٰذا اس موقع پر لقمہ دینے کا ثبوت اگرچہ نص میں بھی موجود ہے، لیکن یہ اس بات کے منافی نہیں کہ وجہِ جواز لقمہ کے مفید ہونے کو بنایا جائے۔ بالفاظ دیگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بعض مواقع میں لقمہ دینا اصلاح نماز کے اعتبار سے بھی مفید ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس مقام پر لقمہ دینے کا ثبوت نص میں بھی ہوتا ہے۔ یہ دونوں علتیں جمع ہو سکتی ہیں۔ ان میں کوئی تضاد نہیں، ہاں بعض مواقع ایسے ہوں گے جہاں اصلاح نماز

کے اعتبار سے لقمہ مفید نہ ہو گا، تو ایسے مواقع میں لقمہ دینے کی اجازت فقط نص کی بنیاد پر ہو گی۔

**خلاصہ یہ کہ** قراءت چھوڑ کر رکوع میں جانے والی صورت، تشہد چھوڑ کر قیام کے قریب ہو جانے والی صورت کے بالکل مشابہ اور دونوں میں لقمہ کے جواز کی وجہ لقمہ کا مفید ہونا ہے۔ اور اول الذکر میں نص کا وارد نہ ہونا مضر نہیں، کیونکہ ثانی الذکر صورت جس کو ہم نے نظیر بنایا، اس میں جوازِ لقمہ کی بنیاد نص پر نہیں رکھی گئی۔

**اشکال:** شروع میں بیان کیا گیا کہ لقمے کی اجازت دو مواقع پر ہے یعنی نص اور حاجت کے موقع پر۔ اور سوال کی صورت میں لقمہ دینا نص سے تو ثابت نہیں ہے اور یہاں اصلاحِ نماز کی حاجت بھی سمجھ نہیں آتی، کیونکہ امام کو اگر لقمہ نہ بھی دیا جاتا، تو امام یہ قراءت والا فرض، تیسری یا چوتھی رکعت میں بھی ادا کر سکتا تھا، لہٰذا فسادِ نماز کا اندیشہ فی الحال تو کوئی نہیں ہے اور جہاں تک سجدہ سہو کا تعلق ہے، تو بھول کر رکوع میں چلے جانے کی وجہ سے سجدہ سہو، تو واجب ہو چکا ہے اور لقمہ کی وجہ سے اگرچہ امام واپس لوٹ کر قراءت کر لے تب بھی جو سجدہ سہو واجب ہو چکا، وہ تو ختم نہیں ہو گا، لہٰذا جو کچھ ہونا تھا، وہ تو ہو چکا اور اس لقمہ سے اس خلل کا ازالہ ہونا نہیں اور مزید کسی خلل کا اندیشہ نہیں، تو یہ لقمہ محض بلا فائدہ واقع ہوا، اور ایسے لقمے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، جیسا کہ امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے ایک اور مسئلے کے متعلق یہی جواب دیا ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"جب امام کو قعدہ اولیٰ میں دیر ہوئی اور مقتدی نے اس گمان سے کہ یہ قعدہ اخیرہ سمجھا ہے، تنبیہ کی، تو دو حال سے خالی نہیں، یا تو واقع میں اس کا گمان غلط ہو گا یعنی امام قعدہ اولیٰ ہی سمجھا ہے اور دیر اس وجہ سے ہوئی کہ اس نے اس بار التحیات زیادہ ترتیل سے ادا کی جب تو ظاہر ہے کہ مقتدی کا بتانا نہ صرف بے ضرورت، بلکہ محض غلط واقع ہوا، تو یقیناً کلام ٹھہرا اور مفسد نماز ہوا۔۔۔۔ یا اس کا گمان صحیح تھا، غور کیجئے تو اس صورت میں بھی اس بتانے کا محض لغو و بے حاجت واقع ہونا اور اصلاح نماز سے اصلاً تعلق نہ رکھنا ثابت کہ جب امام قعدہ اولیٰ میں اتنی تاخیر کر چکا جس سے مقتدی اس کے سہو پر مطلع ہوا، تو لاجرم یہ تاخیر بقدر کثیر ہوئی اور جو کچھ ہونا تھا یعنی ترک واجب ولزوم سجدہ سہو وہ ہو چکا، اب اس کے بتانے سے مرتفع نہیں ہو سکتا اور اس سے زیادہ کسی دوسرے خلل کا اندیشہ نہیں جس سے بچنے کو یہ فعل کیا جائے کہ غایت درجہ وہ بھول کر سلام پھیر دے گا، پھر اس سے نماز تو نہیں جاتی، وہی

سہو کا سہو رہے گا، ہاں جس وقت سلام شروع کرتا، اس وقت حاجت متحقق ہوتی اور مقتدی کو بتانا چاہئے تھا کہ اب نہ بتانے میں خلل و فساد نماز کا اندیشہ ہے کہ یہ تو اپنے گمان میں نماز تمام کر چکا، عجب نہیں کہ کلام وغیرہ کوئی قاطع نماز اس سے واقع ہو جائے، اس سے پہلے نہ خلل واقع کا ازالہ تھا، نہ خلل آئندہ کا اندیشہ، تو سوا فضول و بے فائدہ کے کیا باقی رہا، لہٰذا مقتضائے نظر فقہی پر اس صورت میں بھی فساد نماز ہے۔"

**(فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 264، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)**

اس فتوے میں امام اہلسنت نے یہ جو فرمایا کہ: "**جو کچھ ہونا تھا یعنی ترک واجب و لزوم سجدہ سہو وہ ہو چکا اب اس کے بتانے سے مرتفع نہیں ہو سکتا اور اس سے زیادہ کسی دوسرے خلل کا اندیشہ نہیں جس سے بچنے کو یہ فعل کیا جائے**" یہی حال صورتِ مسئولہ کا بھی ہے، لہٰذا یہاں بھی لقمہ بلا حاجت ہونے کی وجہ سے فساد نماز کا حکم ہونا چاہیے۔

**جواب:** ہماری صورتِ مسئولہ میں لقمہ دینا فضول و بے فائدہ ہرگز نہیں، بلکہ مفید ہے اور امام اہلسنت علیہ الرحمۃ نے جس صورت کے متعلق فسادِ نماز کا حکم دیا، وہاں لقمہ فضول و بے فائدہ تھا، اسی فرق کی وجہ سے ہماری صورت مسئولہ میں نماز کے فساد کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔

**اس فرق کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ** جس صورت میں امام اہلسنت نے لقمہ فضول و بے فائدہ قرار دے کر نماز فاسد ہونے کا حکم بیان کیا وہ صورت یہ ہے کہ امام نے التحیات پڑھنے کے فوراً بعد کھڑا ہونا تھا، لیکن اس نے اتنی تاخیر کر دی جس سے سجدہ سہو لازم ہو چکا تھا۔ اب اس موقع پر اگر امام کو لقمہ دیا جائے، تو وہ تاخیر جو ہو چکی وہ تو ختم نہیں ہونی اور اس کے علاوہ بھی کوئی فائدہ حاصل نہیں ہونا اور لقمہ نہ دینے کی صورت میں اس تاخیر والے خلل کے علاوہ کسی خلل کا اندیشہ بھی نہیں، لہٰذا لقمہ نہ دینے کا حکم دیا گیا۔

اور جہاں تک ہماری صورت کا تعلق ہے، تو اس میں ایک خلل و نقص تو واقع ہو چکا کہ امام قراءت بھول کر رکوع میں چلا گیا اور یوں ترتیب والے واجب میں خلل پیدا ہو چکا، جس کا ازالہ لقمہ دینے سے نہیں ہو سکے گا، اس اعتبار سے تو یہ لقمہ مفید نہیں لیکن ایک دوسرا فائدہ اس لقمے سے ضرور حاصل ہو گا وہ یہ کہ قیام کی طرف واپس لوٹ کر قراءت کا رکن اسی رکعت اور اپنے محل میں ادا کیا جا سکتا ہے، جو بذات خود ایک واجب ہے (جیسا کہ اوپر فتح القدیر وغیرہ کے جزئیات سے گزرا) لہٰذا اس محل میں لقمہ دینا فضول اور بے فائدہ نہیں، بلکہ ایک واجب کی ادائیگی

میں معاون و مفید ہے اور یہ ایسا فائدہ ہے، جو لقمہ دینے سے ہی حاصل ہو گا، لہذا اس سے نماز فاسد نہیں ہو گی۔

اس کی نظیر ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں کہ قعدہ اولی بھول کر جب امام کھڑا ہونے کے قریب ہو چکا تھا، تو اس موقع پر بھی یہی کیفیت تھی کہ سجدہ سہو جو واجب ہو چکا تھا، وہ لقمہ دینے سے ختم نہیں ہونا تھا، لیکن اس لقمہ کو اسی وجہ سے مفید قرار دیا گیا کہ وہاں اس لقمہ کی وجہ سے حکم شرع پر عمل ممکن ہو رہا ہے اور وہ ہے **"قعدہ کی طرف عود کر کے التحیات پڑھنے والا حکم"** اسی وجہ سے صاحب نہر اور علامہ شامی نے فرمایا: "وعلی القول بعدم الفساد فالتسبیح مفید "یعنی جب عود کرنے سے نماز فاسد نہیں ہے، تو عود کی طرف بلانے کے لیے تسبیح کہنا بھی مفید ہے اور یہی بات امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کے کلام سے ہی واضح ہوتی ہے۔

اس توجیہ کے مطابق تمام فتاوی میں توفیق و تطبیق بھی پیدا ہو جاتی ہے، ورنہ اگر قراءت بھول کر رکوع میں چلے جانے کی صورت میں لقمہ دینے کو مفسد قرار دیا جائے، تو اس مسئلے میں اور قعدہ اولی کی طرف بلانے والے مسئلے میں تضاد لازم آئے گا، لہذا تحقیق یہی ہے کہ ان دونوں صورتوں میں لقمہ مفید ہونے کی وجہ سے لقمہ کے درست ہونے اور نماز کے فاسد نہ ہونے کا حکم دیا جائے۔

**اشکال:** امام بھول کر جب رکوع میں چلا گیا، وہ تو بھولا ہوا ہے، اس وجہ سے اس پر تو لوٹنا فی الحال واجب ہی نہیں ہوا اور مقتدی بھی اگر نہ بتائے، تو نماز پھر بھی صحیح ہو سکتی ہے، وہ یوں کہ چھوٹی ہوئی قراءت آخری دو رکعتوں میں سے کسی رکعت میں کر لی جائے اور آخر میں سجدہ سہو کر لیا جائے، لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ فی الحال مقتدی کا بتانا متعین نہیں ہوا۔

**جواب:** امام اگرچہ فی الحال بھول پر ہے اور بھول کی وجہ سے اس پر گناہ بھی نہیں، لیکن چونکہ امام کی غلطی سے مقتدی کی نماز پر بھی اثر پڑتا ہے اور مقتدی کو فی الحال یاد بھی ہے، لہذا مقتدی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ لقمہ دے کر حتی الامکان امام کی نماز ٹھیک کروائے، تاکہ اس کی اپنی نماز بھی ٹھیک رہے، لہذا امام کے بھولنے کے باوجود مقتدی کو اپنی نماز کی اصلاح کی حاجت ہے اور نماز کو نقص سے بچانے کے لیے لقمہ دینا ضروری ہے۔

امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کی درج ذیل عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں: "اور اگر

غلطی ایسی ہے جس سے واجب ترک ہو کر نماز مکروہ تحریمی ہو، تو اس کا بتانا ہر مقتدی پر واجب کفایہ ہے، اگر ایک بتادے اور اس کے بتانے سے کاروائی ہو جائے، سب پر سے واجب اُتر جائے، ورنہ سب گنہگار رہیں گے: "فان قیل له مصلح اخر وهو سجود السهو فلا يجب الفتح عينا قلت بلى فان ترك الواجب معصية وان لم ياثم بالسهو و دفع المعصية واجب ولا يجوز التقرير عليها بناء على جابر يجرها كما لا يخفى" (ترجمہ: اگر یہ کہا جائے کہ یہاں اصلاح کی دوسری صورت، بصورتِ سجدہ سہو موجود ہے، تو یہاں لقمہ دینا واجب نہ ہو گا۔ قلت: کیوں نہیں (واجب ہو گا؟)، اس لیے کہ ترک واجب معصیت ہے، اگرچہ سہو کی وجہ سے وہ گنہگار نہیں، اور معصیت کو دور کرنا واجب ہوتا ہے اور معصیت پر برقرار رکھنا، اس لیے کہ کسی دوسرے جابر سے اس کی تلافی ہو جائے گی، یہ بھی جائز نہیں جیسا کہ مخفی نہیں۔) (فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ281، رضافاونڈیشن، لاھور)

ہدایہ میں ہے: "(وإن فتح على إمامه لم يكن كلاما مفسدا) استحسانا لأنه مضطر إلى إصلاح صلاته فكان هذا من أعمال صلاته معنى "ترجمہ: اور اگر مقتدی نے اپنے امام کو لقمہ دیا، تو یہ استحساناً مفسد کلام شمار نہ ہو گا، کیونکہ مقتدی اپنی نماز درست کرنے کے لیے لقمہ دینے پر مجبور ہے، لہٰذا یہاں لقمہ دینا معناً اپنی نماز کے اعمال میں سے ہی ہے۔ (ہدایہ، جلد1، صفحہ62، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

فتاوی رضویہ میں ہے: "مقتدی کو اپنی نماز درست رکھنے کے لیے بتانے کی حاجت ہے۔"
(فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ258، رضافاونڈیشن، لاھور)

**واللہ اعلم** عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

**کتبــــــــــــــہ**

**المتخصص فی الفقہ الاسلامی**

**محمد ساجد عطاری**

10 شعبان المعظم 1444ھ/03 مارچ 2023ء

**الجواب صحیح**

**مفتی ابو الحسن محمد ھاشم خان عطاری**